اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ ۔ القرآن

کتاب الصلوٰۃ

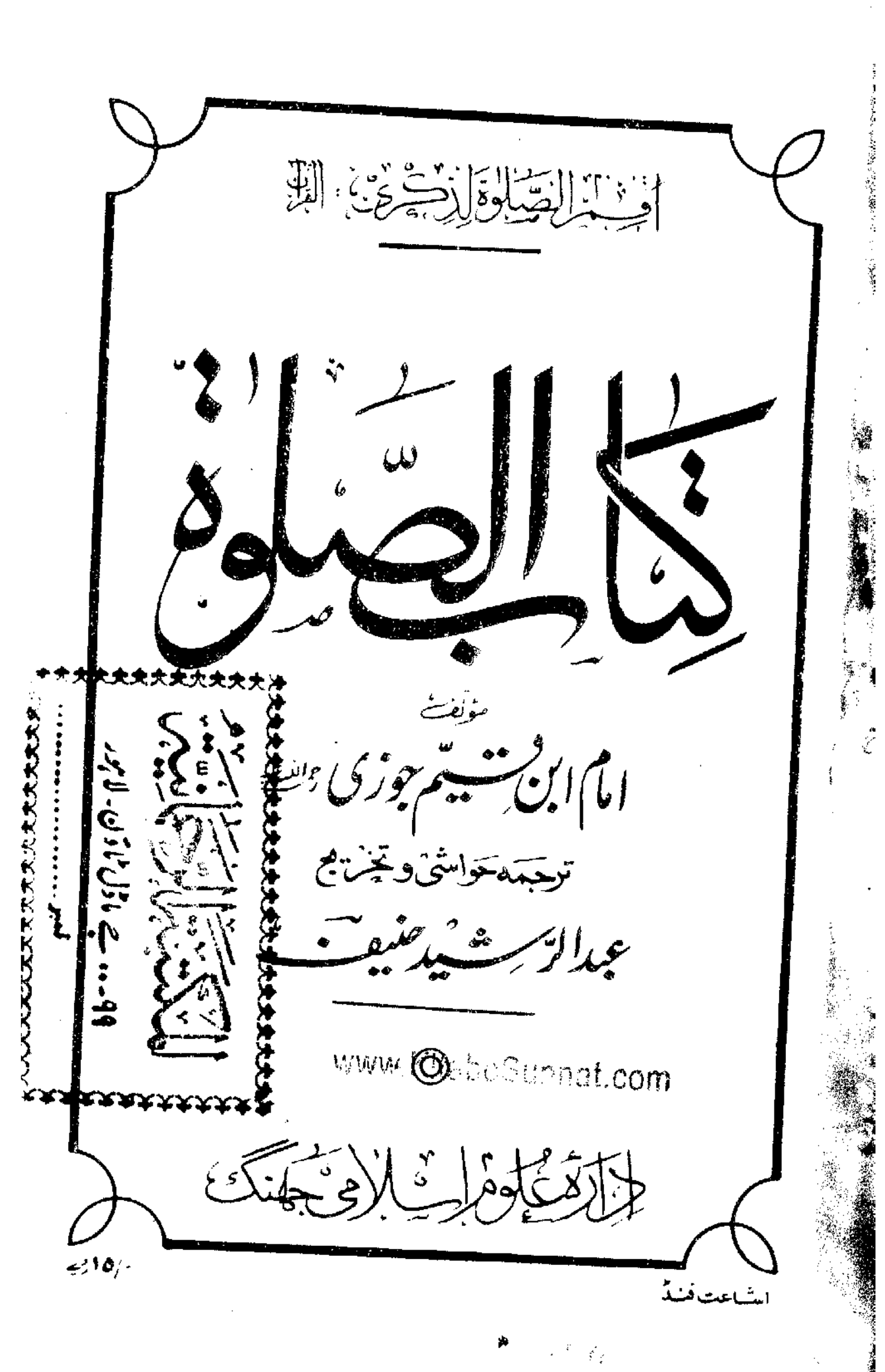
مؤلف

امام ابن قیّم جوزی رحمہ اللہ علیہ

ترجمہ حواشی و تخریج

عبدالرّشید حنیف

ادارہ علوم اسلامی جھنگ



۱۵/- روپے

اشاعت فنڈ

نام کتاب	ـــــــــــ	کتاب الصلوٰۃ
نام مؤلف	ـــــــــــ	ابن قیمؒ
ترجمہ اردو	ـــــــــــ	از۔ عبدالرشید حنیف
صفحات	ـــــــــــ	۲۸۰
تعداد	ـــــــــــ	۱۰۰۰
حسبِ فرمائش	ـــــــــــ	طاہر نظامی فیصل آباد
اشاعت فنڈ	ـــــــــــ	/۰۰ روپے

7/89

نوبہار الیکٹرک پریس ملتان

ادارہ علوم اسلامی جھنگ صدر

تعارف مؤلف ـــــ از ـــــ عبدالرشید حنیف

نام ونسب | محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد بن حریز۔ زرعی۔ دمشقی۔ حنبلی۔

کنیت | ابو عبداللہ۔ لقب:۔ شمس الدین۔ معروف:۔ جوزیہ۔

جوزی | دمشق کی غلہ منڈی میں ابو الفرج عبدالرحمن الجوزی، نے ایک دینی مدرسہ قائم کیا تھا۔ اس مدرسہ کے مہتمم ابن قیم کے والد محترم تھے۔ موصوف اس مدرسہ میں امامت کے فرائض سرانجام دیتے تھے جس کی وجہ سے آپ جوزیہ کہلاتے تھے۔

ولادت | ۷ صفر ۶۹۱ھ۔ ۱۲۹۲ء

تعلیم وتربیت | آپ نے ایک سازگار اور پاکیزہ ماحول میں اپنے عہد کے عمدہ ترین فاضل اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، علوم عربیہ کی تعلیم ابن ابو الفتح اور مجد تونسی، اور فقہ کی تعلیم مجد حرانی اور ابن تیمیہ سے حاصل کی۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہ ـــــ کے ہاں ۷۱۲ھ تا ۷۲۸ھ مصروف تعلیم رہے۔ یعنی پورے ۱۶ سال۔

وجدانی تعلق | تمام اساتذہ سے زیادہ اثرات ابن تیمیہ کے آپ پر تھے جو موصوف سے قلبی اور وجدانی تعلق سے انتہائی متاثر تھے۔ امام ابن تیمیہ سے موصوف نے آزادی فکر، طرز استدلال، تدبر اور تفکر، بحث، تحقیق، عالی اخلاق کا سبق حاصل کیا، جس کا ہمیشہ آپ کی زبان پر تذکرہ رہتا تھا۔

اساتذہ | ۱۔ ابو بکر بن دائم۔ ۲۔ ابن شیرازی۔ ۳۔ اسماعیل بن مکتوم۔ ۴۔ شہاب نابلسی۔ ۵۔ فاطمہ بنت جوہر۔ ۶۔ امام ابن تیمیہ حرانی۔

مسند تدریس | مدرسہ "صدریہ" میں عرصہ تک مسند تدریس پر فائز رہے۔

تلامذہ | ۱۔ ممتاز شاگرد ـــــ ابو الفرج عبدالرحمن بن رجب حنبلی، مؤلف طبقات حنابلہ

۲- **عبداللہ بن القیم**:- جو کہ اپنے والد کی وفات کے بعد مدرسہ صدریہ میں مسند تدریس پر فائز ہوئے۔

۳- ابن الہادی۔

غرضیکہ آپ سے خلق کثیر نے علم اخذ کیا۔

علماء اور رفقاء کا خراج تحسین علامہ ابن کثیرؒ --- تحریر کرتے ہیں کہ موصوف فاضلانہ اخلاق رکھتے تھے اور تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔

۲- ابن رجب --- تحریر کرتے ہیں کہ اُستاذِ محترم بڑے عابد اور تہجد گذار تھے اور بہت طویل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ میری نظر میں آپ جیسا کوئی انسان نہ تھا۔

غرضیکہ آپ قرآن اور سنّت اور دینی حقائق میں ممتاز ترین عالم تھے، تفسیر کے غوامض اور رموز میں دسترس رکھتے تھے۔

۳- قاضی برہان الدین زرعی --- ماتحت ادیم السماء اوسع علماً منہ۔ روئے زمین پر آسمان کے نیچے آپ جیسا کوئی مہارت نامہ رکھنے والا عالم نہیں تھا۔

۴- علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں --- آپ نے اپنے استاذ ابن تیمیہ کی کتب کو ترتیب دیکر عوام کے سامنے پیش کیا۔ موصوف بے باک اور دلیر تھے۔ اِختلافی مسائل اور اسلاف کے مسلک سے خوب آگاہ تھے۔

۵- علامہ ذھبیؒ فرماتے ہیں۔ آپ علم حدیث، اور فنون حدیث اور رجال کے بہت بڑے عالم تھے۔

عبادات آپ عرصہ دراز تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ اہل مکہ آپ کی کثرتِ طواف اور عبادت پر متعجب تھے آپ نے فرضی حج کے علاوہ کئی نفلی حج کئے۔

ذکر و اذکار سنت نبوی کے مطابق فجر کی نماز پڑھنے کے بعد طلوع آفتاب تک اپنی جگہ پہ بیٹھے ہوئے ذکر و اذکار میں مشغول رہتے اور فرمایا کرتے

تھے۔ یہ اذکار میری صبح کی سیر کی حیثیت رکھتے ہیں اگر میں ایسا نہ کروں تو میری طاقت ختم ہو جائے۔

کلمہ حق

کتاب و سنت کی روشنی میں آپ مسائل کو پیش کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ نے "مزار خلیل" کی زیارت کو اہتمام کے ساتھ جانے پر فرمایا کہ ایسا سفر بلا ضرورت ہے۔ اس فتویٰ کی بنا پر علماء سوء نے مخالفت کی جس کی بنا پر آپ کو قید کر دیا گیا۔

دورِ امتحان

آپ نے حکام اور عوام، اور علماء سوء کی تمام تر تکالیف کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔ ایسا وقت بھی آیا کہ آپ کو اونٹ پر بٹھا کر کوڑے مارے گئے اور ایک قلعہ میں امام ابن تیمیہ کے ساتھ مقید کر دیا گیا، مختلف مسائل کی بنا پر جو سزائیں حکام کی طرف آپ کو دی گئیں تھیں۔ ان میں سے اکثر سزائیں اپنے استاذ کے ساتھ رہے۔ ایک دفعہ آپ کو الگ مقید کر دیا گیا اس سزا سے اس وقت رہائی ملی جب کہ استاذ محترم فوت ہو گئے تھے۔

جیل میں مشغلہ

وکان فی مدۃ حبسہ مشغلاً بتلاوۃ القرآن وبالتدبر والتفکر ففتح علیہ من ذلك خیر کثیر۔

آپ جب تک جیل میں محبوس رہے قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے کثرت تلاوت کے باعث آپ پر قرآنی رموز اور اسرار، کا باب کھول دیا گیا۔

ادبی ذوق

ابن قیمؒ بہت ہی باذوق تھے۔ ادبی۔ نحوی۔ مسائل میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اور عربی اشعار کو موضوع کے ساتھ سلیقہ سے مرصع کرتے تھے۔

شاعری

آپ شاعری سے خاصا ذوق رکھتے تھے، آپکی تمام تصانیف اسپر شاہد ہیں۔ چنانچہ آپ کی ایک کتاب قصیدہ نونیہ کے نام سے مشہور ہے اس میں ایک ہزار اشعار ہیں، ہر شعر کے آخر میں نون ہے عربی میں اس کا نام الکافیہ الشافیۃ

فی الانتصار للفرقۃ الناجیۃ، یہ منظوم علمی تصنیف باطل فرقوں کے عقائد کی تردید پر مشتمل ہے۔

اشعار فضیلت ابی بکرؓ

من لی بمثل سیرك المدلل
تمشی رویداً و تجئ فی الاول۔

کون مجھے تیرے جیسی نازو انداز کی رفتار عطا کرے۔ تم ٹھہر ٹھہر کر چلتے ہو مگر سب سے اول آئے ہو۔

ابن مبارک کے اشعار آپ ابن مبارک کے ان اشعار کو بڑے انداز سے علماء اور حکام کے سامنے پیش کیا کرتے تھے۔

رایت الذنوب تمیت القلوب — وقد یورث الذل ادمانها
وترك الذنوب حیاة القلوب — وخیر لنفسك عصیانها
وھل افسد الدین الا الملوك — واحبار سوء ورھبانها

تصانیف آپ کی علمی - ادبی - تاریخی، اصلاحی اور اخلاقی موضوع پر کل تصانیف کی تعداد تقریباً ۸ ھا ہے۔

علم قرآن کے موضوع پر :- ۱۔ کتاب الایجاز فی المجاز، ۲۔ تفسیر الفاتحہ، ۳۔ شرح اسماء الحسنیٰ - ۴۔ شرح اسماء الکتاب العزیز - ۵ - التبیان فی اقسام القرآن - ۶۔ امثال القرآن، ۷۔ تفسیر المعوذتین - ۸ منہاج السنۃ

مشہور تصانیف زاد المعاد فی ہدی خیر العباد (سیرت نبوی)[1] ۲۔ مدارج السالکین (تصوف) ۳۔ اعلام الموقعین (فقہی مسائل)

مشغلہ کتب ہر موضوع کی کتب جمع کرنے بہت دلدادہ تھے۔ آپ کی عظیم الشان ذاتی لائبریری تھی۔

ارشادات دین کی امامت صبر اور فقر سے حاصل کی جا سکتی ہے۔
سالک کو علم کی شدید ضرورت ہے۔ جس سے اسے بصیرت و ہدایت ملے۔

---

[1] عربی میں سیرۃ النبی ﷺ کے موضوع پر یہ کتاب لاثانی اور اردو زبان میں رحمۃ اللعالمین از قاضی سلیمان منصور پوری لاثانی کتاب ہے۔

وفات علم اور عمل کا یہ آفتاب و ماہتاب ابن تیمیہ صغیر ۱۳ رجب ۷۵۱ھ ۱۳۵۰ء کو ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا - اِنّا للّٰہ وانا الیہ راجعون

مدفن دمشق - کے "باب صغیر" کے نزدیک "واقع ہے"[1]

عبدالرشید حنیف - جھنگ صدر
۵ فروری ۱۹۷۵ء - د بجکر ۵ منٹ شام -

---

[1] ماخوذ حیات ابن القیم عربی مؤلفہ عبدالعظیم شرف الدین مترجم - رشید احمد رشید ایم - اے -

مقدمہ و تعارف مولف --- از مولانا عبدالرشید صدیقی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

اسلام میں توحید باری تعالیٰ اور رسالت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و فداہ ابی و امی پر ایمان و ایقان کے بعد جس فریضہ عظیم کو اہمیت و افادیت حاصل ہے وہ نماز پنجگانہ کی ادائیگی ہے۔ جس کو روزِ محشر اوّل محاسبہ میں بازپرس کی صورت میں ہر مسلم فرد کے سامنے پیش کیا جائے گا اور جس کے بغیر نجات غیر ممکن ہو گی۔ کیونکہ اسکی عدم ادائیگی کی وجہ سے جہنم کا داروغہ بھی سوال کرے گا کہ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ۔ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ۔ ترجمہ:۔ (تمکو یعنی جہنم میں لائے جانے والوں کو کیوں داخل کیا گیا) جبکہ تم دنیا میں مسلم کہلاتے تھے تو نہایت غمناکی سے، جواب دیں گے کہ ہم نمازی نہیں تھے۔ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے قرآن کریم سارا ان احکام سے بھرا پڑا ہے جنمیں فریضہ نماز کیلئے بار بار تاکید کی گئی ہے۔ کوئی پارہ ایسا نہیں جس میں اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کا ذکر نہ آیا ہو۔ پھر اس کی محافظت و نگہداشت کے لئے اس قدر زور دیا گیا ہے جس سے انکار آمدید عملی بُرے سے بُرے وعید اور نارِ جہنم سے بچاؤ کے لئے کوئی تدبیر کارگر نہیں کہلا سکتی۔ اور اسمیں بدعملی اور بے فکری، اور اس سے بے پرواہی آخرت میں بڑی تباہی و ہلاکت کا موجب ہو گی۔ افسوس! کہ آج بعض فقہی اقوال کی روشنی میں اس کی افادیت سے محرومی کی صورت اس انداز میں پیش کی جا رہی ہے کہ اس کیلئے دولتمند آدمی اور امیر کبیر ساری زندگی نماز ادا نہ کرے۔ اور مرتے وقت اپنی نمازوں کے فدیہ میں زر کثیر مدارس یا مساجد کی تعمیر میں صرف کر کے اپنی آخرت کی نجات کا حیلہ کرے یعنی بے حد رنج سے یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے بعض طبقات نے مرنے والوں کی قبر پہ قرآن کریم کو مولوی صاحب کے ذریعہ سے پھیرے دیکر اسقاط کا طریقہ اختیار کر کے مولوی صاحب کا پیٹ بھرنے

---

(۱) اصحاب جنت سوال کریں گے حنیف

کو اختیار کر لیا ہے اور بعض زر پرست علماء نے فقہ کے فیصلہ مدار نجات سمجھکر اپنے مدارس میں زکوٰۃ عشر کی مدات کے علاوہ اپنی دنیوی کمائی کا ذریعہ بنا لیا ہے چنانچہ آج کل بعض مدارس کے سالانہ رپورٹوں میں فدیہ و ہدیہ نماز کی رقوم بطور آمد دکھائی دی جا رہی ہے جس سے صریح واضح ہوتا ہے کہ "اقیموا الصلوٰۃ" کے بار بار تاکید فرامین قرآنی بھی معاذاللہ بے اثر ہو گئے ہیں اور اگر کوئی شخص ساری عمر نماز نہ پڑھے تو اسے مرنے سے قبل اپنی دولت کا کچھ حصہ دیکر آخرت میں جان چھڑانا آسان ہو گی۔ اور حضرت امام الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی معاذاللہ کوئی وقعت نہیں ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ "اول ما یحاسب یوم القیامۃ" دن قیامت سب سے پہلے نماز کا محاسبہ ہو گا۔

اسلام میں مالی عبادات میں جہاں زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری قرار دی گئی ہے اور اسے غرباء مفلسوں سے ہمدردی میں صرف کرنے کو بطور "احسان" ٹھہرایا گیا ہے۔ وہاں نماز پنجگانہ کی ادائیگی کو زکوٰۃ سے بدنی عبادت ٹھہرا کر اس کے دیدہ دانستہ ترک کرنے کو منکر اسلام اور مشرک و مسلمان کے مابین امتیازی فرق بتایا گیا ہے اس لئے جس شخص کے دل میں کچھ بھی خوفِ خدا ہے وہ اس کی ذمہ داری سے کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اور آخرت میں جہنم کے داخلہ کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اس سے بچاؤ کرتے ہوئے ادائیگی نماز سے کبھی بھی بے پرواہ نہیں ہو سکتا۔

حضرت حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمتہ اللہ علیہ اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے نقطۂ نگاہ سے ایسی مالی و بدنی عبادات اس قدر اہمیت رکھتی ہیں کہ وہ ان کو اُن میں ذرا سی کوتاہی اور کمی کو ہرگز برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں اگرچہ انکے نزدیک فضائل اعمال میں لفظی عبادات اور نوافل کی ادائیگی بھی آخرت میں بڑے ثواب کا درجہ رکھتی ہیں مگر فرضی نمازوں اور سنت کے مطابق نمازوں کی ادائیگی کو صحیح

لہ بہ العبد ۱۲

معنی میں امام الانبیاء تاجدار دو عالم شفیع المذنبین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفعت و عزت و تکریم کی عین عملی حفاظت سمجھتے ہوئے اس سے بے اعتنائی کو مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عین ایمان اور رشفت دینی ٹھہرا کر اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن عبادات کی صریح قبولیت یقین کرتے ہیں الامام حضرت امام المجاہدین اور امام اہل سنت حضرت شیخ المحدثین امام ابن تیمیہ کے شاگردان رشید میں حضرت حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کو نمایاں شرف تلمذ حاصل ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے صحبت و رفاقت اور ان کے فیض علوم نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم) اکتساب۔ علم۔ تدبر و تفقہ فی الدین میں وہ فراست اور رعنائی نصیب فرمائی ہے جس میں بسا اوقات شاگرد استادوں سے بڑھ جاتے ہیں۔

چنانچہ آپ کی تصنیفات سے سنن نبویہؐ کی رفعت و بلندی پائے گی اور خصوصیت سے عبادات اور بہار قلبی میں ان کو بہت بڑا مقام حاصل ہونے کا پتہ چلتا ہے پھر روحانی کوائف اس انداز میں واضح ہوئے ہیں کہ عربی تصوف اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں اور سلف صالحین کی روایات ان کے پڑھنے سے تازہ ہو جاتی ہیں۔

حضرت حافظ ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب الصلوٰۃ ان تصانیف میں امتیازی درجہ رکھتی ہے۔ جس میں انہوں نے پنجگانہ نمازوں کی ادائیگی کے لئے ابتدائی لوازم وضوء۔ طہارت۔ نمازوں کے ارکان کی باقاعدگی۔ اور ان کی برکات کو کھول کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ جس سے ان کی ولایت کاملہ اور متصوفین سابقہ کی روحانی کامیابیوں کا راز آشکارا ہوتا ہے اور اُن کی کوتاہی اور کم سمجھی۔ بیزاری معصیت اور حضرت سید المرسلین والآخرین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے صریح انحراف واضح ہوتا ہے یہ کتاب عربی زبان میں تمام عالم اسلام میں درس و تدریس میں پڑھائی جاتی ہے اور اس کا ترجمہ بہت سی غیر ملکی زبانوں میں شائع ہو چکا ہے۔

دعاگو محمد عبد الرشید صدیقی عفا اللہ عنہ ناظم جمعیۃ اہلحدیث (ضلع ملتان)

تعارف مترجم

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا عبدالرشید حنیف صاحب مہتمم ادارہ علوم اسلامی سمن آباد جھنگ کو خیراتِ خیر عطا فرمادے جنہوں نے ایک مخلص دوست کے تقاضہ پر اس کتاب کا اردو زبان میں نہایت شستہ انداز میں ترجمہ کر کے عوام کی خیر خواہی اور آگاہی کا حق کرکے اپنے لئے دار آخرت میں سرخرو ہونے، نجات حاصل کرنے اور صدقہ جاریہ کی صورت میں اختیار فرمائی ہے حضرت مولانا حنیف صاحب ۵۰ ۶۰ کتابوں کے مصنف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قدر علمی تحقیق اور عملی تشریحات کے لئے بڑا شرح صدر نصیب فرمایا ہے۔ جبکہ یہ کتاب الصلوٰۃ کا ترجمہ ان کی تصنیفات میں بڑے اضافہ کا موجب ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں اس کے لئے اجرِ عظیم سے نوازے۔ (آمین)

مترجم مولانا علامہ حنیف سے تعارف

حضرت مولانا عبدالرشید صاحب حنیف جھنگوی کو ان دنوں سے جانتا ہوں جب وہ مدرسہ دارالقرآن والحدیث فیصل آباد میں انتہائی تعلیم کے دوران طالب علم کی حیثیت سے داخل تھے وہ بحمداللہ آخر میں امتیازی حیثیت سے وہاں سے فارغ ہو کر مسلمانوں کی رہبری بالخصوص جماعت اہلحدیث کی مسلکی اور عامۃ المسلمین کی دینی رہبری کے لئے اور ممتاز بزرگان دین کے کارناموں میں شریک ہو کر آج بھی بفضلہ تعالیٰ اپنی تقریری، تحریری خدمات میں سرگرم و ساعی ہیں۔

حضرت مولانا حنیف کے آباؤ اجداد میں ان کے والد محترم مولانا کریم بخش سے تو بندہ متعارف نہیں ہوا تھا۔ مگر ان کے ننھیال میں ان کے مورث اعلیٰ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث ساکن وریام ضلع جھنگ سے بخوبی

واقف ہے جو ۱۹۲۰ء میں مدرسہ دارالکتاب والسنہ صدر بازار دہلی میں طالب علمی میں پڑھا کرتے تھے اور وہ حضرت مولانا عبدالوہاب ملتانی صدری دہلوی کے تلامذہ میں ممتاز متعلم تھے وہ دہلی سے فراغت کے بعد جب وریام ضلع جھنگ میں آئے مقیم ہوئے تو انہوں نے اپنے سارے خاندان کو علوم کتب و سنت کے حصول کے لئے وقف کر دیا۔ حضرت مولانا عبدالرحمن مرحوم سالہا سال تک تقریباً تیس ۳۰ سال ملتان میں انجمن اہلحدیث کے سالانہ جلسوں اور آل انڈیا اہل حدیث کانفرنسوں کے بڑے عظیم جلسوں میں شریک ہوتے رہے آپ کے خاندان کے جن نوجوان علماء نے مختلف مدارسِ دینیہ میں تعلیم حاصل کر کے ضلع جھنگ میں توحید و سنت کی اشاعت اور آبیاری فرمائی ان میں بھی مولانا عبدالستار صاحب خلف ۔ مولانا عبدالنور صاحب مولانا عبدالرحیم اور مولانا حکیم عبدالکریم صاحب زندہ ہیں جو اپنے علاقہ میں ابتک توحید باری تعالیٰ اور سنتِ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ کی نبیا باری میں اپنے آباء واجداد کی طرح مصروف ومعروف خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت مولانا عبدالرشید صاحب حنیف ۔ حضرت صوفی عبداللہ صاحب کی قائم کردہ درسگاہ دارالعلوم "تعلیم الاسلام" ماموں کانجن اور دیگر مدارس عربیہ میں بھی فیض علم حاصل کرتے رہے ہیں اور اُن تمام بڑی درسگاہوں کے سند یافتہ ہیں جن کو آج ملک میں جماعت کے دینی مراکز سمجھا جاتا ہے اور جن کی سند فراغت اور دستارِ فضیلت آج علمائے اثریہ اسلاف صالحین کی یادگار اور صحیح علوم کی فیض یافتگی اور نشر و اشاعت دینی کا محور سمجھا جاتا ہے مولانا حنیف صاحب نے کتاب الصلوٰۃ کا اردو زبان میں بہترین ترجمہ کر کے اور اپنے حواشی سے مزین کر کے کتاب مذکورہ کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو نہ صرف ثواب پہنچایا ہے بلکہ عام فہم انداز میں عوام کے لئے نماز کی حقیقت اور عبادات کی اہمیت بڑھا کر ترجمہ کا صحیح حق ادا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے ۔ آمین۔

(دُعاگو ۔ عبدالرشید صدیقی عفی عنہ)
۲۵ر مارچ ۱۹۷۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تارک نماز کے متعلق ایک اہم سوال !

ذیل صورت مسئولہ میں علماء کرام کیا ارشاد فرماتے ہیں :

ایک شخص عمداً نماز کو ترک کر دیتا ہے، کیا اس کا قتل کرنا واجب ہے یا کہ نہ ؟

اور اگر اسے قتل کیا جائے تو کیا اس کا قتل مرتد اور کافر کا سا ہوگا کہ جس پہ نہ نماز جنازہ اور نہ غسل اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاوے یا اس پہ قتل حد ہوگی کہ جیسے مسلمان جان کر حد لگائی جائے گی ؟

جو شخص تارک نماز ہے کیا اس کے تمام دیگر اعمال ترک نماز کے باعث باطل اور برباد ہوں گے یا کہ نہ ؟

اور کیا ایسے شخص کی رات کی نماز دن کی نماز سے اور دن کی نماز رات کی نماز سے قبول ہوگی یا کہ نہ ؟

ایک شخص جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی طاقت رکھتا ہے لیکن وہ اکیلا نماز پڑھ لیتا ہے کیا اس کی اس صورت میں نماز صحیح ہوگی یا کہ نہ ؟

اور اگر نماز صحیح ہے تو کیا وہ جماعت کے ترک کرنے کے باعث گنہگار ہوگا یا کہ نہ ؟

کیا نمازی کے لئے مسجد میں حاضر ہونے کی شرط ہے یا اسے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے ؟

جو شخص کوے کی طرح ٹھونگے مار کر نماز ادا کرتا ہے ایسی حالت میں کہ رکوع اور سجود بھی پورا نہیں کرتا تو اس کی نماز پر کیا حکم ہے ؟

تخفیف نماز کی حقیقت کیا ہے جو کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک امام کو حکم دیا تھا صل بھم صلاۃ اخفہم[1] ؟ کہ اپنے مقتدیوں کو تو ہلکی سی نماز پڑھایا کر ؟

اس ارشاد نبوی اَفَتَّانٌ اَنْتَ ! یا مُعَاذُ[2]

(اے معاذ کیا تو فتنہ ڈالنا چاہتا ہے) کا کیا مفہوم ہے ؟

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ مشکوۃ المسابیح ص ، [2] مشکوۃ المسابیح ج ۱ ص ۷۹ کتاب الصلوۃ

سوال کا مقصد جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تکبیر تحریمہ تا سلام تک کی کیفیت!
اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی دینی تعلیم کے پیش مسائل کو دلائل اور براہین سے واضح کریں اور ارباب ناواقف کی ذمہ داری ہے جس چیز کا علم نہیں رکھتے اس کا حل اہل علم سے تلاش کریں!

اس سوال کا جواب شیخ الاسلام شمس الدین محمد بن ابی بکر حنبلی (ابن قیم رح) نے دلائل شرعیہ سے ارشاد فرمایا!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا

جس پر بھی حمد کا اطلاق ہو سکتا ہے وہ تمام تر اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے خاص ہے، اس کی ہم تعریف بیان کرتے ہیں اور اسی ہی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے ہم اپنی تمام لغزشات کی تلافی چاہتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ ہم اپنے نفوس کی تمام تر شر انگیز سرگرمیوں اور برے اعمال سے (کبیرہ گناہ) پناہ چاہتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے جسے اللہ تعالیٰ ہدایت پر گامزن کرے اس کو کوئی بھٹکا نہیں سکتا۔ اور جسے اللہ تعالیٰ راہ حق سے برگشتہ کر دے اسے کوئی جادہ حق پر لا نہیں سکتا۔

میں اپنے معبود حقیقی کی وحدانیت کی شہادت دیتا ہوں اور اس بات کی بھی شہادت دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عبد (بندۂ کامل) اور رسول ہیں۔

اس رسول پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول اور آپ کے جملہ احبا اور ازواج مطہرات پر دائمی سلامتی کا کثرت سے سلسلہ جاری رہے۔ (آمین)

جواب!

جواب:۔۔۔۔
لا تختلف المسلمون ان ترک الصلوٰۃ المفروضۃ عمداً من اعظم الذنوب واکبر الکبائر وان اثمہ عند اللہ اعظم من اثم قتل النفس واخذ الاموال ومن اثم الزنا والسرقۃ وشرب الخمر وانہ متعرض لعقوبۃ وسخطہ وخزیہ فی الدنیا والاخرۃ [1]

تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فرضی نماز کا قصداً تارک عظیم گناہ کے ساتھ ساتھ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہے۔ اور اللہ کے ہاں اس کا گناہ قاتل نفس، ڈاکو، زانی، چور اور شرابی سے عظیم تر ہے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی، سزا، اور دنیاوی اور اخروی رسوائی کے لئے تیار رہنا چاہیے!

تارک نماز کے قتل میں اختلاف

نماز کے تارک کے قتل اور کیفیت قتل میں اہل علم کا اختلاف ہے۔

(۱) جناب سفیان بن سعید ثوریؒ ۔۔۔ ابو عمروؒ ۔۔۔ اوزاعی ۔۔۔ عبداللہ بن مبارکؒ ۔۔۔ حماد بن زیدؒ ۔۔۔ وکیع بن جراحؒ ۔۔۔ مالک بن انسؒ ۔۔۔ محمد بن ادریس شافعیؒ ۔۔۔ احمد بن حنبلؒ اسحاق بن راہویہؒ مع اصحاب کا فتویٰ ہے کہ تارک نماز کو قتل کیا جائے!

(۲) کیفیت قتل کے بارے میں اختلاف ہے کہ اسے کس طرح قتل کیا جائے جمہور علماء کا فیصلہ ہے اس کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے۔ بعض شافعی حضرات کا فیصلہ ہے کہ اسے لکڑی کے ساتھ پیٹا جائے حتیٰ کہ نماز ادا کرنے لگ جائے یا فوت ہو جائے۔

جناب قاضی ابن شریحؒ فرماتے ہیں اسے تلوار کے ساتھ مارا جائے حتیٰ کہ وہ فوت ہو جائے کیونکہ یہ سزا تنبیہ اور توبہ کے لئے امید افزا ہے۔

جمہور علماء نے اپنے فیصلہ میں اس حدیث اِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ الْاِحْسَانَ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ فَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاَحْسِنُوْا الْقِتْلَۃَ [2]

(اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے احسان لکھا ہے جب تم کسی کو قتل کرو تو احسن انداز سے قتل کیا کرو) کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ تلوار سے گردن اڑانا احسن قتل اور خروج نفس کے لئے مفید ترین ہے، ربانی قانون کفار مرتدین کے بارے میں کہ ان کی گردن اڑا دی جائے، نہ کہ تلوار سے

[1] کتاب الصلوٰۃ ۔ [2] مشکوٰۃ ج ۲ ص ۳۵۷ کتاب الصید والذبائح ۔

چوک کرنا۔

فلسفہ سزا زانی شادی شدہ زانی کو پتھروں سے اڑایا جائے تاکہ اس کے جسم میں جہاں جہاں حرام کی لذت اثر انداز ہو چکی تھی وہاں تک تکلیف کو پہنچا دیا جائے، اور یہ قتل کی بدترین قسم ہے، دواعی زنا قوت طبعی پر غالب رہتے ہیں اس لیے اس سزا کو قوت دواعی کے مقابلہ میں شدید قرار دیا گیا۔

زنا کی سزا میں نصیحت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کی حرکت لواطت کے پیش نظر ان پر پتھروں کی بارش سے سنگسار کر دیا۔

بے نماز کو قید کی سزا جناب ابن شہابؒ زہری، سعید بن مسیبؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ ابوحنیفہؒ، داؤد بن علیؒ، اور مزنیؒ کے قول کے مطابق تارک نماز کو قید کیا جائے حتیٰ کہ خود بخود مر جائے۔ یا وہ توبہ کرے لیکن اسے قتل نہ کیا جائے، ان حضرات کے فتویٰ کی دلیل حدیث سے ہے کہ

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: اَبُوْهُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا[1] (رواہ البخاری ومسلم)

(۲) ابن مسعود قال قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ يَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَّا بِاِحْدٰى ثَلَاثٍ اَلثَّيِّبُ الزَّانِيْ، وَالنَّفْسُ بِالنَّفْسِ وَالتَّارِكُ لِدِيْنِهِ الْمُفَارِقُ لِلْجَمَاعَةِ (صحیحین)

(۱) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے ساتھ یہاں تک قتال کروں کہ وہ کلمہ شہادت پڑھنا شروع کریں جب وہ یہ کلمہ پڑھ لیں گے تو انکے اموال اور خون محفوظ، ہاں قصور کی شکل میں سزا ہوگی!

(۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کا خون حلال نہیں جو توحید و رسالت کی شہادت دیتا ہوں ہاں تین صورتوں میں (۱) شادی شدہ زانی (۲) قاتل نفس، (۳) دین کا تارک مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے والا، (بخاری ومسلم)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ص۱۲ ج۱ کتاب الایمان ج ۲، کتاب الزکوٰۃ ص۱۵۵ تمیم و اضافہ کے ساتھ، بروایت ابن عمرؓ، وابی ہریرۃ ص۱۵۵

مزید دلیل یہ پیش کرتے ہیں، کیونکہ یہ شرائع عملیہ ہیں ان کے تارک کو قتل نہ کیا جائے گا، جس طرح کہ تارک روزہ، زکوٰۃ اور تارک حج کو قتل نہیں کیا جاتا۔

تارک نماز کو قاتلین کے دلائل

جو لوگ تارک نماز کے قتل کے قائل ہیں انکی دلیل آیت قرآنی سے:

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ[1]

پس مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ ان کو اور پکڑو ان کو اور گھیرو ان کو اور بیٹھو واسطے انکے ہر گھات کی جگہ، پس اگر توبہ کریں اور قائم رکھیں نماز کو اور دیں زکوٰۃ کو، پس چھوڑ دو راہ انکی۔

تشریح:۔ مشرکین کے قتل کرنے کا حکم عام اس آیت میں موجود ہے (اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنے شرک سے توبہ کرلیں اور اقامت نماز، اور زکوٰۃ ادا کردیں) تو قتل نہیں۔

جو لوگ تارک صلوٰۃ کے قتل کا انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں جب وہ اپنے شرک سے توبہ کرے گا اس سے قتل کی علت ختم ہو جائے گی اگرچہ وہ نماز قائم نہ کرے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے یہ دلیل ظاہر قرآن کے خلاف ہے۔

ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب علیؓ نے یمن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سونے کی ڈلی بھیجی تھی آپ نے اسے چار اشخاص میں تقسیم کر دیا، ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ اِتَّقِ اللّٰہ! اے اللہ کے رسولؐ آپ کو اللہ کا خوف رکھنا چاہیئے آپؐ نے اس کے جواب میں فرمایا:

وَيْلَكَ أَلَسْتُ أَحَقَّ أَهْلِ الْأَرْضِ أَنْ يَتَّقِيَ اللّٰهَ!

اللہ تجھے تباہ کرے میں ہی تمام اہل ارض سے اللہ کا تقویٰ رکھتا ہوں!

معترض کے متعلق جناب خالدؓ نے عرض کیا۔ کیا میں اس کی گردن نہ قلم کر دوں! آپؐ نے فرمایا نہیں! شاید یہ نماز ادا کرتا ہو، اس پر خالد نے عرض کیا بہت سے نمازی

---

[1] سورۃ توبہ پ ترجمہ غزنوی، [2] سنن نسائی۔

ایسے ہوتے ہیں زبان سے جو ادا کرتے ہیں وہ بات انکے دل میں نہیں ہوتی! آپؐ نے اس کا جواب فرمایا:

اِنِّیْ لَمْ اُؤمَرْ اَنْ اَنْقُبَ عَنْ قُلُوْبِ النَّاسِ وَلَا اَشُقَّ بُطُوْنَهُمْ،

مجھے لوگوں کے دلوں کے کریدنے کا حکم دیا گیا اور نہ راز افشا کرنے کا حکم دیا گیا ہے (صحیحین)

تشریح:- آپؐ نے نماز کے باعث قتل کرنے سے روک دیا، اس سے واضح ہوا کہ بے نماز کو قتل نہ کیا جائے۔

حدیث نمبر دوم:- نُهِيْتُ عَنْ قَتْلِ الْمُصَلِّيْن، اللہ تعالیٰ نے مجھے نمازیوں کے قتل کرنے سے روک دیا ہے۔

یہ بات دلیل ہے کہ بے نمازی کے قتل کی ممانعت نہیں ہے، اس پر امام احمدؒ اور امام شافعیؒ نے اپنے مسند میں ایک حدیث بروایت عبداللہ بن عدی بن خیاری بیان کی ہے، ایک انصاری نے بیان کیا کہ وہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر مجلس میں سرگوشی کرنے لگا، کہ وہ منافق کے قتل کی اجازت طلب کرتا تھا۔ آپؐ نے باآواز بلند فرمایا کیا وہ کلمہ شہادت نہیں پڑھتا؟ انصاری نے عرض کیا کیوں نہیں ضرور! آپؐ نے فرمایا کیا وہ رسالت کی شہادت نہیں دیتا؟ انصاری نے جواب دیا یقیناً شہادت دیتا ہے آپؐ نے فرمایا کیا وہ نماز نہیں پڑھتا؟ اس نے کہا ہاں پڑھتا ہے! اس کی نماز نہیں ہے، آپؐ نے فرمایا: اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ نَهَانِیَ اللّٰهُ مِنْ قَتْلِهِمْ۔ ان لوگوں کے قتل کرنے سے مجھے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے۔ اس روایت سے واضح ہوا کہ بے نماز کو قتل نہ کیا جائے،

سیدہ ام سلمہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ تم پر ایسے عامل مقرر کیے جائیں گے تم انہیں خوب پہچانو گے اور برا جانو گے۔ جس نے انہیں برا جان لیا وہ محفوظ ہو گیا، اور جس نے ان سے کراہت کی وہ سلامت رہ گیا، اور لیکن جس نے ان کی بطیب خاطر اتباع کی، کیا ایسے لوگوں کو ہم قتل نہ کر ڈالیں آپؐ نے فرمایا جب تک وہ نماز قائم کریں انہیں قتل نہ کیا جائے۔

عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے

حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑائی کروں حتیٰ کہ وہ اللہ کی واحدانیت اور محمد رسول اللہ کی رسالت کی شہادت دیں، اور نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ دیں، جب وہ ان امور کی پابندی کر لیں گے تو انکے مال اور جانیں اسلام کی خاطر محفوظ ہوں گی اور انکا حساب اللہ کے ہاں ہوگا۔ ؎

استدلال اس حدیث سے دو وجہ سے استدلال کیا گیا ہے۔
(۱) قتال کا حکم تا اقامت صلوٰۃ ہے۔
(۲) حق اسلام شرط ہے اور نماز اسلام کا عظیم ترین حق ہے۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ ثُمَّ قَدْ حَرُمَتْ عَلَیَّ دِمَاءُ ھُمْ وَاَمْوَالُھُمْ وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ۔ (رواہ الامام احمد وابن خزیمہ فی صحیحہ)

سیدنا ابو ہریرہؓ ارشاد نبویؐ یوں بیان کرتے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے قتال کروں حتیٰ کہ وہ ربانی توحید کی شہادت اور محمد رسول اللہؐ کی رسالت کی شہادت دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اس کے بعد مجھ پر ان کے خون اور اموال حرام ہیں۔ ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔

نتیجہ انسانوں کے مال اور نفوس کی حرمت مشروط ہے تین امور کے ساتھ شہادت توحید و رسالت، ۲۔ اقامت نماز، ۳۔ ادائے زکوٰۃ، عدم اقامت نماز اور عدم ادائے زکوٰۃ سے خون و اموال جائز ہیں،

تیسری حدیث عن انس بن مالک قال لما توفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ارتد العرب فقال عمر یا ابابکر کیف تقاتل العرب؟ فقال ابوبکر انما قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم امرت ان اقاتل الناس حتی یشھدوا ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانی رسول اللّٰہ ویقیموا الصلوٰۃ ویؤتوا الزکوٰۃ (رواہ النسائی حدیث صحیح)

؎ مشکوٰۃ ج ۱ ص۱۲ کتاب الایمان،

سیدنا انس رضؓ بیان کرتے ہیں جب " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما گئے۔ تو عرب مرتد ہو گئے۔ جناب عمر رضؓ نے ابو بکر رضؓ سے عرض کیا کہ آپؓ کس طرح لوگوں سے جنگ کریں گے۔ موصوف نے جواب میں فرمایا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے پیش جس میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا ہے کہ جب تک وہ ربانی توحید اور میری رسالت کی شہادت نہ دیں، اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کر دیں۔

ان احادیث کی روشنی میں یہ حجت لینا کہ بے نماز واجب قتل نہیں۔ یہ ہماری حجت ہے کہ عصمت مال اور خون اسلام کی بدولت محفوظ ہے اور نماز ان تمام حقوق سے مطلق طور پہ مؤکد ہے۔ (تاکید کی گئی ہے)

رہا ابن مسعود والی روایت کا ذکر تو اس میں مسلمان کا خون تین صورتوں میں حلال ہے۔ وہ ہماری دلیل ہے اس میں تارک دین کا ذکر ہے، بے نماز تارک دین ہے۔ کیونکہ نماز دین کا رکن اعظم ہے۔ جس نے کلی طور پر رکن کو چھوڑ دیا وہ کافر ہے اسکی دلیل حدیث میں منقول ہے۔ لَا حَظَّ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ (مسند احمد) تارکِ نماز کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

اِنَّ اَهَمَّ اُمُوْرِكُمْ عِنْدِیْ الصَّلٰوةُ فَمَنْ حَفِظَهَا حَفِظَ دِيْنَهٗ وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ وَلَا حَظَّ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ

سیّدنا عمرؓ کا مکتوب گورنروں کے نام

سیّدنا عمر رضؓ نے اپنے صوبوں کے گورنروں کے نام ایک مکتوب مفتوح ارسال کیا، جس کا متن یہ تھا! [۳]

میرے ہاں تمہارا اہم ترین کام نماز ہے، جس نے اس کی حفاظت کی اس نے اپنا دین محفوظ کر لیا، اور جس نے اسے ضائع کر دیا اس نے اپنا سب کچھ تباہ کر لیا۔ یاد رہے اس کا شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں جو نماز کو ترک کر دیتا ہے۔

---

[۱] رسالہ امام احمد ص ۱۹-۲۰-۲۱ - [۲] مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۹ کتاب الصلوٰۃ - [۳] مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۹ کتاب الصلوٰۃ - [۴] البدایہ والنہایہ،

نتیجہ نماز کو خفیف جاننے والا اسے ذلیل کرنے والا ہے، اور جو نماز کو ذلیل جانتا ہے وہ اسلام کی اہانت کرتا ہے۔ اسلام میں اتنا ہی اس شخص کا حصہ ہوگا، جتنا اس کا تعلق نماز کے ساتھ ہوگا۔ ظاہر ہے اسلام کے ساتھ بھی بقدر ادائیگی نماز دلچسپی ہوگی۔ عبداللہ تجھے خوب جان لینا چاہیئے، اور محتاط رہنا چاہیئے کہ اللہ کے ہاں حاضری اسی انداز کی نہ ہو کہ اسلام میں نماز کا حصہ بھی نہ ہو۔ اسلام کی قدر و عظمت اتنی ہی ہونی چاہیئے جتنی کہ نماز کی دل میں قدر ہے۔

اس پر ایک حدیث شاہد ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ عَمُوْدُ الدِّیْن ۔ نماز دین کا ستون ہے (حدیث)

تشریح حقیقت یہ ہے کہ خیمہ کی چوب گر جائے تو پورا خیمہ گر جائے گا تو اس وقت میخ اور رسی کام نہ آئے گی! اور جب ستون قائم رہے گا تو میخ اور رسی کام دے گی۔ اور یہی مقام نماز کا اسلام کے نظام میں ہے۔

چوتھی حدیث ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:

قیامت کے دن سب سے پہلا سوال انسان کے اعمال سے نماز کے متعلق ہوگا۔ اگر اس کی نماز قبول کی گئی تو اس کے بقیہ اعمال بھی منظور ہوں گے ورنہ اس کے جمیع اعمال مع نماز کے رد کر دیئے جائیں گے۔

نتیجہ ہماری نماز دین کا آخری حصہ ہے۔ اور قیامت میں ہمارے اعمال سے پہلا حساب نماز ہی کا ہوگا، یاد رہے۔ نماز کے علاوہ نہ دین ہے اور نہ ہی اسلام ہے۔ اسلام سے سب سے آخر چیز ضائع ہونے والی نماز ہے (کلام احمدؒ)

قول امام احمدؒ کل شیئٍ یذھب آخرہ فقد ذھب جمیعہ!
فاذا ذھبت صلاۃ المرء ذھب دینہ،

امام احمدؒ کا قول ہے جس چیز کا آخری حصہ چلا جائے اس کا تمام کا تمام عمل تباہ ہو جاتا ہے۔

اور جب انسان کی نماز ختم ہو جائے تو اس کا تمام دین ختم ہو جاتا ہے۔

خلاصہ روایت ابن مسعود | ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:
کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہاں بوجوہ تین۔

(۱) شادی شدہ زانی (۲) قاتل نفس، (۳) دین کا تارک،۔

یہ حدیث تارک نماز کے لئے بہترین حجت ہے۔

فصل ۱

تارک نماز کے قتل میں چند مسائل کی بنا پر اختلاف

پہلی صورت یہ ہے کیا تارک نماز سے توبہ کرائی جائے یا کہ نہ۔ اس سلسلہ میں مشہور بات یہی ہے اس سے توبہ کرائی جائے اگر وہ اس پہ رضامند ہو جائے تو بہتر ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔ اس کے قائل امام شافعیؒ، احمدؒ اور ایک قول امام مالکؒ کا بھی ہے۔

جناب ابوبکر طرطوشی نے تعلیق میں امام مالک کا مذہب یوں نقل کیا ہے، بے نماز سے کہا جائے نماز کا وقت باقی ہے تو نماز ادا کرے، اگر وقت نماز میں نماز ادا کرے تو اسے چھوڑ دیا جائے اور دیگر صورت میں جب وقت نماز نہ رہے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

دوسرا سوال کیا اس سے توبہ کرائی جائے یا کہ نہ!

بعض حضرات کا خیال ہے اسے توبہ پہ مجبور کیا جائے اگر توبہ کر لے بہتر ورنہ قتل کر دیا جائے۔ بعض کے ہاں اس سے توبہ نہ کرائی جائے کیونکہ اس جرم پہ حد ہے تو یہ جرم توبہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ جیسا کہ زانی اور چور کی توبہ سے حد معاف نہیں ہوتی۔ اس قول سے واضح ہوا کہ اسے بطور حد قتل کیا جائے کیونکہ ترک نماز کی حد قتل ہے جس طرح محارب اور زانی کی حد قتل ہے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ حد اسباب کے باعث واجب ہوتی ہے، اور امام کے پاس کیس جانے کے بعد جرم توبہ سے معاف نہیں ہوتا۔

بعض کا خیال ہے کہ تارک نماز کو کفر کے باعث قتل کیا جائے، یہ لازم نہیں آتا، کیونکہ اس طریق سے تارک نماز کو مثل مرتد قرار دیا گیا ہے، مرتد جب مسلمان ہو جائے تو اس سے قتل کی سزا ساقط ہو جاتی ہے۔

امام طرطوشی فرماتے ہیں، یہ حکم طہارت، غسل جنابت، اور روزے کا سا ہے جس طرح کہ ایک شخص کہے کہ میں وضو نہیں کرتا۔ اور غسل جنابت نہیں کرتا اور نہ ہی روزہ رکھتا ہوں اسے قتل کیا جائے اور توبہ کی رعایت نہ دی جائے گی۔ اس میں کوئی فرق نہیں چاہیے

فرض اور عدم فرض کا انکار کر دے

ابن قیمؒ کی رائے ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ امام طرطوشی کے بعض اصحاب نے امام مالک کی روایت کے پیش تارک نماز کو بغیر توبہ کرانے کے قتل کا حکم دیا ہے

توبہ مرتد مرتد کی توبہ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، دو روایات امام احمدؒ سے اور دو قول امام شافعیؒ کے ہیں، وہ یہ ہیں،

جس نے مرتد اور تارک نماز کی توبہ لینے میں فرق کیا ہے تو اس کا خیال ہے مرتد کی توبہ کرائی جائے اور تارک نماز کی توبہ نہیں۔

یہ ایک روایت امام مالکؒ کی ہے،

ظاہر بات یہ ہے کہ مسلمان کا دین کسی شبہہ کے پیش ترک نہ کیا جائے جس پر اس کی بقا مانع ہو تو اس سے توبہ کرائی جائے جس سے اس کے زوال کی امید ہو، جو شخص باوجود وجوب نماز کے ترک نماز کا اقرار کرتا ہے، جبکہ اسے کوئی عذر مانع نہیں ہے، اسے مہلت نہ دی جائے۔

ارباب توبہ والوں کی دلیل جو تارک نماز سے توبہ کے قائل ہیں، بے نماز کا قتل اسی بنا پر ہے کہ اس نے ایک ایسا واجب ترک کر دیا ہے جس پر توبہ شروع ہو چکی تھی، تو اس کا وجوب قتل مرتد کی طرح تھا۔

تارک نماز کیلئے توبہ کرنی بہتر ہے، کیونکہ اس میں رجوع کا امکان ہے۔ کیونکہ اسلام اسے توبہ کی گنجائش دیتا ہے تاکہ وہ آخرت اور دنیا کی سزا سے خلاصی پالے، یہ قول صحیح ہے۔

کیونکہ بے نماز کا بدترین حال مرتد کی طرح ہے، مانعین زکوٰۃ اور مرتدین کی توبہ کے متعلق تمام صحابہ کا اتفاق ہے۔

اس سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ:

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ،

اعلان کیجئے جن لوگوں نے کفر کیا اگر وہ باز آجائیں (کفر سے) ان کے سابقہ گناہ معاف

کر دیئے جائیں گے، اس آیت کی روشنی میں مرتد وغیرہ کی معافی بھی شامل ہے۔

زانی محارب کی حد میں فرق

تارک نماز پر قتل کا حکم اس بنا پر ہے کہ وہ ماضی میں تارک اور مستقبل میں ترک نماز پر اصرار کرتا ہے۔

مقتول فی الحد۔ اس کے قتل کا سبب اس کا وہ جرم ہے جو اس کے لئے حد کا موجب بنا، کیونکہ اب اس کے سابقہ گناہ کے تدارک کی کوئی سبیل باقی نہیں ہے! اور تارک نماز کا وقت آئمہ اربعہ کے ہاں بالتفصیل نکل چکا ہے۔

اصحاب امام احمدؒ اب اس کیلئے استدراک، سابقہ تلافی کا وقت باقی نہیں ہے، یہی قول ایک سلف کی جماعت کا ہے بے نماز کا قتل ترک کی بنا پر ہے، اور بالفعل وہ ترک زائل ہو سکتا ہے۔ رہا زنا اور محاربت کا ان پر قتل ان کے اس فعل کی بنا پر ہے۔ جو وہ کر چکے ہیں۔ اور گذشتہ فعل ترک کے ساتھ زائل نہیں ہو سکتا (یعنی ترک نماز اور زنا میں فرق ہے،

فصل ۲

مسئلہ[1] بے نماز کو قتل نہ کیا حتیٰ کہ اسے نماز کی دعوت دی جائے اگر وہ انکار کرے تو قتل کر دیا جائے، دعوت کے لئے استمرار ضروری نہیں، یہی وجہ ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل نماز بے وقت تاخیر سے پڑھنے والے اماموں کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کی اجازت فرمائی۔ آپؐ نے ان کے ساتھ قتال کا حکم نہ دیا اور نہ ہی ان کے قتل کا حکم دیا، کیونکہ وہ نماز کے چھوڑنے پر اصرار نہ کرتے تھے جب کسی کو نماز کی دعوت دی گئی، اور ان سے بلا عذر وقت گذار دیا اور نماز نہ ادا کی تو اس کا ترک اور اصرار ثابت ہو گیا!

فصل ۳

تیسرا مسئلہ: کس بنا پر اسے قتل کیا جائے؟ کیا صرف ایک نماز کے ترک، دو نمازوں، یا

[1] مشکوٰۃ ج ا صفحہ ۶۰ باب تعجیل الصلوٰۃ۔

تین نمازوں کے ترک پراسے قتل کر دیا جائے؟ اس بارہ میں اہل علم کا اختلاف ہے!
سفیان ثوری، مالکؒ، امام احمدؒ کی ایک روایت میں ہے اسے صرف ایک نماز کے ترک کرنے پر قتل کر دیا جائے گا، اور یہی امام شافعیؒ اور امام احمد کا ظاہر مذہب ہے، اس فتویٰ پر وہ احادیث حجت ہیں جو تارک نماز کے متعلق گذر چکی ہیں۔ مزید حدیث ذیل ہیں۔

(۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ (مسند امام احمد)

سیدنا معاذ بن جبل رضؓ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیان کرتے ہیں جس نے فرض نماز کو عمداً (جان بوجھ کر) ترک کر دیا اس سے اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ختم ہو گئی،

(۲) وعن ابی الدرداءِ قال اَوْصَانِیْ اَبُوالْقَاسِمِ اَنْ لَا اَتْرُكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ الذِّمَّةُ۔[1] (سنن عبدالرحمن بن ابی حاتم)

سیدنا ابو درداء بیان کرتے ہیں کہ مجھے میرے پیارے نبی ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں نماز کو عمداً ترک نہ کروں، کیونکہ جس نے بھی نماز کو عمداً ترک کر دیا وہ ربانی ذمہ سے الگ کر دیا گیا!۔

تشریح جب کسی انسان کو وقت نماز پر دعوت دی گئی لیکن اس نے بدل انکار کر دیا کہ میں نماز نہیں پڑھتا حالانکہ اسے کسی قسم کا عذر نہیں تھا تو اسے اس کے اس جواب کے پیش نظر قتل کر دیا جائے گا، اور اس کا خون ضائع ہو گا، رہا مسئلہ کہ کسی کو نماز کی دعوت دینے کے لئے کوئی قرآن یا حدیث یا اجماع صحابہ سے ایسا ثبوت ہے تو ایسا ہرگز نہیں!
امام ابو اسحاق حنبلی کا قول ہے اگر نماز متروک ایسی ہے جیسے جمع کیا جا سکتا ہے ظہر اور عصر، مغرب اور عشاء، اسے قتل نہ کیا جائے حتیٰ کہ دوسری کا وقت ختم ہو جائے، جمع کی صورت میں اس کا پہلا وقت شمار ہو گا، اس صورت میں شبہ ہو گا، اور اگر ایسی صورت ہے کہ نماز جمع کا وقت نہیں جس طرح فجر (عصر اور عشاء)، تو اسے مطلق ایک نماز کے چھوڑنے پر قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ اس صورت میں تاخیر کو کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہا۔ امام اسحاق نے یہ قول عبداللہ بن مبارک، یا وکیع بن جراح سے نقل کیا ہے، ابوالبرکات ابن تیمیہؒ بیان کرتے

---

[1] مشکوٰۃ ج ۱ صـ ۵۹ کتاب الصلوٰۃ

ہیں برابری اس بارہ میں صحیح ہے۔ اہل عذر کو تارک نماز کے ساتھ ملانا صحیح نہیں، جس طرح
کہ تارک نماز کا ملانا صحیح نہیں ہے۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں ابو اسحاق کا قول قوی اور عمدہ ترین ہے، کیونکہ دونوں نمازوں
کے وقت نے قتل کو باطل قرار دیا! اس پر دلیل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہے آپؐ نے ان
امراء کے قتل سے منع فرمایا کہ جو کہ نماز وقت مقررہ سے تاخیر سے پڑھاتے تھے، بلکہ وہ ظہر کی
نماز عصر کے وقت تک لیٹ کرتے تھے اور عصر کی نماز کو اس کے آخیر وقت میں پڑھتے تھے،
اور جب آپؐ سے سوال کیا گیا الا نقاتلهم؟ کیا ہم انہیں قتل نہ کر ڈالیں، آپؐ نے
فرمایا جب تک وہ نماز قائم کرتے ہیں ان کا قتل کرنا جائز نہیں۔

نتیجہ اقامت نماز نے ان کی جان کو قتل سے بچا لیا!

دوسری صورت: ایک شخص کو نماز کے وقت میں نماز کی دعوت دی گئی
اور اس نے جواب دیا کہ (میں اصلی) میں نماز نہیں پڑھتا! اس نے نماز نہ ادا کی حتیٰ کہ نماز
کا وقت ختم ہو گیا، اس صورت میں اس کا قتل کرنا واجب ہے۔ اگر دوسری نماز کا وقت
تنگ نہ ہوا، امام احمد اور قاضی ابو الخطاب اور ابن عقیل کے قول کے مطابق (لا یقتل) اسے
قتل نہ کیا جائے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت تنگ ہو جائے۔

شیخ ابو برکات فرماتے ہیں: جس انسان کو نماز کی دعوت دی گئی نماز کا وقت تھا لیکن
اس نے انکار کر دیا حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت بھی تنگ نہیں ہوا تو اس کا قتل کرنا واجب ہے
یہ فتویٰ اس کے متعلق اس بنا پر ہے کہ اس نے نماز کو ترک کر دیا نہ کہ اس بنا پر کہ اسنے
اول وقت کو اختیار نہ کیا، کیونکہ جب اسے دوسری وقت میں دعوت دی گئی تھی تو نماز
کا وقت جا چکا تھا اور ظاہر ہے جس کی نماز فوت ہو چکی اسے قتل نہ کیا جائے گا۔

ابو الخطاب کی رائے کے مطابق کہ اگر اسنے نماز کو انکار کی صورت میں تاخیر سے ادا
کیا وجوب کفر کے باعث اس کا قتل واجب ہو گا، اور اگر نماز کی تاخیر کا ہلی عدم انکار
کی بنا پر وجوب جانتے ہوئے نماز کو ادا نہ کیا حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت بھی تنگ ہو گیا
تو اس کا قتل واجب ہو گیا! اور اگر ایسی صورت ہے دوسری نماز کا وقت بھی تاخیر کے

باعث نکل گیا، تو اسے تاخیر نماز کی بنا پر قتل کر دیا جائے گا، یہ امام ابن تیمیہ کی تقریر کا خلاصہ ہے۔

ہمارے بعض اصحاب کے خیال کے پیش نظر بغیر عذر جب بھی پہلی فوت شدہ نماز کی قضا نہ دے گا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ ہمارے ہاں قضا نماز کی بھی تاخیر نہ چاہیئے اس صورت میں دوسری نماز کے وقت کی تنگی کا اعتبار نہ ہوگا! پہلا قول صحیح ہے۔

امام شافعی اور دیگر علماء کے ہاں فوت شدہ نمازوں کی تاخیر میں گنجائش ہے۔

فیصلہ اباحت[1] اور عدم اباحت میں قتل واجب نہیں ہوتا!

امام احمدؒ سے ایک قول یوں منقول ہے۔ جب لگاتار تین نمازیں نہ پڑھے اور چوتھی کا وقت تنگ ہو جائے، تو اس صورت میں قتل واجب ہوگا، اس قول کو اصطخری شافعی نے اختیار کیا، اس قول کی وجہ یہ ہے کہ نماز کا ترک اصرار کی بنا پر تھا، انسان بعض دفعہ دو نمازیں سستی، اکتاہٹ، یا کسی شغل کے پیش ترک کر دیتا ہے، جبکہ یہ عارضہ ہمیشہ لاحق نہیں رہتا، اس صورت میں ایسے انسان کو ترک نماز کا نام نہیں دیا جائے گا، اگر باوجود بار بار دعوت دینے کے ترک کر دیتا ہے تو معلوم کر لیا جائے گا کہ وہ ترک پر اصرار کرتا ہے۔

امام احمدؒ سے ایک تیسری روایت یوں منقول ہے۔ جو شخص دو نمازیں ترک کر دے گا، اس کا قتل کرنا واجب ہے! اس روایت کے دو ماخذ ہیں۔

(۱) وہ ترک نماز موجب قتل ہوگا جس میں بار بار یاد دہانی کرائی گئی، اسے تارک نماز کہا جائے گا، ترک کا کم از کم اطلاق دو بار یاد دلانے پر ہوتا ہے!

(۲) جو نماز دوسری نماز کے ساتھ ملا کر پڑھی جائے اس کا ترک دوسری نماز کے وقت کے نکلنے پر ثابت ہوگا، اس بنا پر دو نمازوں کے ترک کے پیش نظر وجوب قتل ہوگا،

ابو اسحاق نے اس مسئلہ میں اتفاق کیا (بحوالہ مجموعتین)

فصل ۴

مسئلہ: تارک وضو، غسل جنابت نہ کرنے والا، قبلہ کی طرف منہ نہ کرنے والا،

---

[1] یعنی جائز ہوتے ہیں۔ مباح کا مطلب یہ ہے اگر کرے تو ثواب ورنہ نہیں؟

نہ کرنے والا، کا حکم تارک نماز کا حکم ہے، اسی طرح جو شخص قیام پر قادر ہے لیکن قیام نہیں کرتا تو وہ تارک نماز کے حکم میں ہے، اسی طرح رکوع اور سجدہ کا تارک بھی اسی حکم میں ہوگا۔ اور اگر کسی نے رکن ترک کر دیا اور یا ایسی شرط ترک کر دی جس میں وہ اختلاف کرتا تھا، یعنی اس شرط کے وجوب کا عقیدہ رکھتا تھا، ابن عقیلؒ کے قول کے مطابق وہ بھی تارک نماز کے حکم میں ہے! ایسے شخص کے متعلق وجوب قتل کا حکم بلا جھجک جائز ہے!

شیخ ابو البرکات فرماتے ہیں ایسے شخص پر نماز کا دہرانا واجب ہے اور اسے ایسی صورت میں قتل نہ کرنا چاہئیے۔

ابن عقیل کا قول ہے کہ تارک نماز فی نفسہٖ تارک زکوۃ کے حکم میں ہے، جبکہ وہ ترک پر عقیدہ بھی رکھتا ہو، اس شرط پر اجماع ہے۔

ابو البرکات کے قول کے مطابق تارک نماز کا خون جائز نہیں کیونکہ وجوب کے ترک میں اختلاف ہے، یہی قول درست ہے۔

ابن عقیل کا قول اصولی ہے، نماز کا تارک اپنے عزم جزم کے تحت نماز کو باطل قرار دیتا ہے، وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے نماز کو ترک کر دیا، نماز کا مسئلہ اعمال قلوب اور اعتقاد کے باعث اصول ایمان سے متعلق ہے۔

فصل ۵

تارک جمعہ کے متعلق حکم

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِقَوْمٍ یَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَۃِ لَقَدْ ھَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ رَجُلًا یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ اُحَرِّقَ عَلٰی رِجَالٍ یَتَخَلَّفُوْنَ عَنِ الْجُمُعَۃِ بُیُوْتَھُمْ (رواہ مسلم) [1]

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قوم جمعہ سے پیچھے رہتے ہیں میں نے عزم صمیم کیا کہ ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں جمعہ میں شریک نہ ہونے والوں

کے گھروں کو آگ لگا دوں!

(۲) عن ابن عمرو ابی ھریرۃ انھما قال سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول علی اعواد منبرہ لینتھین اقوام عن ودعھم الجمعات او لیختمن اللہ علی قلوبھم ثم لیکونن من الغافلین۔

(رواہ مسلم [۱])

سیدنا ابن عمر اور ابوہرۃ دونوں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ آپ منبر پر خطاب فرما رہے تھے کہ جو قومیں جمعہ کو ترک کر دیتی ہیں انہیں باز آجانا چاہیئے یا اللہ تعالیٰ ان کے قلوب پر ٹھپہ لگا دے گا۔ پھر انکا شمار یقیناً غافلین میں ہوگا۔

(۳) عن ابی الجعد الضمری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک ثلث جمع تھاونا طبع اللہ علی قلبہ۔

(رواہ ابوداؤد [۱] رواہ الامام احمد عن حدیث جابر رض)

ابوسعید ضمری رح بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے تین جمع سستی کے نذر کر دیئے اللہ تعالیٰ اسکے دل پہ مہر ثبت کر دے گا۔

کیا نماز جمعہ فرض کفایہ ہے؟

جس نے امام شافعی رح کی طرف یہ قول منسوب کیا کہ نماز جمعہ فرض کفایہ ہے اس نے غلطی کی!

امام شافعی نے ہرگز یہ بات جمعہ کے بارے میں نہیں فرمائی۔ غلطی کی وجہ یہ ہوئی کہ موصوف نے نماز عید کے بارے میں فرمایا کہ نماز عید اس پر واجب ہے جس پر نماز جمعہ واجب ہے، حالانکہ نماز عید کے بارے میں امام شافعی فرماتے ہیں کہ نماز عید واجب ہے، کیونکہ نماز عید، مسلمانوں کا عظیم الشان شعار ہے۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہی کوئی صحابی نماز عید سے غافل رہا اور نہ ہی خود جناب رسول کریم نے اسے کبھی ترک کیا، اور اگر نماز عید سنت ہی ہوتی تو اسے ایک بار ترک کر دیتے حالانکہ ایسا کبھی نہیں ہوا، جیسا کہ آپ نے قیام رمضان عدم وجوب کے پیش نظر ترک کر دیا تھا، ہر نماز کیلئے وضوء کا ترک کر دینا [۲] اس بات پر دلیل تھی کہ ہر نماز کے لئے جدید وضو واجب نہیں ہے

---

[۱] مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۲۱ باب الجمعۃ۔ [۱] ج ۱ ص ۱۱۱ باب الجمعۃ"

[۲] بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی ہر نماز کے لئے جدید وضو واجب نہیں، پہلے وضو پر نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ (ع)

مسئلہ: اللہ تعالیٰ نے جس طرح عید کا حکم دیا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ[1] اپنے رب کی نماز پڑھو اور قربانی کیجئے۔ اسی طرح نماز جمعہ کا بھی حکم دیا ہے[2]

نماز عید کے لئے ارشاد نبویؐ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو حکم دیا صبح سویرے عید گاہ میں پہنچ جائیں نماز عید کے لئے اگرچہ وقت ختم ہو چکا تھا، زوال کے بعد مہینہ شروع ہو گیا تھا!

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالغ خواتین پردہ دار، اور حیض والیوں کو حکم دیا کہ وہ عیدگاہ میں جمع ہوں اور حیض والیاں نماز میں شرکت نہ کریں[3] اس قسم کا حکم جمعہ کیلئے نہیں ہے!

شیخ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں اس سے واضح ہوتا ہے کہ نماز جمعہ کی نسبت نماز عید کی تاکید شدید ہے۔

ارشاد نبویؐ پانچ نمازیں دن رات میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر فرض کردی ہیں، اس سے عید کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ پانچ نمازیں دن اور رات کا عمل ہیں، اور عید سالانہ تہوار ہے۔ اسی بنا پر اکثر فقہاء کے ہاں عید کے روز طواف کی دو رکعت منع نہیں ہیں، کیونکہ دو رکعت طواف دن اور رات کا عمل نہیں ہے، عید کے روز نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت، اور صلوٰۃ کسوف منع نہیں ہے۔

بعض علماء نے صلوٰۃ کسوف کو واجب قرار دیا ہے، انکا یہ قول قوی ہے،

امام شافعیؒ کا مقصد صرف اتنا تھا کہ جس پر جمعہ واجب ہوتا ہے اس پر عید بھی واجب ہوگی) امام شافعیؒ کا مطلب صرف یہ تھا کہ جس پر جمعہ واجب اس پر نماز عید بھی واجب ہوگی لیکن اس سے یہ مراد نہیں لی جاسکتی کہ جمعہ واجب نہیں ہے، کیونکہ فرض کفایہ تمام لوگوں پر واجب ہوتا ہے، لیکن بعض کے ادا کرنے سے ادا ہو جاتا ہے، اس کا حل دو مسائل سے واضح ہوگا۔

(۱) فرض کفایہ میں اگر تمام لوگ شرکت کریں تو وہ واجب کی ادائیگی کی بنا پر ثواب حاصل کرلیں گے۔

---

[1] سورہ کوثر پ۳۰، [2] اذا نودی للصلوٰۃ لیوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ (سورۃ جمعہ پ۲۸) جمعہ کے روز کی اذان سنکر جمعہ میں شرکت کے لئے سعی کرو، [3] کتاب العیدین مشکوۃ ج ۱ ص ۱۲۵

(۲) فرض کفایہ اگر تمام ترک کر دیں تو تمام کے تمام سزا اور مذمت میں شریک ہوں گے۔

امام شافعی رح کا یہ قول جس پر نماز عید واجب اس پر جمعہ کی نماز بھی واجب سے یہ لازم نہیں آتا کہ نماز عید تمام اشخاص پر واجب ہوگی نماز جمعہ کی طرح، ہاں اس شکل میں امکان ہو سکتا ہے، اس قسم کی تشبیہہ سے جمعہ اور عید کے وجوب میں یکسانیت کا حکم لگایا جاسکتا ہے، جبکہ یہ بات مسلم ہے کہ جمعہ واجب ہے، اسی طرح عید بھی واجب ہوگی، اس کلام کا مقصد تارک جمعہ کے احکام بیان کرنا تھا!

ابو عبداللہ بن حامد فرماتے ہیں کہ وجوب جمعہ کا انکار کرنے والا کافر ہے اگرچہ وہ اپنے اعتقاد میں جمعہ کی نماز کی جگہ چار رکعت ادا کرے، اگر ان چار رکعت کو نماز ظہر میں شمار کرے گا تو کافر نہیں ہوگا، ورنہ کافر ہوگا۔

کیا نماز کے تارک کی طرح حج کا تارک اور زکوٰۃ کا تارک پر بھی قتل کا حکم ہوگا؟

اسی مسئلہ میں امام احمد رح سے تین روایات منقول ہیں۔

(۱) ان تینوں فرائض کا تارک، تارک نماز کی طرح قتل کیا جائے گا، اس کی دلیل یہ ہے کہ زکوٰۃ، روزہ، حج اسلام کے بنیادی ارکان ہیں، اس بنا پر ان کے تارکین کو تارک نماز کی طرح قتل کر دیا جائے گا۔

صدیق اکبر رضہ نے مانعین زکوٰۃ اور تارکین نماز کے متعلق فرمایا:

وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ [1]

اللہ کی قسم میں یقیناً اس شخص کو قتل کر ڈالوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کریگا، (یعنی ان دونوں کی فرضیت میں) اس کی دلیل قرآن میں موجود تھی، زکوٰۃ، روزہ، حج، اسلام کے بنیادی ارکان ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے افراد کے قتال کا حکم دیا گیا، ہاں اسلامی حق کی ادائیگی سے قتال ختم، اور ساتھ ہی بتایا کہ انسانی خون کی حفاظت اسلامی حق کی ادائیگی میں ہوگی، قتال اس گروہ کے لئے ہے جو اسلامی ارکان کے منکر ہیں۔ کسی فرد کے قتل کا حکم حقوق کلمہ اور شرائع اسلام کے انکار کے باعث ہوتا ہے، یہ قول تمام اقوال سے عمدہ ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ صفحہ کتاب الصلوٰۃ۔ تاریخ الخلفاء، البدایہ والنہایہ۔ [2] ابوبکر عبداللہ رضہ۔

دوسری روایت | تارک نماز کے علاوہ کسی کو قتل نہ کیا جائے، کیونکہ نماز بدنی عبادت ہے، اس کے قائم مقام دوسری عبادت نہیں ہو سکتی، اس پر جناب عبداللہ بن شفیق کا قول صادق آتا ہے، کہ کان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم لا یرون شیئًا من الاعمال ترکہ کفر الا الصلاۃ[1] اصحاب محمدؐ تارک نماز کے علاوہ کسی دوسرے کو کافر نہ خیال کرتے تھے، جو خصوصیات نماز میں پائی جاتی ہیں وہ دیگر کسی عبادت میں نہیں پائی جاتیں!

نماز اسلام کا پہلا فرض ہے، اسی بنا پر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قاصدوں اور نائبین کو حکم دیا کہ کلمہ شہادت کے بعد نماز کی دعوت دیں! جیسا کہ آپ نے معاذؓ کو حکم دیا کہ آپ ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہیں[2] انہیں سب سے پہلے اسلام کی دعوت کلمہ شہادت سے دینا! اور انہیں بتانا کہ دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں، انسان کے تمام اعمال سے پہلے محاسبہ نماز ہوگا، کیونکہ نماز کی فرضیت معراج کی رات میں آسمان پر ہوئی تھی[2] قرآن مجید میں تمام فرائض سے زیادہ تذکرہ نماز ہی کا ہے، قیامت میں جب اہل نار سے سوال کیا جائے گا مقام سقر میں تم کیسے آئے تو وہ جواب دیں گے کہ ہم تارک نماز تھے!

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ![3]

نماز ایک ایسا فرض ہے جب تک عقل قائم ہے یہ فرض معاف نہیں ہوتا، دیگر فرائض کی یہ پوزیشن نہیں، کیونکہ نماز اسلام کے سائبان کا ستون ہے جو ستون گر جائے تو خیمہ خود بخود گر جائے گا، نماز مقصود اسلام ہے، جو ہر آزاد، غلام، مذکر، مؤنث، مرد، زن، مقیم، مسافر، تندرست اور بیمار، امیر اور غریب پر فرض ہے۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کو اسلام کی دعوت دیتے اس پر اقامت نماز کو لازم قرار دیتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کو اسلام کی دعوت دیتے اسے اقامت نماز اور ادائے زکوۃ کا پابند کرتے۔

---

[1] مشکوۃ کتاب الزکوۃ ص۱۵۸ [2] معراج نبویؐ ہجرت سے ۱ اسال قبل ہوا تھا، مترجم [3] سورۃ مدثر پ۲۹۔

[2] مشکوۃ ج ا کتاب الزکوۃ فصل اول ص۱۵۵ (جا اہل کتاب ہیں)

نتیجہ کیونکہ تمام اعمال کی قبولیت کا مدار نماز کی ادائیگی پر موقوف ہے، تارک نماز کا کوئی فرض روزہ، حج، صدقہ، جہاد اور نہ ہی کوئی عمل قبول ہوتا ہے۔

اس پر عون بن عبداللہ کا قول ہے کہ انسان سے قبر میں پہلا سوال نماز کا ہوتا ہے[1] اگر انسان نماز میں پاس ہو گیا تو اسے دیگر اعمال میں پاس کر دیا جائے گا اور اگر اس میں فیل ہو گیا تو باقی اعمال میں فیل ہو گا۔

نماز کا حساب اس پر ارشاد نبوی ؐ بروایت ابو ہریرہ شاہد ہے کہ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ مِنْ عَمَلِهِ يُحَاسَبُ بِصَلٰوتِهٖ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ ۔ (مسند، سنن)

انسان کے اعمال سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا، اگر نماز ٹھیک ہے تو انسان کامیاب اور فلاح یاب اور اگر نماز خراب نکلی تو نامراد اور خسارہ میں ہو گا۔

نتیجہ اگر انسان کی کوئی نیکی مقبول ہو جائے تو نا سراور نامراد نہ ہو گا۔

تیسری روایت زکوۃ اور روزہ کے تارک کو قتل کیا جائے اور تارک حج کو قتل نہ کیا جائے، حج کے بارے میں اختلاف ہے، فوراً اسے قتل کیا جائے یا اسے کچھ مہلت دیکر؟ جس کا خیال ہے تاخیر سے قتل کیا جائے تو ایسے شخص کیسے قتل کیا جائے گا، جس کے فیصلہ میں تاخیر کی گنجائش ہے، یہ دلیل نہایت مہمل ہے، جس انسان کو ترک عمل کی بنا پر قتل کیا جائے گا اسے مہلت کی کیا ضرورت ہے، تارک حج یوں کہے کہ حج اسلام کا فریضہ ہے لیکن میں اسے ادا نہیں کرتا تو اس بارے میں اختلاف ہے، صحیح فیصلہ ایسے شخص کے بارے میں یہی ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے، کیونکہ اسلام کی گرفت سے[2] وہی شخص بچ سکتا ہے جو اس کے حقوق کی پابندی کرتا ہے، یاد رہے حج اسلام کا اہم رکن ہے۔

---

[1] اس قول کی سند کا علم نہیں اور نہ ہی کسی صحیح حدیث میں سوال قبر میں نماز کا سوال وارد ہے، بلکہ تین سوالات من ربک، من نبیک، ما دینک کے علاوہ کسی سوال کا ذکر نہیں ہے ۱۲ مترجم مشکوۃ ج ۱ ص ۲۵ از براء رض۔
[2] سنہ ۹ھ میں فرض ہوئی ۱۲

فصل ۶

تیسرا مسئلہ | تارک نماز کو جنگ کرنے والے اور زنا کرنے والے کی طرح بطور حد قتل کیا جائے گا۔ یا اسے مرتد اور زندیق[1] کی طرح قتل کیا جائے گا؟

اس مسئلہ میں علماء کے دو اقوال ہیں۔ یہ دونوں روایات امام احمد سے منقول ہیں

(۱) مرتد کی طرح قتل کیا جائے گا، یہ قول سعید بن جبیرؒ، عامر شعبیؒ، ابراہیم نخعیؒ، ابی عمرؒ، اوزاعیؒ، ایوب سختیانیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، اسحاق بن راہویہؒ، عبداللہ بن حبیب مالکیؒ، امام شافعیؒ کے ایک قول کے مطابق، جیسا کہ امام طحاوی نے امام شافعیؒ سے موصوف کا قول نقل کیا ہے۔

ابو محمد بن حزم، عمر بن خطابؓ، معاذ بن جبلؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، ابو ہریرہؓ اور دیگر اصحابہ، کے اقوال ہیں۔

(۲) تارک نماز کو حد کے طور پر قتل کیا جائے کیونکہ وہ کافر ہے، یہ قول امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ہے، اسی روایت کو ابو عبداللہ بن بطہ نے اختیار کیا،

اس مسئلہ میں ہم فریقین کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔

۱۔ جو لوگ تارک نماز کو کافر نہیں کہتے ان کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص اسلام میں داخل ہو چکا ہم اسے اسلام سے خارج نہیں کر سکتے، اس پر حدیث شاہد ہے، جس کے راوی عبادۃ بن صامتؓ ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے اللہ وحدہٗ لاشریک کی وحدانیت کی شہادت دی، اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور رسالت کی شہادت دی اور عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عبد ہونے اور رسول ہونے کے ساتھ ساتھ ربانی کلمہ کی جسے اللہ تعالیٰ نے مریم کی طرف القا کیا اور اس کے روح کی شہادت دی، جنت حق، آگ حق، اللہ تعالیٰ اسے جو اس عمل پر ہوگا، جنت میں داخل کردے گا، چاہے اس کا عمل کیسا بھی عمل ہوگا۔[2] (صحیحین)

---

[1] زندیق، معرب زن دین المراۃ، جو آخرت کے منکر ہوں، جو اللہ کے منکر ہوں، جناب علیؓ نے زنادقہ کو جلا دیا اور مرتد زندیق ایک قسم ہیں، من بدل دینہ فاقتلوہ، جو دین کو بدل دے اسے قتل کر ڈالو۔ بخاری۔ مشکوۃ ج ۱ ص ۳۰۷ [2] مشکوۃ ج ۱ ص ۱۴ کتاب الایمان از عبادہ رضہ

(۲) حضرت انس رضؓ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیان کرتے ہیں کہ جناب معاذ رضؓ آپؐ کے ساتھ ایک سواری پر سوار تھے، آپؐ نے مخاطب ہو کر فرمایا یَا مُعَاذُ لَبَّیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَعْدَیْكَ! اللہ تعالیٰ کے رسولؐ میں حاضر ہوں، تین بار آپؐ نے ارشاد فرمایا بعدہ فرمایا جو انسان اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کی شہادت دے اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی شہادت دے، اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص پر آگ کو حرام قرار دے دیا، معاذ رضؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس واقعہ کی میں لوگوں کو بشارت نہ کر دوں جس سے وہ خوشی حاصل کریں گے! آپؐ نے فرمایا لوگ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے! (معاذؓ نے اسی حدیث کو گناہ سے بچنے کی خاطر مرگ کے قریب بتا دیا) [1] (متفق علیہ)

۳ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِهٖ [لونفسہ] (رواہ البخاری) [2]

جناب ابو ہریرۃ رضؓ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم یوں بیان کرتے ہیں میری سفارش کا وہ خوش بخت لائق ہے جس نے خلوص دل سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ کہا۔

۴۔ وعن ابی ذر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام بآیۃ من القرآن یرددھا حتی صلاۃ الغداۃ وقال دعوت لامتی واجبت بالذی لو اطلع علیہ کثیر منھم ترکوا الصلاۃ۔ فقال ابو ذر افلا ابشر الناس؟ قال بلی فانطلق فقال عمر انك ان تبعث الی الناس بھذا ایتکلوا عن العبادۃ فناداہ ان ارجع فرجع والآیۃ۔ ان تعذبھم فانھم عبادك وان تغفر لھم فانك انت العزیز الحکیم۔ (رواہ الامام احمد فی مسندہ) [3]

جناب ابو ذر رضؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات صرف ایک آیت کو بار بار صبح تک دہراتے رہے، اور فرمایا کہ میں نے اپنی امت کے لئے دعا کی ہے وہ میری دعا قبول ہو گئی ہے، اور اگر اکثر لوگوں کو اس کا علم ہو جائے تو وہ نماز کو ترک کر دیں! ابو ذر نے سنتے ہی عرض کیا! کیا میں لوگوں کو اس امر کی بشارت

[1] مشکوٰۃ المصابیح ج ا ص۱۴ کتاب الایمان۔ [2] مشکوٰۃ ج ا ص۴۸۹ از ابی ہریرۃ فی او نفسہ کا ذکر بھی ہے۔

نہ دے دوں! آپ نے فرمایا کیوں نہیں ضرور! ابوذرؓ اطلاع دینے چلے ہی تھے کہ عمرؓ عرض کرنے لگے لوگ اسی پر بھروسہ کر کے عبادت سے رک جائیں گے، آپؐ نے ابوذرؓ کو بلایا تو وہ واپس پلٹ آیا۔ وہ یہ آیت تھی: اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، اے میرے مربی! اگر تو انہیں عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معاف کر دے بلاشبہ تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔ (مسند احمد)

۵۔ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ - قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلدَّوَاوِيْنُ عِنْدَ اللّٰهِ ثَلَاثَةٌ دِيْوَانٌ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ شَيْئًا وَدِيْوَانٌ لَا يَتْرُكُ اللّٰهُ مِنْهُ شَيْئًا وَدِيْوَانٌ لَا يَغْفِرُهُ اللّٰهُ فَاَمَّا الدِّيْوَانُ الَّذِيْ لَا يَغْفِرُهُ اللّٰهُ الشِّرْكُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ [1] وَاَمَّا الدِّيْوَانُ الَّذِيْ لَا يَعْبَأُ اللّٰهُ بِهٖ شَيْئًا فَظُلْمُ الْعَبْدِ نَفْسَهٗ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ مِنْ صَوْمٍ تَرَكَهٗ اَوْ صَلَاةٍ تَرَكَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَغْفِرُ ذٰلِكَ وَيَتَجَاوَزُ عَنْهُ اِنْ شَاءَ وَاَمَّا الدِّيْوَانُ الَّذِيْ لَا يَتْرُكُ اللّٰهُ مِنْهُ شَيْئًا فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضِهِمْ بَعْضًا الْقِصَاصُ لَا مَحَالَةَ [1]

(مسند احمد)

سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ کے پاس تین دفاتر ہیں، (۱) ایک دفتر ایسا ہے، جس کی اللہ تعالیٰ کوئی پرواہ نہیں (۲) دوسرا دفتر ایسا ہے اللہ تعالیٰ نے اس میں کسی چیز کو چھوڑا نہیں، (۳) تیسرا دفتر ایسا ہے اسے اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا

(۱) پہلا دفتر جسے اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا وہ شرک ہے، ربانی ارشاد، جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا اس پر اللہ تعالیٰ کی جنت حرام ہے۔

(۲) دوسرے دفتر سے مراد انسان کا وہ ظلم ہے اس کے اور رب کے مابین ہے جیسا کہ روزہ کا ترک یا نماز کا ترک کرنا ایسے شخص کے لئے اللہ کی مرضی پر موقوف ہے

---

[1] مشکوۃ ج ۲

چاہے درگذر اور اسے معاف کردے۔

(۳) اس دفتر والے کو اللہ تعالیٰ کسی صورت میں نہیں چھوڑے گا۔ کیونکہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ اور انسانوں پر مظالم کئے ہیں جس کا قصاص ادا کرنا یقینی ہوگا،

۶- عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ خَمْسُ صَلَوٰتٍ كَتَبَهُنَّ اللّٰهُ عَلَى الْعِبَادِ مَنْ اَتَى بِهِنَّ كَانَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَّمْ يَأْتِ بِهِنَّ فَلَيْسَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهٗ ۔ [۱]

جناب عبادۃ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ارشاد فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کیں ہیں، جس نے انہیں ادا کیا، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ انہیں جنّت میں داخلہ دے گا۔ جس نے انہیں نہ ادا کیا ان پر اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد نہیں ہے چاہے عذاب کرے اور چاہے تو بخش دے۔

۷- عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلٰوةُ الْمَكْتُوْبَةُ فَاِنْ اَتَمَّهَا وَاِلَّا قِيْلَ اُنْظُرُوْا هَلْ لَهٗ مِنْ تَطَوُّعٍ ؟ فَاِنْ كَانَ لَهٗ تَطَوُّعٌ اُكْمِلَتِ الْفَرِيْضَةُ مِنْ تَطَوُّعِهٖ ثُمَّ يُفْعَلُ بِسَائِرِ الْاَعْمَالِ الْمَفْرُوْضَةِ مِثْلُ ذٰلِكَ (رواہ اہل السنن، وقال الترمذی هذا حديث حسن) "مسند احمد"

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے روز انسان سے فرضی نماز کے متعلق حساب لیا جائے گا۔ اگر نماز پوری اتری تو بہتر ورنہ حکم دیا جائیگا کہ اس کے نوافل دیکھو اگر نوافل موجود ہوئے تو فرائض کی کمی نوافل سے پوری کردی جائے گی، پھر اسی دستور کے تحت دیگر اعمال فرض پورا کیا جائے گا۔ (ترمذی)

۸- حدیث "مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ" [۲]

ارشاد رسالت ہے جس انسان کی آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگی وہ جنّت میں

[۱] مشکوٰۃ ج ا ص ۵۸ کتاب الصلوٰۃ از عبادۃ رض۔ [۲] مشکوٰۃ ج ا ص ۱۵ کتاب الایمان از عثمان رض۔

داخل ہوگا۔

۹۔ حدیث مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

جو شخص ایسی حالت میں فوت ہوا کہ وہ لا الٰہ الا اللہ پر یقین رکھتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوا۔

۱۰۔ حدیث۔ إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِي بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ۔

حدیث عتاب بن مالک کے واقعہ میں آپؐ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے اس پر آگ حرام کردی جاتی ہے۔

۱۱۔ حدیث يَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَأُخْرِجَنَّ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَفِيهِ فَيُخْرَجُ مِنَ النَّارِ مَنْ لَمْ يَعْمَلْ خَيْرًا قَطُّ[1]

حدیث۔ سفارش میں یہ حصہ مذکور ہے اللہ تعالیٰ فرماویں گے:

مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم ہے میں لا الٰہ الا اللہ کلمہ کہنے والے کو ضرور بالضرور آگ سے نکال لوں گا، اور اسی روایت میں ہے جس نے کبھی بھی کوئی خیر کا کام نہیں کیا اسے بھی آگ سے نکال دیا جائے گا۔

۱۲۔ حدیث: میدان قیامت میں ۹۹ پروانے پھیلائے جاویں گے اور ہر ایک حد نظر تک وسیع ہوگا، اس کے بعد ایک پروانہ نکالا جائے گا۔ جس پہ کلمہ شہادت، لا الٰہ الا اللہ ہوگا جس سے اس کی برائیوں کو ختم کردیا جائے گا۔ اس پروانہ میں صرف کلمہ شہادت ہی ہوگا، اس کے بعد اس کی نیکیاں لائی جاویں گی، جس سے اس کے بڑے اعمال کا وزن کیا جاوے گا۔ (سنن و مسانید)

نتیجہ ہمارے فائدہ کے لئے یہ حدیث کافی ہے کہ آگ سے اس شخص کو بھی نکال لیا جاوے گا، جس نے کبھی بھی نیکی کا کام تک نہ کیا تھا، ہاں اگر کافر ہے تو وہ ہمیشہ ہمیشہ آگ میں رہے گا وہ کسی صورت میں آگ سے رہائی نہیں پاسکے گا۔

---

[1] مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۹۱ کتاب الفتن فی الحوض والشفاعۃ۔ از انس رضی [2] ایضاً ص ۴۸۶ ج ۲ از ابن عمرؓ بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ۔ ص ۴۸۹ ج ۲

ان احادیث کی روشنی میں بے نماز کو نہ کافر کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے ہمیشہ کے لئے ناری قرار دیا جا سکتا ہے، بے نماز کو دیگر اہل کبائر کی طرح رحمت ایزدی سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔

کفر کی ایک قسم جحود ہے

جحود میں ربانی توحید، نبی کی رسالت، قیامت کا انکار کے ساتھ ساتھ تعلیمات نبویہ کا انکار کرنا، ایسا کافر ناری ہے۔

سوال؟ ایک شخص ربانی واحدانیت کا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے اور قیامت کے برپا ہونے پر کامل ایمان رکھتا ہے، اس پر کس طرح کفر کا حکم لگایا جا سکتا ہے؟

جواب جبکہ ایمان کی تعریف مطلق تصدیق ہے اور ایمان کی ضد تکذیب ہے۔ نہ اس کی ضد ترک عمل ہے۔ تو اس صورت میں ربانی تصدیق کرنے والے پر کس حکم لگایا جا سکتا ہے کہ وہ تکذیب کرنے والا ضدی ہے؟

تارک نماز کو کافر قرار دینے والوں کے دلائل

مذکورہ احادیث سے تارک نماز کی حمایت کرنا صحیح نہیں اس بنا پر کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے کہ تارک نماز کافر ہے۔

فتویٰ اکابر صحابہ در بارہ تارک نماز

اس سلسلہ میں امام ابو محمد بن حزم، فرماتے ہیں کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ، عبد الرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابو ہریرہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔

مَنْ تَرَكَ صَلوٰةً فَرْضٍ وَاحِدَةً مُتَعَمِّدًا حَتّٰى يَخْرُجَ وَقْتُهَا فَهُوَ كَافِرٌ مُرْتَدٌّ۔

جس نے ایک فرضی نماز جان کر چھوڑ دی حتیٰ کہ اس کا وقت جاتا رہا تو وہ شخص کافر مرتد ہے۔ اصحاب رسول ص کے اس فیصلہ کی کسی نے مخالفت نہ کی۔

تارک نماز کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ اور اجماع صحابہ کی نظر میں کافر ہے!

تارک نماز کا حکم قرآن میں

قرآن کی دلیل پر اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ اَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝

إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ۝ سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذَٰلِكَ زَعِيمٌ ۝ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۝ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَيُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ ۝ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۝ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ ۝

کیا پس کر دیویں ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح، کیا ہے تم کو تم کیسا فیصلہ کرتے ہو! کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو! تحقیق تمہارے واسطے اسمیں ہے جسے تم پسند کرتے ہو! کیا تمہارے واسطے قسمیں ہیں، ہمارے ذمہ پہنچنے والی ہیں قیامت کے دن تک! تحقیق تمہارے واسطے جو کچھ ہے حکم کرو، ان سے سوال کیجئے ان میں سے ساتھ اس کے ضامن ہے، پس کیا واسطے ان کے شریک ہیں، پس چاہیئے کہ لے آویں اپنے شریکوں کو اگر وہ سچے ہیں، جس دن پنڈلی سے کھولا جائے گا اور سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے، پس وہ سجدہ نہ کر سکیں گے، ان کی آنکھیں ذلت خیر ہوں گی، حالانکہ وہ سجدہ کی طرف اس حالت میں بلائے جاتے تھے جب وہ سالم تھے،

نتیجہ لَا نَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ ، آیت ربانی کا مفہوم یہ ہے کہ:

مجرم اور مسلم انجام کے اعتبار سے برابر نہیں ہو سکتے، ربانی حکمت اور حکم کا تقاضا یوں ہے! بعد والی روایات میں مجرمین کی پوزیشن کا تذکرہ کیا ہے کہ انہیں دنیا میں سجدہ کی دعوت دی گئی تھی جب کہ وہ تندرست تھے،

آخرت میں بے نماز رب کو سجدہ سے قاصر رہے گا، یہ ان کے لئے سنگین سزا ہے، مسلمان اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور یہ کافر اور منافق گائے کی پشت کی طرح اُن کی پشتیں سکڑی ہوں گی، اور اگر یہ مسلمان ہوتے تو انہیں مسلمانوں کی طرح سجدہ کا حکم دیا جاتا (غرضیکہ بے نماز کافر ہے)

۲۔ **دوسری دلیل** كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ۝ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ۝ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ۝ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ۝ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ۝ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ ۝ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ

حَتّٰٓی اَتٰنَا الْیَقِیْنُ ۝ [1]

ہر نفس جو کچھ اس نے کمایا گروی میں ہے، ہاں داہنی طرف والے بہشتوں میں پوچھتے ہوں گے، گنہگاروں سے کس چیز نے تم کو دوزخ میں داخل کیا، تو وہ جواب دیں گے ہم نماز نہ پڑھنے والوں میں سے، اور نہ ہم مسکین کو کھانا کھلاتے تھے، ہم بحث کرنے والوں سے بحث کرتے تھے اور ہم قیامت کے دن کی خوب تکذیب کرتے تھے، حتیٰ کہ ہمیں موت آگئی [2]

تشریح اس آیت سے واضح ہے کہ ہر فعل کی بنا پر سزا سقر ملی یا مجموعہ امور کے پیش ظاہری دلالت یہی ہے کہ ہر جرم اپنی جگہ مستقل ہے، اور اگر چاروں امور کا مجموعہ مراد لیا جائے تو اس سے مراد انکی سنگین سزا اور غلیظ کفر کے باعث ہے، ورنہ ہر جرم اپنی جگہ سزا کا متقاضی ہے! کیونکہ مستقل جرم کے ساتھ دوسرے کے ملانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی! کیونکہ نماز کے ترک کا تعلق قیامت کی تکذیب سے متعلق نہیں ہے، جس کی بنا پر سزا دی جائے، بلکہ ترک نماز کی سزا کے لئے کافی ہے! بلکہ اسی آیت سے واضح ہو گیا جس طرح ترک نماز موجب سقر [3] ہے، اس طرح دیگر امور اپنی اپنی جگہ موجب سقر ہیں! اس سے یہ نتیجہ نکالنا جائز نہیں ہے کہ ترک نماز کے ساتھ دیگر امور کے انکار سے سزا ملے گی!

ترک نماز کے ساتھ تکذیب قیامت وغیرہ امور موجب جرم ہیں اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے مجرمین کو مسلمانوں کی ضد قرار دیا ہے۔ اس بنا پر تارک نماز ان مجرمین میں ہو گا جو جہنم سقر میں داخل کئے جائیں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ:

۳۔ اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ۝ یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ [4]

بے شک مجرمین گمراہی اور آگ میں ہیں، جس دن گھسیٹے جاویں گے آگ میں چہرے کے بل چکھو عذاب دوزخ کا۔

---

[1] پارہ ۲۹ سورہ مدثر، [2] ترجمہ غزنوی، [3] جہنم کو کہتے ہیں "مترجم"، [4] سورۃ قمر پ ۲۷،

۲۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ ہ [1]
تحقیق وہ لوگ جنہوں نے جرم کیا وہ ایمان والوں پر ہنستے تھے،

نتیجہ اس آیت میں مجرم کو مسلمان کا مخالف قرار دیا ہے۔

۳۔ تیسری دلیل وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ [2]

نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو، اور رسولؐ کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جاوے
اس آیت میں دلیل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حصول رحمت کو ان امور کے ادا کرنے کے ساتھ معلق کیا ہے۔ اگر ترک نماز تکفیر اور خلود نار کا موجب نہ ہوتا تو وہ بغیر نماز کے رحمت کے حقدار ہوتے حالانکہ ایسا نہیں ہے، نماز کے ساتھ دیگر امور کی پابندی سے رحمت کی امید وابستہ ہے،

۴۔ چوتھی دلیل فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلَاتِھِمْ سَاھُوْنَ ہ [3]
ان نمازیوں کے لئے ویل (ہلاکت) ہے جو اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں۔

سہو کے معانی میں اختلاف سہو کا معنیٰ ایسے نماز کو ترک کر دینا حتیٰ کہ اسکا وقت نکل جائے، بقول۔ سعد بن ابی وقاصؓ، مسروق بن اجدع۔

اس سلسلہ میں ایک حدیث محمد بن نصر مروزی نے بسند سفیان بن ابی شیبہ حدثنا عکرمہ بن ابراھیم، حدثنا عبد الملک ابن عمیر عن مصعب بن سعد عن ابیہ انہ سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الذین ھم عن صلاتھم ساھون قال ھم الذین یوخرون الصلاۃ عن وقتھا۔
مصعب بن سعد اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ موصوف نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عن صلاتھم ساھون کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا وہ لوگ مراد ہیں جو لوگ بے وقت نماز پڑھتے ہیں۔

---

[1] پ۲۹ سورۃ قلم [2] پ۱۹ سورۃ مدثر [3] پ۳۰ سورہ ماعون

۲- حماد بن زید ایک دوسری سند حدثنا عاصم عن مصعب بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ ہم میں کون انسان ہے جو سہو نہ کرتا ہو یا وہ اپنے جی میں باتیں نہ کرتا ہو، والد محترم نے جواب فرمایا باتیں کرنا مراد نہیں! بلکہ نماز کے وقت کو ضائع کرنا مراد ہے۔

۳- حیوۃ بن شریح کے قول کے مطابق۔ ساہون کا معنیٰ ترک نماز ہے۔ ماعون کا معنیٰ مال کے حق سے روک دینا۔

ماعون کا مطلب ضروریات زندگی سے متعلقہ اشیاء اور برتن مستعار دینا۔

مشرکین کے لئے ویل

قرآن مجید نے کفار کیلئے ویل (ہلاکت) کی وعید کی

(۱) وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ[۱]
مشرکین کے لئے ہلاکت ہے جو نہ زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ آخرت کے انکاری ہیں۔

۲- وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ يَسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْـًٔا اتَّخَذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ[۲]

ہلاکت ہے جھوٹ بولنے والے گنہگار کے لئے، آیت ربانی جب پڑھی جاتی ہیں سنتا ہے پھر اسرار تکبر کرتے ہوئے جیسا کہ اس نے سنا تک نہیں، ایسے شخص کو دردناک عذاب کی شہادت دو۔ جب وہ ہماری کسی آیت کو جان لیتا ہے تو ٹھٹھا کرتا ہے، ان لوگوں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے۔

۳- وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ[۳]
کافروں کے لیے شدید عذاب ہے!

قرآن مجید میں دو مقامات پر غیب جوئی اور کم تولنے ورناپنے والوں کے لئے "ویل" کا حکم لگایا گیا ہے۔

۱- وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ[۴] ہلاکت ہے کم دینے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔

[۱] پ۲۴ حم سجدہ - [۲] پ۲۵ سورہ جاثیہ۔

۲۔ وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ o ؂ عیب جوئی کرنے والے اور غیبت کرنے والے کے لئے ہلاکت ہے!

کم کرنے والا اور عیب جوئی اور غیبت کرنے والا اپنے فعل کی بنا پر کافر نہیں کہلاتا۔

تارک نماز کے لئے ویل کا تعلق، ویل کفار یا ویل فساق کا سا ہے۔

ویل کفار کی وجہ سے اس کی دو صورتیں ہیں،

۱۔ بروایت سعد بن ابی وقاص! اگر نماز کو ترک کر دیتے تو کافر بن جاتے لیکن انہوں نے نماز کے وقت کو ضائع کر دیا۔

نماز سے غافل ہونے والا کافر ہے، اس سے در ذیل آمدہ ذکر کریں گے

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا

۵۔ پانچویں دلیل

الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا o ؂

ان کے نالائق جانشین ہے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کر دیا اور اپنی خواہش میں مگن رہے، وہ عنقریب غیؔ وادی میں ڈالے جائیں گے۔

غیؔ کا معنیٰ جہنم کی نہر ہے جس کا ذائقہ بدترین اور خوب گہری!

(ابن مسعودؓ)

غیؔ کی تعریف سیدنا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَوْ اَنَّ صَخْرَةً قُذِفَ بِهَا مِنْ شَفِيْرِ جَهَنَّمَ مَا بَلَغَتْ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا ثُمَّ تَنْتَهِيْ اِلٰى غَيٍّ وَاَثَامٍ قُلْتُ وَمَا غَيٌّ وَاَثَامٌ؟ قَالَ بِئْرَانِ فِيْ اَسْفَلِ جَهَنَّمَ يَسِيْلُ فِيْهِمَا صَدِيْدُ اَهْلِ جَهَنَّمَ۔

اگر ایک چٹان جہنم کے کنارہ میں پھینکا جائے تو ستر سال تک وہاں نہ پہنچے بعدہ غیؔ اور اثام جگہ میں پہنچے گا! میں نے سوال کیا کہ غیؔ اور اثام کیا ہے، آپؐ نے فرمایا جہنم کے نیچے دو کنوئیں ہیں، جن میں اہل جہنم کی پیپ ان میں داخل ہوتی ہے، یہی قرآنی آیات فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا وَاَثَامًا کا مطلب ہے۔

؂ پ۱۶ سورۃ مریم۔

۲- جناب ابو امامہ باہلیؓ بیان کرتے ہیں کہ جہنم کے کنارے سے اس کی گہرائی تک پچاس سال کی مسافت ایسی ہے کہ اس میں پتھر پہنچا۔ اس چٹان کی موٹائی مثل دس عظیم موٹی اونٹنیوں کی سی ہے۔

۳- عبدالرحمٰن بن خالد کے غلام سے موصوف سے سوال کیا۔ اس کے نیچے بھی کوئی چیز ہے، موصوف نے جواب میں فرمایا۔ غیؔ و اثام،

۴- ایوب بن بشر بیان کرتے ہیں۔ جہنم میں غیّ وہ وادی ہے جس میں خون، اور پیپ بہتی ہے۔ یہ اس کے لئے ہے جو اس کے لئے پیدا کیا گیا! ارشاد باری فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔

نتیجہ مقام غیّ اور اثام اس شخص کے لئے ہے جو نفسانی خواہش کی پوجا کرتا ہے اور نماز کو ضائع کر دیتا ہے! اور اگر کافر نافرمان مسلمانوں میں ہوتا تو وہ آگ کے طبقہ علیا میں ہو گا۔ یہ جہنم اہل اسلام کے لئے نہیں بلکہ کفار کے لئے ہیں، ربانی دلیل سے واضح ہے فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا [۱]

نافرمان اپنی نفوس کی پوجا کرنے والے جہنم غیّ میں داخل ہوں گے، ہاں! جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیا!

تو معلوم ہوا کہ نماز کو ضائع کرنے والا مومن نہیں ورنہ توبہ اور ایمان اور عمل صالح کی شرط لا حاصل ہوتی!

۶- چھٹی دلیل فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ [۲] اگر وہ توبہ کریں اور نماز کو قائم کریں اور زکوۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔

نتیجہ مومنوں کی اخوت (بھائی چارہ) محض ... کی ادائیگی کی بنا پر ہے، جب وہ نماز نہ پڑھیں گے تو وہ مومنوں کے بھائی نہ ہوں گے، کیونکہ وہ مومن نہیں، ربانی حکم إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ [۳] تمام مومن بھائی بھائی ہیں،

۷- ساتویں دلیل فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ۝ وَلَٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ۔ پ ۲۹

پس نہ اس نے سچ بولا اور نہ ہی اس نے نماز پڑھی۔ اور لیکن اس نے جھوٹ بولا اور منہ پھیر گیا۔

نتیجہ اسلام میں دو امر ہیں۔ (۱) خبر کی تصدیق (۲) ربانی حکم کی تعمیل۔
اس آیت میں عدم تصدیق اور عدم نماز ہے، تصدیق کا مقابلہ تکذیب سے اور نماز کا مقابلہ منہ (تولی) پھیرنے سے کیا۔ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى، ربانی حکم کی تکذیب کرنے والا کافر ہے، اس طرح نماز سے منہ پھیرنے والا کافر ہے جس طرح اسلام کا خاتمہ تکذیب سے ہوتا ہے اسی طرح نماز سے اعراض کرنے سے اسلام زائل ہو جاتا ہے۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى کی تفسیر جناب سعید نے قتادہ سے یوں نقل کی ہے:۔
اس نے کتاب کی تصدیق نہ کی اور نہ ہی اس نے اللہ تعالیٰ کی نماز ادا کی، لیکن اس نے آیات اللہ کی تکذیب کی اور اس کی اطاعت سے روگردانی کر لی اسے شدید وعید کی سزا دی گئی۔ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى، ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى، تجھ پر ہلاکت اور بدترین ہلاکت، بار بار تجھ پر ہلاکت ہے، بار بار وعید کا اعلان کیا گیا!

(۸) آٹھویں دلیل يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

اے ایمان والو نہ غافل کریں تمہیں مال تمہارے اور نہ اولاد تمہاری اللہ کی یاد سے، اور جس نے (غفلت کی) پس وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔
ذکر اللہ سے مراد فرض نماز ہے۔ بقول عطاء بن ابی رباح۔

نتیجہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں مطلق خسارہ کا حکم اس شخص پر لگایا جو اپنے مال اور اولاد میں مشغولیت کے باعث نماز سے غافل ہو گیا اور خسران مطلق صرف کفار کے لئے ہوتا ہے، اور اگر مسلمان کو کسی گناہ اور نافرمانی کے باعث خسارہ ہو جائے تو اسے آخرت میں نفع مل جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں بے نماز کو خسارہ کی تاکید کی مختلف انواع سے متنبہ کیا ہے
(۱) الخاسرون، اسم ذکر کیا ہے جو کہ خسارہ کے لئے کافی ہے۔ فعل ذکر نہیں کیا جیسی

---

[۱] سورہ قیامہ [۲] پ ۲۸ منافقون۔

حدث اور تجدید پائی جائے۔

۲۔ خاسرون کو الف و لام سے صادر کیا جو مسمی کے کمال پر دال ہے، جیسا کہ زید العالم العالم، یعنی زید عالم عالم ہے سے مراد اس کا کمال ثابت کرنا مطلوب ہوتا ہے، کیونکہ جو کمال اسم میں ہے وہ عالم صالح میں نہیں ہے۔

۳۔ مبتدا اور خبر۔ اسم معرفہ ہے اور یہ علامت ہے کہ خبر کو مبتدا میں منحصر کر دیا۔ جس طرح وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ میں ہے کہ یہی لوگ (مذکورہ صفات والے نمازی، آسمانی کتب پر اور آخرت اور غیب پر ایمان لانے والے) فلاح یاب ہیں۔

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ [۱] کافر ہی ظالم ہیں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا [۲] یہی مومن ہی حق پر ہیں، اس کی بے شمار نظائر ہیں۔

۴۔ اولئک، مبتدا۔ خاسرون، خبر اور ان میں ہم، ضمیر فصل لائی گئی تاکہ اس سے دو فائدے ہوں۔ (۱) قوت اسناد، مسند الیہ کا مسند سے تخصیص کرنا۔ ربانی آیت میں ہے۔ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی وہ غنی اور قابل تعریف ہے

دوسری آیت | وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ [۳] اور اللہ ہی وہ سننے اور جاننے والا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہی وہ بخشنے والا ہے اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(۹) نویں دلیل | ارشاد ربانی۔ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ

مومن ہی ہماری آیات کے ساتھ ایمان لاتے ہیں جب اس کی یاد دلائی جاتی ہے تو وہ سجدہ میں گر جاتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اس حالت میں کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

نتیجہ! اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے کہ ربانی آیات کے سجدہ ریز ہونے

[۱] پ بقرہ، [۲] پ سورۃ انفال، [۳] ... سجدہ۔

والے اور اپنے رب کی حمد تسبیح نہ کرنے والے مؤمن نہیں ہیں۔

تذکیر آیات اللہ سے مراد تذکیر نماز ہے، جس نے تذکیر آیات اللہ کے وقت نماز ادا نہ کی وہ اللہ پر ایمان نہ لایا، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو سجدہ کے لئے مخصوص کیا ہے یہ استدلال انتہائی احسن اور مقصد کے قریب ترین ہے، تارک نماز نے (اقیموا الصلوٰۃ) نماز قائم کرو پر بھی ایمان نہ لایا۔

(۱۰) دسویں دلیل

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۝[1]

اور جب انہیں کہا جاتا ہے رکوع کرو، رکوع نہیں کرتے، ربانی حکم کو جھٹلانے والوں کیلئے اس روز ہلاکت ہوگی،

اس حکم : كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُم مُّجْرِمُونَ[2] کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ، تھوڑا بلاشبہ تم مجرم ہو۔ کا تذکرہ لا یرکعون سے قبل کیا ہے بعدہ انہیں نماز کے ترک پر وعید کی، کہ جب انہیں نماز کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ نماز نہیں ادا کرتے۔

تکذیب پر دھمکی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ انہوں نے نماز کو ترک کیا جس کے پیش وہ وعید کے حقدار بن گئے۔

اس وعید کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں، جو شخص ربانی حکم کو تسلیم کرتا ہے تو وہ نماز کے ترک پر کیوں اصرار کرتا ہے، جب کہ اسے علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کے قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بات طبعاً اور عادۃً محال ہے ایک شخص دن اور رات کی پانچ نمازوں کو ربانی فرض بھی مانتا ہو اور پھر انہیں ترک بھی کر دے اور پھر اسے ترک نماز کی وعید اور سزا کا بھی پورا پورا علم ہو۔ اور پھر وہ نماز کو ترک کر دے، یہ قطعی طور پر مشکل ہے۔

جو شخص نماز کو فرض جانتا ہے وہ اسے کبھی بھی ترک نہیں کر سکتا، کیونکہ ایمان انسان کو نماز کی اقامت کا حکم دیتا ہے اور اگر اسے دل نماز کی تلقین نہیں کرتا تو وہ بالکل ایمان سے محروم ہے[3]۔ یاد رہے کہ جو شخص دل کے احکام اور اعمال سے غافل

---

[1] پ۲۹ سورۃ مرسلات، [2] پ۲۹ سورۃ مرسلات، [3] بندہ کی قرآن اور حدیث کی تحقیق سے واضح ہوتا ہے کہ تارک نماز کا دعویٰ توحید باطل ہے، ایسے انسان کی توحید کا کوئی فائدہ نہیں جو تارک نماز ہے "مترجم"

ہے اس کی کلام کی طرف میلان نہیں چاہیئے ۔

نکتہ! قابل غور امر یہ ہے کہ طبعی طور پر انسان کے دل میں وعدہ، وعید، جنت، آگ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نماز کو فرض قرار دیا اور نماز کے ترک پر اللہ تعالیٰ اسے سزا دے گا، اور حیرانی کی بات یہ ہے کہ وہ انسان صحت اور عافیت اور بغیر کسی عذر معقول کے وہ نماز کی حفاظت سے گریز نہ کرے ۔

یہی وجہ ہے جس نے ایمان کی تعریف مطلق تصدیق سے کی ہے اور فعل واجب، محرمات کے ترک کا حکم نہیں لگایا وہ اس نکتہ سے سراسر محروم رہا، یہ مقام انتہائی مشکل ہے انسان کا ایمان راسخ بھی ہو اور وہ اسے اطاعت کرنے پر گناہ ترک کرنے پر آمادہ نہ کرے ۔ ہم کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق کا نام ہے لیکن مطلق تصدیق نہیں بلکہ اسکے ساتھ ساتھ تابعداری بھی ہو، اور اگر مطلق اعتقاد تصدیق کا نام ایمان ہوتا تو ابلیس فرعون، قوم فرعون، قوم صالح، اور قوم یہود جو نعت محمد رسول ص کے عارف تھے، جس طرح کہ وہ اپنی اولاد کو ایمان اور تصدیق کی شکل میں جانتے تھے،

حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے ۔ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ[1] وہ تیری تکذیب نہیں کرتے، یعنی وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ صادق ہیں، وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ[2] لیکن ظالم ربانی آیات کا انکار کرتے ہیں، یعنی انکار انکار حق کی معرفت کے بعد ہے، اس کی شہادت قرآن پاک میں ہے، وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا[3] انہوں نے اس کا انکار کیا اور ان کے نفوس نے یقین کر لیا، اس حال میں کہ وہ ظالم اور بلندی چاہتے تھے،

ارشاد موسیٰؑ برائے فرعون	لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ[4]

تحقیق تو نے جان لیا نہیں اتارا ان نشانیوں کو مگر آسمان اور زمین کے رب نے،

ارشاد ربانی یہود سے!	يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ[5]

[1] پ بنی اسرائیل [2] پ انعام ۔ [3] القرآن [4] سورہ انعام پ ۔ [5] سورۃ بقرہ

وہ اس کو پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں۔ اور ایک جماعت ان میں حق پر پردہ ڈالتی ہے باوجودیکہ وہ علم رکھتے ہیں۔

یہود کی نفرت انگیز گفتگو دو یہودی آپؐ کے پاس تشریف لائے اور آپؐ سے نبوت کے دلائل کے متعلق چند سوالات کرتے تھے تو وہ دونوں یہودی کہنے لگے ہم آپؐ کی نبوت کی شہادت دیتے ہیں، اس پر آپؐ نے فرمایا: میری اتباع کرنے سے تمہارے لئے کونسی چیز روکتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا اِنَّ دَاوٗدَ دَعَا اَنْ لَا یَزَالُ فِیْ ذُرِّیَّتِہٖ نَبِیٌّ وَاِنَّا نَخَافُ اِنْ اتَّبَعْنَاکَ اَنْ تَقْتُلَنَا الْیَھُوْدُ [1] ترمذی

سیدنا داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اولاد کیلئے دعا کی تھی کہ ان میں نبوت رہے، اور ہمیں خوف ہے اگر ہم آپؐ کی اتباع کرلیں تو یہودی ہمیں قتل کر ڈالیں گے،

نتیجہ ان یہودیوں نے اپنے اعتقاد کے مطابق آپؐ کی نبوت کا اقرار کریں، اس سے واضح ہوا انہوں نے تصدیق اور اقرار کو ایمان میں داخل نہ کیا، کیونکہ انہوں نے آپؐ کی اطاعت اور آپؐ کے حکم کی تعمیل نہ کی،

ابوطالب ابوطالب آپؐ کی معرفت سے واقف، زبان سے آپؐ کی رسالت کا اقراری تھا، اس نے اپنے اشعار[2] میں صراحت کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود اسلام میں داخل نہ ہوسکا۔

تصدیق کیلئے دو امور تصدیق دو امور سے پوری ہوتی ہے۔ (۱) صادق اعتقاد (۲) دل کی محبت اور تابع ہونا۔

ارشاد باری تعالیٰ سیدنا ابراہیم علیہ السلام :-

اَنْ یَّا اِبْرَاھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا ۔ اے ابراہیم آپ نے سچ کیا خواب کو،

[2] ولقد علمت بان دین محمد — خیر ادیان البریۃ دینا
لولا الملامۃ او اظہار مسبۃ — لوجدتنی بذاک سمحا مبینا

مجھے یقین ہے محمدؐ کا دین تمام کائنات کے دین سے بہتر ہے، اگر مجھے قومی ملامت نہ ہوتی تو میں ضرور آپؐ کے مذہب کو تسلیم کرلیتا

[1] مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۷ باب الکبائر و علامات النفاق - ترمذی - ابوداؤد، نسائی

نتیجہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اپنے خواب کی تصدیق کا دیکھتے ہی اعتقاد صادق ہو گیا تھا، کیونکہ انبیاء کے خواب وحی ہوا کرتے ہیں! موصوف نے اپنے خواب کی تصدیق کے لئے حکم کی تعمیل کی، (یعنی اسماعیل کو ذبح کرنے لگے)

ارشاد لسان رسالتؐ والفرج یصدق ذٰلک أو یکذبہ [1]

زنا انسان کا یقینی حصہ ہے، شرمگاہ کو اختیار ہے اسکی تصدیق کرے یا تکذیب کر دے!

اس حدیث میں تصدیق کو شرمگاہ کا عمل قرار دیا ہے جس کی خواہش دل کرتا ہے اور تکذیب کہ اس فعل کو ترک کر دیتا ہے۔

اس ارشاد میں صراحت ہے کہ تصدیق بغیر عمل کے صحیح نہیں ہو سکتی،

حسن کا قول جناب حسن فرماتے ہیں آرائش اور خواہش کا نام ایمان نہیں، ایمان جو دل میں قرار پکڑے اور عمل اس کی تصدیق کرے۔

اس جگہ بتانا مقصود یہ ہے کہ جو شخص تصدیق جازم سے وجوب نماز کا قائل اس کے وعدہ اور ترک نماز کی وعید کو جانتا ہے تو وہ کیسے نماز سے رک جاتا ہے

فصل

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال تارک نماز کافر ہے

۱۔ دلیل اول عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین الرجل وبین الکفر ترک الصلوٰۃ۔ (رواہ اہل السنن۔ وصححہ الترمذی)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مومن اور کافر کے درمیان صرف نماز کا چھوڑنا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ج ا صفحہ ۲ باب الایمان بالقدر بروایت ابوہریرۃ رض۔ (مسلم متفق علیہ)

دوسری دلیل عن یزید بن الحبیب الاسلمی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول العھد الذی بیننا وبینھم الصلوٰۃ فمن ترکھا فقد کفر [1]

"رواہ الامام احمد وقال الترمذی، حدیث صحیح اسناد علی شرط مسلم"

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور دیگر لوگوں میں عہد صرف نماز کا ہے جس نے نماز کو چھوڑا پس اس نے کفر کیا۔

تیسری دلیل عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بین العبد وبین الکفر والایمان الصلوٰۃ فاذا ترکھا فقد اشرک (رواہ ھبۃ اللہ طبری

وقال اسناد علی شرط "مسلم")

جناب ثوبان غلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ عبد، مومن کے درمیان فرق نماز کا ہے جب انسان نے نماز کو ترک کیا تو وہ مشرک ہو گیا۔

چوتھی دلیل عبد اللہ بن عمرو بن العاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ذکر الصلوٰۃ یوما فقال من حافظ علیھا کانت لہ نورا وبرھانا ونجاۃ یوم القیامۃ ومن لم یحافظ علیھا لم تکن لہ نورا ولا برھانا ولا نجاۃ وکان یوم القیامۃ مع قارون وفرعون وھامان وابی بن خلف [2] (مسند امام احمد ۔ ابو حاتم ۔ صحیح ابن حبان)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن نماز کا یوں ذکر فرمایا:۔ جس نے نماز کو پابندی سے ادا کیا تو نماز اس کے لئے روشنی، دلیل، اور نجات کا ذریعہ ہوگی، اور جس نے نماز کو پابندی سے ادا نہ کیا نہ قیامت میں اس کیلئے روشنی، نہ برہان، اور نہ ہی ذریعہ نجات ہوگی، اور یہ شخص قیامت میں قارون، فرعون، ہامان، ابی بن خلف، کا ساتھی ہوگا۔

[1] مشکوٰۃ المصابیح ج ا ص۵۸ کتاب الصلوٰۃ، بروایت ہریرۃؓ [2] مشکوٰۃ المصابیح ج ا ص۵۹ کتاب الصلوٰۃ۔

نکتہ قارون، فرعون، ہامان، ابی بن خلف، اپنے زمانہ کے رئیس الکفر تھے۔ جس کی بنا پر ان کا خصوصیت سے ذکر کیا، اس کا فلسفہ یہ ہے کہ انسان نماز کی پابندی چار وجوہ سے نہیں کرتا، پہلی وجہ مال میں مشغولیت کے باعث۔ دوسری وجہ حکومت کی مشغولیت، تیسری وجہ ریاست کے خوابوں میں، چوتھی وجہ تجارت میں مشغولیت کے باعث۔

(۱) جو مال میں مشغولیت کے باعث تارک نماز بنا وہ قارون کا ساتھی۔
(۲) جس کو نماز کا تارک اس کی حکومت کی مصروفیت نے بنایا وہ فرعون کا ساتھی،
(۳) جس کو نماز کا تارک ریاست اور وزارت نے بنایا وہ ہامان کا ساتھی۔
(۴) جس کو نماز کا تارک تجارت نے بنایا وہ ابی بن خلف کا ساتھی۔

پانچویں دلیل عبادة بن الصامت قال اوصانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لا تشرکوا باللہ شیئاً ولا تترکوا الصلاة عمداً فمن ترکہا عمداً متعمداً فقد خرج من الملة

(رواہ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم فی سننہ)

عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ اور عمداً نماز کو ترک نہ کیجئو جس نے نماز کو عمداً قصداً ترک کردیا وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہوگیا۔

چھٹی دلیل عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ترک صلوٰة مکتوبة متعمداً فقد برئت منہ ذمة اللہ

(رواہ الامام احمد)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جس نے بھی فرض نماز کو قصداً عمداً ترک کردیا وہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے فارغ ہوا۔

وجہ: اگر یہ انسان اسلام پر ... رہتا تو اس پر اسلامی ذمہ داری عائد ہوتی۔

؎ مشکوٰة ج ا ص ۵۹ کتاب الصلوٰة

(چونکہ ترک نماز کے باعث یہ مسلمان نہ رہا۔)

ساتویں دلیل

عن ابی الدرداء قال اوصانی ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تترک الصلوٰۃ متعمدا فمن ترکھا متعمدا فقد برئت منہ الذمۃ (ایضاً)

جناب ابو درداء بیان کرتے ہیں مجھے جناب محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں قصداً نماز کو ترک نہ کرو جس نے اسے ترک کر دیا قصداً وہ اللہ کی ذمہ داری سے بری ہو گیا۔

آٹھویں دلیل

عن معاذ بن جبل عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال رأس الامر الاسلام وعمودہ الصلوٰۃ [1]

(وھو حدیث صحیح مختصر)

ارشاد نبوی ﷺ:۔ رأس امر سے مراد اسلام اور ستون سے مراد نماز ہے۔

وجہ استدلال

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اسلام میں نماز کی حیثیت اس ستون کی طرح ہے جس پر سائبان کا مدار ہے جب ستون گر جائے گا تو سائبان خود بخود گر جائے گا جب نماز ختم ہو جائے گی تو اسلام خود بخود ختم ہو جائے گا! امام احمد نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

نویں دلیل

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ وحج البیت وصوم رمضان۔

"احمد"

ارشاد لسان رسالت ﷺ:۔ اسلام کی بنیاد پانچ ارکان پر ہے۔

۱۔ کلمہ شہادت، ۲۔ اقامت نماز، ۳۔ ادائے زکوٰۃ، ۴۔ حج بیت اللہ کی ادائیگی، ۵۔ ماہِ رمضان کے روزے رکھنا، بعض روایات میں اسلام خمس"

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص۱۴ کتاب الایمان۔ معاذ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے سوال کیا کہ مجھے ایسا عمل بتائیے جس کے کرنے پر جہنم سے دور رہوں! آپ نے ارکان خمسہ اسلام کی تلقین کرنے کے بعد فرمایا الا ادلک! راس الامر وعمودہ وذروۃ سنامہ! میں نے عرض کیا ضرور تو آپ نے فرمایا اس کا امر اسلام ہے۔ مترجم

کا بھی ذکر ہے یعنی اسلام ان پانچ امور کا نام ہے۔

وجہ استدلال کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) اسلام کو ایک قبہ قرار دیا جس کی بنیادیں پانچ ارکان پر قائم ہیں، جب اس کا اعظم رکن گویا۔ ۔ کا تو اسلام خود بخود گر جائے گا۔

(۲) ان پانچ ارکان کو اسلام کے قبہ کے لئے رکن قرار دیا ہے بوجہ شہادت توحید اور شہادت رسالت کے شہادتیں ایک رکن، نماز دوسرا رکن، زکوۃ تیسرا رکن، ظاہر بات ہے جب اسلام کے قبہ کے ارکان گر جائیں گے تو اسلام خود بخود گر جائے گا!

(۳) ان پانچ ارکان کو نفس اسلام قرار دیا گیا ہے، جو اسلام کے مسمیٰ میں داخل ہیں، جو کسی مجموعہ کے نام پر چیز موسوم ہوگی اس کے ایک امر کے چلے جانے سے مسمیٰ خود بخود ختم ہو جائے گا، جس چیز کا نام چند امور کے مجموعہ سے ہوگا، جب اس مسمیٰ سے کوئی چیز ختم ہو جائے گی تو دیگر خود بخود ختم ہو جائے گی خصوصاً جب وہ چیز اس مجموعہ کا رکن ہوگی اجزاء مراد نہیں کیونکہ اجزا کی حیثیت رکن کی نہیں ہوتی اس کی مثال گھر کی دیوار کی سی ہے جب دیوار گر جائے گی تو گھر خود بخود گر جائے گا، لیکن اینٹ، لکڑی، اور ستون گرنے سے دیوار نہ گرے گی کیونکہ یہ اجزاء دیوار ہیں نہ کہ رکن دیوار گھر کے لئے۔

عن انس انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمۃ اللہ ورسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ [1]

دسویں دلیل

قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فھو المسلم لہ ما لنا وعلیہ ما علینا [2]

آپ نے فرمایا جس نے ہماری طرح نماز پڑھی، اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا، پس یہ انسان مسلمان ہے اس کے وہی حقوق ہیں،

---

[1] مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۲ کتاب الایمان ۔ [2] ایضاً کتاب الصلاۃ ۔

جو ہمارے اور اس پر وہی سزا ہو گی جو ہم پر ہو گی

وجہ استدلال اس حدیث سے دو طرح سے استدلال کیا گیا ہے!

۱۔ تین امور کی ادائیگی پر مسلمان ہو گا ورنہ نہیں۔

۲۔ جب وہ مسلمانوں کے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا تو مسلمان ہو گا، اور اگر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا تو مسلمان نہ ہو گا۔

نتیجہ جب کوئی شخص نماز ہی نہ پڑھے گا تو وہ مسلمان کس طرح کہلائے گا۔

گیارہویں دلیل

عن جابر بن عبد الله عن النبی صلی الله علیه وسلم قال مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ، "دارمی"

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:۔ جنت کی چابی نماز ہے۔

نتیجہ بے نماز کے لئے جنت نہ کھولی جائے گی، کیونکہ نماز جنت کی چابی ہے اس کے پاس چابی نہ ہو گی، جنت ہر مسلمان کے لئے کھولی جائے گی۔

نماز جنت کی چابی ہے کا فلسفہ

نماز کا تارک مسلمان نہیں ہو سکتا، اس حدیث اور دوسری حدیث میں ہے کلمہ شہادت جنت کی چابی ہے میں اختلاف نہیں ہے، کیونکہ کلمہ شہادت اصل چابی نماز ہے۔ اور باقی ارکان دندانے ہیں اور بغیر دندانوں کے کھانا مشکل ہے تو جنت میں دخل چابی اور اُس کے دندانوں موقوف ہے۔

امام بخاریؒ بیان کرتے ہیں کہ وہب بن منبہؒ سے ذکر کیا گیا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جنت کی چابی ہے، فرمانے لگے ٹھیک ہے اور ساتھ ہی فرمایا ہر چابی کے لئے دندانے شرط ہیں اگر آپ ایسی چابی لائیں جس کے دندانے ہیں تو تالا کھول دیا جائے گا، ورنہ کھلنا محال ہے۔

بارہویں دلیل

عن محجن بن ادرع الاسلمی انه کان فی مجلس مع النبی صلی الله علیه وسلم فاذن بالصلاة فقام النبی صلی الله علیه وسلم ثم رجع ومحجن فی مجلسه فقال له ما منعك ان تصلی الست برجل

لہ مشکوٰۃ ج ۱

مُسْلِمٍ؟ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنِّىْ صَلَّيْتُ فِىْ اَهْلِىْ فَقَالَ لَهٗ اِذَا جِئْتَ فَصَلِّ مَعَ النَّاسِ وَاِنْ كُنْتَ قَدْ صَلَّيْتَ ؎ (رواہ الامام احمد، والنسائی)

جناب محجنؓ بیان کرتے ہیں میں آپؐ کی ایک مجلس میں شریک تھا۔ نماز کی اذان کہی گئی، آپؐ نے نماز ادا کی، جب آپ نماز سے واپس تشریف لائے تو محجن اسی مجلس میں موجود تھا۔ آپؐ نے آتے ہی یوں سوال کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہ ادا کی، کیا تو مسلمان نہیں ہے؟ موصوف نے جواب دیا کیوں نہیں میں مسلمان ہوں لیکن میں نے نماز اپنے گھر میں ادا کر لی تھی، بعدہ آپؐ نے فرمایا لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیئے، اگرچہ تو نے نماز پڑھ لی ہو۔ (نسائی)

نتیجہ | مسلمان اور کافر میں جدائی کرنے والی نماز ہی ہے، اور اگر آپ حدیث کے الفاظ پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا اَنْتَ لَوْ كُنْتَ مُسْلِمًا لَصَلَّيْتَ۔ اگر تو مسلمان ہوتا تو ضرور نماز پڑھتا۔ یہ ایسی ہی جیسا کہ محاورہ بولتے ہیں مالك لا تتكلم تو ہمارے ساتھ کلام کیوں نہیں کرتا۔ کیا تو بولنے کی طاقت نہیں رکھتا! وما لك لا تتحرك، السْتَ بحيٍّ؟ تو حرکت کیوں نہیں کرتا، کیا تو زندہ نہیں ہے؟ حقیقت ہے اگر اسلام بغیر نماز پڑھنے کے ثابت ہوتا تو آپؐ کبھی اس شخص کو جس نے آپؐ کے ساتھ نماز نہ پڑھی تھی اسے الست برجل مسلم؟ کیا تو مسلمان نہیں کے خطاب سے نہ پکارتے۔

فصل ۸

اجماع صحابہؓ = کہ تارک نماز کافر ہے!

ابن زنجویہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عباسؓ ذکر کرتے ہیں کہ جب عمرؓ کو مسجد میں خنجر گھونپ دیا گیا۔ تو میں نے اور ایک جماعتی جو میرے ساتھ مسجد میں

تھی ہم نے موصوف کو گھر میں پہنچا دیا۔ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھائی، جب ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو موصوف پر موت کی غشی طاری تھی، موصوف پر غشی کا ایسا حملہ ہوا کہ بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو فرمانے لگے هَلْ صَلَّى النَّاسُ ؟ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ؟ ہم نے جواب دیا جی ہاں نماز پڑھ لی ہے ! موصوف نے فرمایا : لَا إِسْلَامَ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ ! بے نماز کا کوئی اسلام نہیں ہے، ایک بار آپ نے فرمایا لَا حَظَّ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ ! جس نے نماز کو ترک کر دیا اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے !

اس گفتگو کے بعد وضو کے لئے پانی طلب کیا اور نماز ادا کی، یہ تمام واقعہ صحابہ کرام کی موجودگی میں تھا جس کا کسی نے انکار تک نہ کیا، اسی طرح کے اقوال دیگر صحابہ معاذ بن جبل، عبد الرحمن بن عوف اور ابو ہریرۃ سے منقول ہیں جس کی مخالفت کسی صحابی سے منقول نہیں ہے۔

صحابہ کا فیصلہ تارک نماز کے متعلق

حافظ عبد الحق اشبیلی کتاب الصلوۃ میں صحابہ اور تابعین کے متعلق ذکر کرتے ہیں ذهب جملة من الصحابة ومن بعدهم الى تكفير تارك الصلوة متعمدا تركها حتى يخرج وقتها ! منهم عمر بن خطاب، ومعاذ بن جبل وعبد الله مسعود وابن عباس، وجابر وابو الدرداء۔

تمام صحابہ کا متفق علیہ فیصلہ تھا کہ قصداً تارک نماز کافر ہے جو وقت سے نکلنے پر نماز پڑھتا ہے، اس فیصلہ پر عمرؓ بن خطاب، معاذؓ بن جبل، ابن مسعودؓ، ابن عباسؓ، جابرؓ اور ابو درداءؓ کا اتفاق ہے۔ سیدنا علیؓ کا بھی یہ فیصلہ تھا۔

تابعین کا فیصلہ تارک نماز کافر ہے

امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راھویہ، عبد اللہ بن مبارک، ابراھیم نخعی، حکم بن عیینہ، ایوب سختیانی، ابو داود طیالسی، ابوبکر بن ابی شیبہ، ابوخیثمہ زھیر بن حرب،

ل مشکوۃ المصابیح عربی جلد ۱ ص ۵۹ کتاب الصلوۃ از عمر رض ایضاً البدایہ والنہایہ

تارک نماز کو کافر نہ کہنے والوں کے دلائل

تارک نماز کے متعلق جتنی احادیث میں کفر کا لفظ آیا ہے اس سے مراد کفر نعمت ہے، نہ کہ کفر جحود، انکار مراد نہیں، جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَعَلَّمَ الرَّمْيَ ثُمَّ تَرَكَهُ فَهِيَ نِعْمَةٌ كَفَرَهَا. [1] جس نے تیر اندازی کا فن سیکھا پھر اسے ترک کر دیا تو اس نے اس نعمت کا انکار کیا،

۲۔ **قولہ** لَا تَرْغَبُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَإِنَّهُ كُفْرٌ بِكُمْ (حدیث)

آپؐ نے فرمایا اپنے والدین سے نسبت کا اعتراض نہ کرو کیونکہ یہ نعمت کی ناشکری ہے

۳۔ **قولہ** تبرؤ من نسب وان دق كفر بعد ايمان۔ (حدیث)

اپنے نسب سے انکار کر دینا اگرچہ وہ کتنا ہی ذلیل ہو ایمان کے بعد کفر ہے

۴ **قولہ** مَنْ أَتَى امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ ﷺ (حدیث)

جس نے اپنی عورت کی پاخانہ والی جگہ میں جماع کیا اس نے قرآن سے کفر کیا۔

۵ **قولہ** سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ [2] "متفق علیہ"

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔

۶ **قولہ** من حلف بغير الله فقد كفر (صحیح حاکم)

جس نے غیر اللہ کی حلف اٹھائی اس نے کفر کیا، [3]

۷۔ **قولہ** ثنتان في أمتي هما بهم كفر الطعن في الأنساب والنياحة على الميت۔ میری امت میں دو چیزیں کفر کا باعث ہیں۔

۱۔ نسب میں طعن کرنا۔ ۲۔ میت پر بین کرنا،

اس طرح کے بے شمار نظائر موجود ہیں۔

ایک دلیل کفر کی یہ بھی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زانی، چور، شرابی، اپنے نسب کو بدلنے والے سے ایمان کی نفی فرمائی ہے، یعنی یہ لوگ

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۱۱ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم۔ [3] باب الحیض۔

مومن نہیں ہیں، اس کفر سے مراد کفر جحود (انکار) نہیں جس سے خلود (آگ) واجب ہو، ایسی طرح تارک نماز کا کفر کفر جحودی (انکاری) نہیں ہے، جس کے باعث وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے۔

جیساکہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ[1] - بددیانت کا کوئی ایمان نہیں ہے -

بددیانت کو آپ نے ایمان سے خارج قرار دیا حالانکہ امانت کی عدم ادائیگی کی بنا پر کفر نہیں صادر ہوتا جس کے باعث ملت اسلامیہ سے خارج کردیا جائے

۱- جیساکہ عبداللہ ابن عباس رض ربانی ارشاد مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ (جس نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے تحت فیصلہ نہ کیا وہ لوگ کافر ہیں) موصوف فرماتے ہیں اس کفر سے خارج ملت نہیں ہے بیان کرتے ہیں کہ موصوف سے اس آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؓ نے جواباً فرمایا اس کفر سے مراد وہ کفر نہیں ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کے ساتھ کفر کرے، اور ساتھ ہی فرمایا ایسا کفر نہیں ہے کہ اسے ملت سے نکال دیا جائے۔

۳- حضرت عطاء فرماتے ہیں، کفر دون کفر، ظلم دون ظلم، فسق دون فسق، یعنی کفر ظلم، اور فسق میں درجات ہیں۔

فصل ۹

فریقین کے دلائل میں فیصلہ کن بات

اس مسئلہ کی اساس حقیقت ایمان اور کفر کی معرفت پر ہے، بعدہ مومن اور کافر ہونے کا حکم لگایا جائے گا، کفر اور ایمان آپس میں دو متقابل امور ہیں، جب

---

[1] ابوداود

انہیں سے ایک ختم ہوجائے گا تو دوسرا وجود میں آئے گا۔

ایمان کی شاخیں ایمان اصل بنیاد ہے اور اس کی بے شمار شاخیں ہیں، ہر شاخ کا نام ایمان ہے، نماز ایمان سے ہے، اسی طرح روزہ، حج اور زکوٰۃ بھی ایمان سے ہیں۔

اعمال باطنہ مثال کے طور پر حیا، توکل، انابت الی اللہ، خشیت الٰہی، اس میں ہے راستہ سے قابل ایذا اشیاء کو ہٹا دینا بھی ایمان کی شاخوں سے ہے۔

ایمان کی بعض شاخیں ایسی ہیں کہ اگر ان سے کوئی چیز زائل ہوجائے تو ایمان تباہ ہوجاتا ہے۔ مثال کے طور پر کلمہ شہادت، کے زوال سے ایمان تباہ ہوجائے گا، اور بعض ایسی ہیں اگر وہ زائل ہوجائیں تو ایمان میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر راستہ سے اگر قابل ایذا اٹھائی جائے تو ایمان میں نقص لازم نہ آئے گا، بعض شاخیں ایسی ہیں جن میں عظیم فرق ہے، کلمہ شہادت، اور اس کے قریب ترین چیز، اور دوسری قسم راستہ سے گندگی اور ایذا رساں اشیاء کا دور کرنا، اور اس کے لوازمات وغیرہ۔

کفر کی بھی اساس اور شاخیں ہیں، جس طرح ایمان کی شاخوں میں ایمان ہے اسی طرح کفر کی شاخوں میں کفر بھی ایک شاخ ہے، حیاء ایمان کی شاخ ہے، اور قلت حیاء کفر کی شاخ ہے۔ صدق مقال ایمان کی شاخ اور کذب مقال کفر کی شاخ ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ایمان کی شاخ ہے، ان فرائض کا ترک شاخ کفر ہے۔ ربانی فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرنا ایمان کی شاخ، غیر ربانی حکم کے تحت فیصلہ کرنا کفر کی شاخ ہے، تمام قسم کے گناہ نافرمانی، کفر کی شاخیں ہیں۔
اسی طرح تمام اطاعت والے امور ایمان کی شاخ ہیں۔
شعب ایمان کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ قولی۔ ۲ فعلی۔
کفر کی شاخ کی دو انواع ہیں۔ ۱۔ قولی۔ ۲ فعلی۔

شعب[1] ایمان کی قولی اور فعلی اقسام سے بعض ایسی ہیں جن کے ازالہ سے ایمان زائل ہو جاتا ہے اور یہی حالت شعب کفر کی دونوں اقسام قولی اور فعلی کی ہیں، جب بھی کلمہ کفر کو اختیار کرے گا تو وہ کفر کا مرتکب ہوگا، جو شخص بت (صنم) کو سجدہ کرے گا اسے کافر قرار دیا جائے گا۔

اصل نمبر دوم | دراصل ایمان قول اور عمل سے مرکب ہے۔

عمل کی دو اقسام ہیں | قول قلب، اس کا نام اعتقاد ہے۔

دوم قول لسان | زبان سے کلمہ اسلام ادا کرنا۔

فعل کی دو اقسام ہیں | (۱) عمل قلب دل کا عمل، وہ ہے نیت اور اخلاص۔

(۲) دوم عمل جوارح | اعضاء کا عمل ہیں مصروف ہو جانا۔

جب یہ چار امور زائل ہو جائیں گے تو ایمان کامل طور پر ختم ہو جائے گا، اور جب تصدیق قلب ختم ہو جائے تو بقیہ اجزاء غیر نفع مند ہوتے ہیں۔ دل کی تصدیق اعتقاد کے لئے نفع مند شرط ہے، ظاہر ہے جب اعتقاد صدق کے ساتھ دل کا عمل زائل ہو جائے گا۔ یہ وہ معرکۃ الآراء بحث ہے جو اہل سنت اور مرجئہ فرقہ کے مابین ہے۔

اہل سنت ایمان کے لئے مطلق تصدیق نہیں بلکہ عمل کو شرط قرار دیتے ہیں اگر عمل نہیں ہے تو ایسے ایمان کی ضرورت نہیں ہے، وہ اپنی دلیل میں ابلیس فرعون، قوم فرعون، یہود، مشرکین کے ایمان کی مثال دیتے ہیں جو آپؐ کی رسالت کی صداقت کا اعتقاد رکھتے تھے اور پوشیدہ اور علانیہ طور آپؐ کی رسالت کا اقرار کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ آپ کاذب نہیں ہیں! لیکن ہم آپؐ کی اتباع کرتے ہیں اور کہتے تھے کہ آپ کاذب نہیں ہیں! لیکن آپ ہم آپؐ کی نہ اتباع کرتے ہیں اور نہ ہی آپ پر ایمان لاتے ہیں۔

حقیقت یہی ہے۔ جب ایمان دل کے عمل سے زائل ہو جاتا ہے تو جب اعضاء ایمان کے مطابق عمل نہیں کریں گے تو ایمان کیسے قائم رہے گا، یہ بات

---

[1] شعب کے معنی شاخیں!

چکی ہوچکی کہ ایمان کا مدار دل کی تصدیق جوارح کا عمل ہے ورنہ ایمان بے کار۔
جب دل اطاعت قبول نہیں کرے گا تو اعضاء کو قبول کرنے کی کیا مصیبت ہے
دل اگر اطاعت پر آمادہ ہو جائے تو جوارح خود بخود اطاعت میں مگن ہو
جائیں گے، اور جب دل اطاعت پر امادہ نہ ہوگا تو اعمال ختم ہو جائیں گے، اسی
کا نام حقیقت ایمان ہے۔ ایمان کی تعریف پر پہلے اوراق میں مفصل بحث ہو چکی ہے

ہدایت! مطلق عرفان حق، اور بیان حق کا نام ہدایت نہیں، معرفت حق کے لئے اتباع اور عمل واجب ہے، اور اگر مطلق معرفت حق کا نام
ہدیت رکھا جائے تو اس سے ہدایت پوری حاصل نہ ہوگی، جس طرح کہ
مطلق اعتقاد تصدیق سے تصدیق حاصل نہیں ہوتی جسے ایمان قرار دیا جائے۔
اس نکتہ کو ذھن نشینی کر لیا جائے۔

فصل ۱۰

دوسرا اصول کفر کی دو اقسام ہیں۔
۱۔ کفر عملی۔ ۲۔ کفر جحودی اور انکاری!

کفر جحود یہ ہے کہ انسان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ربانی امور کو جان لینے
کے باوجود ہٹ دھرمی امر انکار کے باعث انکار کر دے۔ ربانی صفات، اسماء
ربانی، افعال اور احکام کا مطلق طور پر انکار کر دے، یہ کفر کی قسم ہر اعتبار سے ایمان کی
ضد ہے۔

دوسری قسم عملی یہ کفر کی قسم ایمان کے متضاد اور غیر متضاد امور سے متعلق ہوتی ہے
بت کو سجدہ کرنا، قرآن کی توہین کرنا، نبی کو گالی دینا، اور نبی
کو قتل کر ڈالنا۔ یہ سب امور ایمان کے مخالف ہیں۔

ا۔ جہمیہ کا عقیدہ ہے کہ صرف تصدیق دل مطلق طور سے ایمان کیلئے کافی ہے عمل کی ضرورت نہیں ملائکہ کو ماننا رسول کا
... ماننا اعمال کی ضرورت نہیں یہ عقیدہ قرآن و سنت کے سراسر خلاف ہے (مترجم)

فیصلہ غیر ربانی دستور پر فیصلہ کرنا اور نماز کا ترک کر دینا قطعی طور پر کفر عملی ہے۔ جب کسی پر اللہ اور اس کا رسول کفر کا اطلاق کر دیں تو اسے کبھی کفر سے خارج نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے علاوہ ہر فیصلہ کرنے والا کافر ہے، اور تارک نماز بھی صراحت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کافر ہے، یہ کفر عملی ہوگا نہ کہ کفر اعتقادی، اور یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ غیر قرآنی فیصلہ کرنے والے کو کافر قرار دے اور رسول کریمؐ تارک نماز کو کافر کہیں۔ ایسے افراد پر کفر کا اطلاق نہ کیا جائے تو محال بات ہے، جب کہ رسول کریمؐ نے زانی اور شرابی، اور چور اور جو پڑوسی کو تنگ کرنے والے کو مومن قرار نہیں دیا۔ ظاہر ہے جس شخص سے ایمان کی نفی کر دی گئی، عمل کے اعتبار سے وہ کافر ہے، عمل کی شرط سے کفر جحود اور اعتقاد کی بذات خود نفی ہو جاتی ہے۔

ارشاد نبویؐ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ ،، میرے بعد کافر نہ بن جانا جس کے باعث ایک دوسرے کی گردنیں اڑانے لگ جانا۔ اس حدیث میں کفر سے مراد عملی کفر ہے۔

اسی طرح آپؐ کا یہ فرمانا مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ أَوْ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ [1]

جو شخص کاہن کے پاس آیا اور اس کی بات پر یقین کر لیا یا اپنی عورت کی پاخانہ والی جگہ میں جماع کیا تو اس نے اس بات کا انکار کیا جو رسول کریمؐ پر نازل کیا گیا۔ (یعنی قرآن)

اسی طرح آپؐ کا ارشاد إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهِمَا أَحَدُهُمَا ۔ جب کوئی انسان اپنے بھائی سے کہے اے کافر، دونوں میں ایک تو ضرور کافر ہوگا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جس نے کتاب کے کچھ حصہ پر عمل کیا اور کچھ کو ترک کر دیا عمل کے باعث مومن اور ترک عمل کے باعث کافر ہے۔

ربانی ارشاد :۔

---

[1] خطبہ حجۃ الوداع مشکوٰۃ ج ۲ صــ کتاب الحج۔ مشکوٰۃ ج ۱ صــ کتاب الحیض،،

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ ۝ ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُونَ فَرِيقًا مِنْكُمْ مِنْ دِيَارِهِمْ تَظَاهَرُونَ عَلَيْهِمْ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۝ وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارَى تُفَادُوهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ إِخْرَاجُهُمْ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَى أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۔ (البقرۃ)

ترجمہ اور جب لیا ہم نے عہد تمہارا نہ بہاؤ آپس کے خون، اور نہ نکالو اپنے آپکو اپنے گھروں سے پھر تم نے اقرار کیا حالانکہ تم شاہد ہو۔ پھر تم وہ لوگ ہو کہ تم ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو۔ اور ایک فریق کو نکال دیتے ہو ان کے گھروں سے۔ مدد کرتے ہو تم اوپر ان کے گناہ اور زیادتی کے اور اگر وہ تمہارے پاس قیدی بن کر آئیں تو بدلے کر رہا کراتے ہیں، حالانکہ ان پر حرام کیا گیا ہے، تم پر ان کا نکالنا کیا تم کتاب کے ایک حصہ پر ایمان لاتے ہو۔ اور ایک حصہ سے کفر کرتے ہو جو شخص یہ کام کرے گا تم میں سے اسے دنیا میں رسوائی اور قیامت میں شدید عذاب میں ڈالے جائیں گے،

تشریح اللہ نے اس آیت میں خبر دی ہے کہ میثاق کی حکم کے تحت انہوں نے تعمیل کی، اس بنا پر کہ وہ ایک دوسرے کو آپس میں قتل نہ کریں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو اپنے گھروں سے نکالیں گے۔ یہ ان کا کفر تھا جو ان سے کتاب میں لیا گیا تھا۔ پھر خبر دی گئی کہ وہ فدیہ دیکر اپنے فریق کو رہا کرا لیتے ہیں۔

یہ انکا ایمان تھا یہ وعدہ کتاب میں لیا گیا تھا میثاق پر عمل کے باعث مومن تھے۔ ترک میثاق کے باعث کافر تھے،

یاد رہے ایمان عملی کفر عملی کے مخالف اور ایمان اعتقادی کفر اعتقادی کے مخالف

ہوتا ہے، اسی مقصد کے تحت ارشاد نبوی ہے، مسلمان فاسق ہے گالی کے باعث اور مسلمان کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے، ظاہر ہے قتال اور سباب (گالی) میں فرق ہے، سباب کو فسق قرار دیا جس کی بنا پر اسے کافر نہ کہا جائے گا۔
معلوم ہے اس حدیث سے کہ اس کفر سے مراد کفر عملی ہے نہ کہ کفر اعتقادی مراد ہے۔

کفر عملی سے انسان دائرہ اسلام اور ملت اسلامیہ سے کلی طور پر خارج نہیں ہوتا، جس طرح زانی، چوری اور شراب پینے والے کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر سکتے، اگرچہ اس پر ایمان کا اطلاق نہیں ہوتا ہے۔

اس تفصیل میں صحابہ کے اقوال درج ہیں جو کہ تمام امت سے کتاب اللہ کے عالم تھے، اسلام اور کفر کے لوازمات سے باخبر تھے،

متاخرین کا فیصلہ

متاخرین نے اپنے فہم کے تحت دو اقسام قرار دیں!

۱۔ ایک فرقہ نے کبائر کے مرتکب کو ملت سے خارج کر دیا۔ اور ارباب کبائر کو ہمیشہ کے لئے ناری قرار دیا۔

۲۔ ایک فریق نے کبائر کے مرتکب کو کامل مومن قرار دیکر غلو اور جفا کا ارتکاب کیا۔

اہل اسلام نے راہ اعتدال کو اختیار کیا کہ انہوں نے کفر کی اقسام بنائیں، کفر دون کفر، نفاق دون کفر، شرک دون شرک، فسوق دون فسق، اور ظلم دون ظلم،

ابن عباسؓ مَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ[1]۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں اسی سے وہ کفر نہیں جو عام لوگوں نے مراد لیا ہے، جب آپؓ سے اس کا سوال کیا گیا تو آپؓ نے جواب میں فرمایا یہ کفر اس طرح نہیں جو اللہ تعالیٰ فرشتوں، کتابوں اور رسولوں کا انکار کرتا ہے۔

موصوف سے ایک روایت ہے یہ کفر انسان کو ملت سے خارج نہیں کرتا۔

طاؤس نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے۔

---

[1] سورۃ النساء۔

حضرت عطاءؒ فرماتے ہیں کفر، ظلم اور فسق کے درجات ہیں، موصوف فرماتے ہیں کہ قرآنی مسائل واضح ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس حاکم کو کافر کہا ہے جو غیر ربانی قانون کے تحت فیصلہ کرتا ہے نبی کی رسالت کا انکاری انکار کی بنا پر کافر ہے۔ دونوں کا فر حد کے اعتبار سے یکساں نہیں ہیں۔

قرآن پاک نے ظالم، حدود اللہ میں تجاوز کرنے والا خصوصاً نکاح، طلاق رجوع، اور خلع وغیرہ میں قائل کو ظالم قرار دیا ہے۔

۱۔ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ــــ اور کافر ہی ظالم ہیں۔

۲۔ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۔

اور ربانی حدود میں سرکشی کرنے والا ظالم ہے۔

سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنے آپ کو اور یونس ؑ اور موسیٰ ؑ نے اپنے آپ کو ظالم کہا۔

۱۔ سیدنا آدم علیہ السلام:۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ٥

اے ہمارے مربیّ! ہم نے اپنے نفوس پر ظلم کیا اگر تم ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ فرمائے گا تو ہم خسران میں ہوں گے،

۲۔ سیدنا یونس علیہ السلام (صاحب حوت):۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ

تو ہی واحد معبود حقیقی ہے تیری ذات پاک ہے اگر تیری ذات نہ ہوتی تو میں ظالموں میں سے ہو جاتا۔

۳۔ سیدنا موسیٰ علیہ السّلام:۔

رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ،

اے میرے پروردگار بلاشبہ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے لہٰذا مجھے بخش دے،

سلہ ربنا ظلمنا انفسنا۔ (اعراف)

ان مذکورہ مقامات میں ظلم سے مراد کفر مراد نہیں ہے، ظلم دون ظلم ہے
قرآن پاک نے کافر کو فاسق کہا ہے۔
وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَنقُضُونَ عَهْدَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مِيثَاقِهِ
اس کے ذریعہ فاسق ہی گمراہ ہوتے ہیں کہ اللہ کے عہد کو پختہ کرنے کے بعد
توڑ ڈالتے ہیں

۲۔ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ وَمَا يَكْفُرُ بِهَا إِلَّا الْفَاسِقُونَ
ہم نے آپ پر روشن آیات نازل کیں اس کا انکار فاسق ہی کرتے ہیں۔
اس قسم کی بے شمار قرآن میں آیات موجود ہیں۔
قرآن نے مومن کو فاسق کہا ہے،
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا
بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ[1]
ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لا دے تو تم اس کی تحقیق کرو۔
کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ تم بے علمی کے وجہ سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو بعد
پھر تمہیں ندامت اٹھانی پڑے۔

تشریح | یہ آیت حکم بن عاص کے بارے میں نازل ہوئی تھی، ظاہر ہے اس سے فاسق عام فاسق مراد نہیں۔

محصنٰت کو تہمت لگانے والا فاسق! | وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ
فَاجْلِدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ
جو لوگ شادی شدہ پاکدامن عورتوں کو متہم کرتے ہیں اس پر چار گواہ نہیں
لاتے تو انہیں اسّی کوڑے حد کے لگاؤ اور ان کی کبھی شہادت قبول نہ کرو۔ یہی
لوگ فاسق ہیں۔

ابلیس فاسق ہے | قرآنی شہادت! فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ،

[1] الحجرات۔

شیطان نے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی،

حاجی رفث اور فسق نہ کرے فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ
جو شخص ان حج کے (مہینوں) میں حج کو فرض کرے نہ رفث کرے اور نہ بےہودہ حرکت کرے۔

اس فسق سے مراد فسق حقیقی نہیں ہے۔

کفر کی دو اقسام ہیں، ظلم کی دو اقسام ہیں، فسق کی دو اقسام ہیں۔

جہالت کی دو قسم ہیں ایک جہل کفر، ربانی قول..

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ۔

نیکی کا حکم دے اور درگذر کر جاہلین سے اعتراض کر،

۲۔ جہل غیر کفر ربانی ارشاد إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ ۔

اللہ کے ہاں توبہ ان کی ہے جو جہالت میں برے کام کرتے ہیں بعدہ فوراً ہی توبہ کر لیتے ہیں۔

شرک کی دو اقسام ہیں ۱۔ ایک شرک ایسا ہے جو ملت سے الگ کر دیتا ہے اس کا نام شرک اکبر ہے۔

۲۔ ایسا شرک جو ملت سے الگ نہیں کرتا، اس کا نام شرک اصغر ہے، اسے شرک عملی کہتے ہیں اسی طرح ریاء کا کا بھی شرک ہے۔

شرک اکبر، اور قرآن پاک إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ۔

جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام قرار دی اور اس کا ٹھکانا آگ ہے:

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ [1]

---

[1] پ ۱۷ حج۔

اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا گویا وہ آسمان سے گرا پس اسے پرندوں نے جھپٹ لیا یا اسے ہوا کسی دور مکان میں اڑا لے گئی۔

۳۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ہ

جو شخص رب کی ملاقات کا امیدوار ہے اسے نیک عمل کرنا چاہیئے اور وہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

شرکِ اصغر | ارشاد لسانِ رسالتؐ

مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ [1] (ابوداؤد)

جس نے غیر اللہ کے نام کا حلف اٹھایا اُس نے شرک کیا۔

حالانکہ واضح ہے حلف غیر اللہ کے باعث ملت سے خارج نہیں ہوتا، اور نہ ہی اس پر کفار کا حکم لگایا جاسکتا ہے۔

اس کے بارے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:۔

اَلشِّرْكُ فِي هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَخْفٰى مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلِ [2]

اس امت میں شرک چیونٹی کی رفتار سے تیز چلے گا۔

نتیجہ! | ان احادیث اور قرآنی آیات سے واضح ہے کہ شرک، کفر، فسق، ظلم، اور جہالت کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم کفر کی ایسی ہے جس سے انسان ملت سے خارج نہیں ہوتا۔

نفاق کی دو ۲ اقسام ہیں | ۱۔ نفاق اعتقادی ۲۔ نفاق عملی۔

۱۔ نفاق اعتقادی! کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے کہ ان کا انجام جہنم کے طبقہ درک اسفل میں ہے۔

۲۔ نفاق عملی! کے متعلق لسان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اُؤْتُمِنَ خَانَ،

منافق کی تین علامات ہیں، ۱۔ بات بات پر جھوٹ بولنا۔ ۲۔ وعدہ کی

[1] مشکوۃ ج ۲ ص ۲۹۶ ۔ [2] مشکوۃ ج ۱ ص ۱۷ و علامات النفاق از ابو ہریرۃ۔

خلاف ورزی کرنا۔ ۴۔ امانت میں خیانت کرنا۔

دوسری روایت میں چار علامات کا ذکر ہے

۲۔ اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ

وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ وَاِذَا ائْتُمِنَ خَانَ ۔ لـه

چوتھی علامت کسی الجھاؤ کے موقع پر بکواس کرنا، آپؐ نے فرمایا جس میں یہ چار خصائل ہوں کی وہ خالص منافق ہوگا، اور جس میں ایک خصلت پائی جائے گی اسمیں نفاق کی خصلت ہوگی۔

نتیجہ یہ نفاق عملی ہے جس کے ساتھ اصل ایمان جمع ہوتا ہے!
اور گر نفاق عملی پختہ ہو جائے اور کامل ہو جائے تو اس نفاق سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اگرچہ وہ نماز پڑھے۔ روزہ رکھے، اور اپنے متعلق مسلمان ہونے کا زعم رکھے! ایمان ایک ایسی نعمت ہے جو مومن کو غلط فعال سے روکتی ہے!
جب انسان میں نفاق کی شرائط کامل ہو جائیں تو انسان خالص منافق بن جاتا ہے۔

امام احمدؒ سے کسی نے سوال کیا تھا کہ ایک شخص کبائر پر اصرار کرتا ہے، اور ساتھ ہی کوشش کرتا ہے کہ نماز، زکوٰۃ اور روزہ کو ترک نہ کرے، کیا اس حالت میں وہ مصر اصرار کرنے والا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا وہ مصر ہوگا۔

بارشاد نبویؐ لَا یَزْنِی الزَّانِی حِیْنَ یَزْنِی وَهُوَ مُؤْمِنٌ ۔ ٢ـه

زانی زنا کے اصرار پر مومن رہ سکتا ہے، ہرگز نہیں، اسلام سے خارج ہوگا اسلام میں داخل ہوگا۔

جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے: لَا یَشْرَبُ الْخَمْرَ حِیْنَ یَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ ۔ سـه شرابی حالت شراب میں مومن ہوگا!

اسی طرح ابن عباسؓ کا قول مَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْکٰفِرُوْنَ، ربانی نازل کردہ قانون کے تحت فیصلہ نہ کرنے والا ظالم ہے۔

اسماعیل نے امام احمد سے عرض کیا مَا هٰذَا الْکُفْرُ؟ یہ کفر کیا ہے؟

لـه مشکوٰۃ ج ۱ ص۱۷ باب علامات النفاق، از ابن عمرؓ۔ ۲ سـه مشکوٰۃ ج ۱ ص۱۷ از ابو ہریرہؓ باب علامات النفاق،،

موصوف نے فرمایا ایسا ہے جس سے انسان ملت اسلامیہ سے خارج نہیں ہو سکتا! جیسا کہ ایمان دون ایمان، اسی طرح کفر کی اقسام ہیں - اس سلسلہ میں مزید بحث آئے گی -

فصل ۱۱

دوسرا اصول اس فصل میں ایک اصول بتانا مقصود ہے کہ انسان میں کفر اور ایمان شرک اور توحید، تقویٰ اور فجور، نفاق اور ایمان جمع ہو جاتے ہیں، اہل سنت کا یہ عظیم اصول ہے - اس سلسلہ میں اہل سنت کی وہی بدعت خوارج معتزلہ اور قدریہ نے سر توڑ مخالفت کی ہے -

مسئلہ اہل کبائر کا آگ سے خروج اور ان کا ہمیشہ آگ میں رہنا اسی اصول کی بنا پر ہے - اس مسئلہ پر قرآن، سنت، فطرت اور اجماع صحابہ کے دلائل موجود ہیں۔

۱۔ ارشاد ربانی، وَمَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ -

تشریح اللہ تعالیٰ نے شرک کے ساتھ انکا ایمان ثابت کیا ہے -

۲۔ قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَإِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ - (پ ۲۶ سورۃ الحجرات)

بدوی کہنے لگے ہم ایمان لائے! اعلان کیجئے کہ تم ایمان نہیں لائے، لیکن تم کہو! ہم مسلمان ہوئے، ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرلو، تمہارے اعمال سے کچھ کمی نہ ہوگی، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے -

تشریح اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اعراب کے عدم ایمان لانے کے باوجود اپنی اور رسول اللہؐ کی اطاعت کا ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ انکا

اسلام ثابت کیا ہے۔

یہاں مطلق رسم ایمان مراد ہے

۳- إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ [۱]

مومن وہ جو ایمان لائے اللہ اور رسول پر پھر انہوں نے نہ شک کیا اور اپنے اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، یہی لوگ صادق ہیں۔

تشریح ایسے لوگوں کا صحیح قول یہی ہے کہ منافق نہیں کہنا چاہیئے بلکہ یہ لوگ مسلمان ہیں کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں ہاں مومن نہیں ہیں اگر ان کے پاس ایمان کا کچھ حصہ ہوگا تو انہیں آگ سے نکال دیا جائے گا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں جو شخص زنا، چوری، شراب نوشی، اور ڈاکہ ڈالے، ان چار امور کا ارتکاب کرے۔ یا ان کی مثل یا ان سے بڑا کام کیا تو وہ مسلمان ہے لیکن میں اسے مومن نہیں کہوں گا۔ ہاں اگر وہ ان سے کم درجہ صغائر کا مرتکب ہو تو وہ مومن (یعنی مومن نہیں) ایسا ہے کہ ان سے اپنا ایمان توڑ ڈالا۔

اس پر دلیل یہ حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا جس کے اندر ان امور میں سے ایک خصلت نفاق کی ہوگی تو وہ منافق ہوگا۔ اس سے واضح ہوا کہ انسان کے اندر نفاق اور اسلام جمع ہو سکتے ہیں، اسی طرح جب انسان دکھلاوے کے لئے کام کرتا ہے تو اسکے عمل میں شرک اور اسلام اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ جب کو غیر حکم ربانی پر فیصلہ کرتا ہے یا اس فعل پر جسے رسول اللہؐ نے کفر کا نام دیا، وہ اسلام اور اس کے شرائع کو لازم پکڑنے والا ہے، اس میں کفر اور اسلام قائم ہے۔

نتیجہ سابقہ اوراق میں ہم نے واضح کر دیا ہے کہ گناہ (معاصی) تمام کے تمام کفر کی شاخیں ہیں، انسان کبھی ایک شاخ پر قائم رہتا ہے۔ اس شاخ کے باعث مومن کہلاتا، کبھی اسے مومن کا نام نہیں دیا جاتا، کبھی وہ کفر کی شاخ پر عمل کرتا ہے، جس کے باعث اسے کفر کا نام دیا جاتا ہے اور کبھی اسے کافر نہیں کہا جاتا۔

---

[۱] پ ۲۶ سورۃ حجرات۔

اس بحث میں دو امور ہیں ۔ ۱۔ امر اسمی ولفظی ۔ ۲۔ امر معنوی وحکمی ۔
۲۔ معنوی کا مطلب یہ ہے کیا یہ خصلت کفریہ ہے یا کہ نہیں ؟
(۱) لفظی کا مطلب یہ ہے، کیا اس خصلت کے قائم کرنے کے باعث کافر ہوا یا کہ نہیں ۔
فیصلہ ! پہلے امر کو ہم شرعی (۱) کہیں گے اور دوسرے کو لغوی اور شرعی کہیں گے،

فصل ۱۲

تیسرا اصول وہ یہ ہے کہ انسان اگر ایمان کی ایک شاخ پر قائم ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسے مومن کے نام سے پکارا جائے، اگرچہ اس نے ایمان قائم کیا ہے ۔ اسی طرح جس انسان نے کفر کی شاخ کو قائم کیا ہے اسے کافر نہیں کہا جائے گا ۔ اگرچہ اس نے کفر کو قائم کیا ہے ۔
اس کی صورت ایسی ہی ہے کہ اگر کوئی علم کا ایک حصہ اختیار کرے تو اسے عالم کے نام سے موسوم نہ کیا جائے گا، اسی طرح فقہ اور طب کے بعض مسائل کے جاننے سے فقیہ اور طبیب کے نام موسوم نہ کیا جائے گا ۔
ہاں یہ حقیقت ہے ایمان کی شاخ کے پیش مومن اور نفاق کی شاخ کے پیش منافق ہوگا ۔ کفر کی شاخ کے پیش کافر ہوگا ۔
نتیجہ کبھی انسان پر مطلق فعل کا اطلاق ہوتا ہے ۔
۱۔ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ، جس نے یہ عمل ترک کیا تحقیق وہ کافر ہوا ۔
۲۔ مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ كَفَرَ ۔ جس نے غیر اللہ کی حلف اٹھائی وہ کافر ہوا ۔
۳۔ وَمَنْ اَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ ۔ جس نے کاہن کی بات کی تصدیق کر لی اس نے کفر کیا ۔ حدیث (رواہ صحیح حاکم)

نتیجہ جس انسان سے کوئی کفر کی خصلت صادر ہوئی تو اسے مطلق طور پر کافر نہ کہا جائیگا

لہ مشکوۃ المصابیح ج ۲ ۔ سہ ۱ ۔ ۲ ۔ ۳ ۔ مشکوۃ ج ۱

اسی طرح حرام کے مرتکب کو کسی عمل کے باعث فاسق نہ کہا جائے گا۔ فاسق نام اس وقت دیا جائے گا جب اس پر فسق کا شدید غلبہ ہو۔ ورنہ نہیں۔

۲۔ اسی طرح شرابی، زانی، چور، ڈاکو کو مومن نہیں کہا جائے گا، اگرچہ اس کے ساتھ ایمان ہے، جس طرح کہ کفر کی خصلت کے مرتکب کو کافر نہیں کہہ سکتے، جبکہ معاصی (نافرمانیاں) تمام کے تمام کفر کی شاخیں ہیں، اور اطاعات تمام کے تمام ایمان کی شاخیں ہیں۔

مقصد :۔ مرتکب کبائر سے ایمان سلب کر لیا جاتا ہے اسی طرح تارک نماز سے سلب ایمان اولیٰ ہے،

اسی طرح جو شخص مسلمانوں کو ایذا دیتا ہے اس سے نام اسلام سلب کرنا اولیٰ ہے، تارک نماز کو نہ مومن اور نہ ہی مسلمان کہا جا سکتا ہے اگرچہ اس میں اسلام اور ایمان کی شاخ موجود ہے۔

ہاں ایک بات ضروری ہے، جو انسان کے پاس ایمان کی شاخ باقی ہے، کیا وہ اسے فائدہ دے گی جس کے باعث وہ آگ میں ہمیشہ ہمیشہ نہ رہے، ہاں جتنا اس کے پاس ایمان ہے اس اعتبار سے اسے نفع مل جائے گا، اور اگر جو فعل اس نے چھوڑا ہے وہ شرط ایمان تھی تو ایمان کی شاخ اسے قطعاً فائدہ نہ دے گی اس کی صورت یوں ہے، ایک انسان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اللہ پر ایمان لاتا ہے لیکن ساتھ ہی رسالت محمد رسول اللہ کا انکار کر دیتا ہے تو اسکا مطلق اللہ اور توحید باری پر ایمان لانا فائدہ مند نہ ہو گا۔

اس انسان کی نماز فائدہ نہ دے گی، جس نے قصداً بغیر وضو کے نماز ادا کی، کیونکہ ایمان کی شاخیں ایک دوسرے کے ساتھ مشروط ہوتی ہیں جب وہ ختم ہو جائیں گی تو ایمان نہ رہے گا۔

مسئلہ کیا نماز ایمان کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے؟

دراصل اس مسئلہ میں ایک راز ہے، جتنے ہم نے قرآن وحدیث اور

اقوال صحابہ بیان کیئے ہیں، ان کا خلاصہ یہ ہے کہ بغیر نماز کے انسان کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ نماز تمام دفاتر کی چابی ہے۔ اور انسان کی پونجی ہے، اور حقیقت ہے بغیر پونجی کے نفع حاصل کرنا مشکل ہے، جب انسان کی اصل پونجی میں خسارہ ہو جائے تو اس کے تمام اعمال میں خسارہ ہوگا۔ اگرچہ جو بھی صورت اختیار کرے گا، جیسا کہ فاروق رضؓ کے قول فَاِنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا اَضْيَعُ جس نے نماز کو ضائع کر دیا اس نے تمام اعمال کو ضائع کر دیا۔

اسی طرح ارشاد نبویؐ انسان کے تمام اعمال میں سب سے پہلے نماز کا جائزہ لیا جائے گا۔ اگر انسان نماز میں پاس ہوگا تو دیگر اعمال میں بھی پاس اور اگر نماز میں فیل ہو گیا تو دیگر اعمال کا قطعاً جائزہ نہ لیا جائے گا۔ الفاظ حدیث ملاحظہ کریں:

اِنَّ اَوَّلَ مَا يُنظَرُ فِي اَعْمَالِهِ الصَّلَاةُ فَاِنْ جَازَتْ لَهُ نُظِرَ فِي سَائِرِ اَعْمَالِهِ وَاِنْ لَمْ تَجُزْ لَهُ لَمْ يُنظَرْ فِي شَيْءٍ مِنْ اَعْمَالِهِ بَعْدُ۔

تعجب تعجب والی بات اور حیران کن یہ ہے کہ ایک شخص ترک نماز پر اصرار کرتا ہے، اور اسے یہ کہا جائے کہ ہم عوام الناس کے سامنے تیری آنکھوں پر پٹی باندھتے ہیں۔ اور تلوار سے وار کرتے ہیں نماز پڑھو ورنہ ہم تجھے قتل کر دیں گے۔ تو وہ جواب میں کہتا ہے اُقْتُلُوْنِيْ وَلَا اُصَلِّيْ اَبَدًا مجھے قتل ہونا منظور ہے لیکن میں کسی صورت میں بھی نماز نہیں ادا کروں گا۔ تو ایسے شخص کو کافر نہ قرار دینا بلکہ اسے مومن، اور مسلمان کہنا اس کی وفات پر غسل اور نماز جنازہ پڑھنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا، بعض لوگ تارک نماز کو مومن کامل ایمان کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس کے ایمان کو جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کے ایمان جیسا قرار دیتے ہیں۔

ایسے اشخاص کو حیاء اور شرم کرنی چاہیئے، جو قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہ کے فیصلہ کے تحت کافر ہے، اسے وہ مومن کامل ایمان کیوں کہتے ہیں؟

فصل ۱۳

علماء کرام کے اقوال درباره تارک نماز

تابعین اور تبع تابعین کا فیصلہ ہے کہ تارک نماز کافر ہے اور اس پر اجماع صحابہ بھی ہے۔[1]

۱۔ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں جس انسان نے قصداً نماز کو بے وقت ادا کیا بلاعذر تو وہ کافر ہے،

۲۔ جناب ایوبؒ فرماتے ہیں تارک نماز کافر ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں

۳۔ علی بن حسنؒ ابن مبارکؒ سے بیان کرتے ہیں، موصوف نے فرمایا۔

من قال انی لا اصلی المکتوبة الیوم فھو اکفر من حمار،

جس شخص نے یوں کہا کہ میں آج کے دن فرض نماز نہیں پڑھتا تو وہ گدھے سے بدتر ہے،

۴۔ یحیی بن معین بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ سے ذکر کیا گیا، لوگوں کا خیال ہے کہ جو شخص نہ روزہ اور نہ ہی نماز پڑھتا ہے باوجود اقرار کرنے کے وہ کامل مومن ہے،

موصوف نے جواباً فرمایا ہم اسے مومن نہیں کہتے، بلکہ ہم تو صاف صاف کہتے ہیں، جس نے ترك الصلاة متعمدا من غیر علة حتی ادخل وقتا فی وقت فھو کافر،

جس نے قصداً نماز کو بغیر کسی عذر کے بے وقت ادا کیا وہ کافر ہے۔

۵۔ ابن ابی شیبہؒ ارشاد نبوی ﷺ سے دلیل لیتے ہیں،

من ترك الصلاة فقد کفر[2]

جس نے نماز کو ترک کر دیا تحقیق وہ کافر ہے،

---

[1] جن لوگوں نے صحابہؓ کی ملاقات کی تابعی، رصحابہ کے ملنے والوں سے ملے، سے تبع تابعین کہتے ہیں،

[2] مشکوۃ ج ۱ ص ۵۸ کتاب الصلوۃ، از بریدةؓ۔ (عبدالرشید حنیف)

بے نماز سے کہا جائے گا کہ اپنے کفر سے رک جا اگر رک جائے تو بہتر ورنہ اسے حاکم ۳ دن کی مہلت دے گا، اگر اس نے انکار کیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا،

۶ - احمد بن لبار رضہ سے تارک نماز کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا کافرٌ وہ کافر ہے

۷ - سائل نے کہا کیا اس صورت میں اس سے اس کی عورت الگ ہو جائے گی تو جناب صدقہ نے جواب دیا کفر کا طلاق سے کیا تعلق ہے اگر کوئی شخص کافر ہو جائے تو اس کی عورت اس سے مطلقہ نہ ہو گی؟

۸ - عبداللہ بن نصرؒ بیان کرتے ہیں میں نے اسحاق سے سنا وہ بیان فرما رہے تھے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث ثابت ہے

ان تارك الصلوٰة کافرٌ ، بے نماز کافر ہے ،

اہل علم کی رائے عہد نبوی ص سے لیکر ہمارے دور کے تمام اہل علم کی رائے یہی رہی ہے کہ جو نماز کو قصداً بلا عذر نماز کا وقت ضائع کر دیتا ہے وہ کافر ہے ،

فصل ۱۴

چوتھا مسئلہ کیا ترک نماز کے ساتھ دیگر اعمال برباد ہو جاتے ہیں یا کہ نہ؟

اس مسئلہ کے جواب میں سابقہ اوراق پر بحث ہو چکی ہے، اس مقام پر ہم ایک نفیس بحث خاص طور پر بیان کرنا چاہتے ہیں۔

۱ - پہلی بات صاف صاف یہ ہے کہ جو شخص کلی طور پر نماز کا تارک ہے اسکا کوئی دیگر عمل مقبول نہیں، جس طرح مشرک کا کوئی دیگر عمل قبول نہیں ہوتا

نماز اسلام کا ستون ہے، اسلام کے دیگر شرائع رسی، میخ وغیرہ کی حیثیت رکھتے ہیں، ظاہر ہے جب خیمہ میں ستون نہ ہوگا تو اسے اجزا رسی، میخ وغیرہ کا نام نہ دیں گے، حقیقت یہی ہے کہ تمام اعمال کی مقبولیت کا مدار نماز پر ہے، ورنہ اس کے تمام اعمال کی ردود ہوں گے، اس پر دلیل گذر چکی ہے

مسئلہ ۲: جو شخص نماز کبھی کبھی ترک کر دیتا ہے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

بکروا بالصلاۃ العصر فان من ترک صلاۃ العصر فقد حبط عملہ عصر کی نماز کو وقت پر ادا کیا کرو، کیونکہ جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا، بلاشبہ اس کا عمل برباد، (بخاری)

بعض لوگوں نے اس حدیث کی تشریح میں لاحاصل بحث کی ہے، جناب مہلب نے یوں اس حدیث کی تشریح کی ہے، اس کا معنیٰ یہ ہے جس نے نماز کو ضائع کر دیا اصل وقت کو سستی سے ٹال دیا، جب کہ وہ اصل وقت پر ادا کرنے کی قدر رکھتا تھا۔ اس نماز میں خاصکر اس کا اجر ضائع ہو گیا، یعنی اسے وہ اجر نہ ملے گا جو وقت پر نماز پڑھنے والے کو ملنا تھا اور اس کے اس عمل کو فرشتے نہ لے جا دیں گے،

اس پوری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ تارک نماز کا اسی نماز کا اجر فوت ہو گیا،

لیکن حدیث کے الفاظ کا معنیٰ یہ نہیں ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ عمل بھی برباد ہو جائے، اجر اور فعل ثابت ہو،

لغت اور شریعت میں حبوط کا اطلاق کسی عمل کے ثواب کے فوت ہونے پر نہیں ہوتا، بلکہ کہا جاتا ہے فانہ اجر ذلک العمل! کہ اس عمل کا اجر فوت ہو چکا،

ایک جماعت کا خیال ہے! اس دن کا عمل برباد ہو گا نہ کے اس کے

تمام اعمال، گویا ان کے نزدیک ماضی کے تمام اعمال کا برباد ہونا ایک نماز کی وجہ سے محال ہے، نماز کا ترک ان کے ہاں اعمال کے برباد کا موجب نہیں ہے اس مشکل سے بھی اس دن کا عمل تو برباد ہوگا جو کہ حدیث سے ظاہر ہے، اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کی مراد سے بخوبی واقف ہے،

ترک نماز کی دو اقسام

(۱) پہلی قسم ترک کلی :- یعنی کبھی بھی نماز نہ ادا کرے تو اس سے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے ،

۲- ترک معین : یعنی ایک دن کا عمل مقرر ہے اس دن کے ترک سے اس دن کا عمل برباد ہوگا ،

عام برباد ہونا عام کے ترک کے مقابلہ اور معین کا ترک معین کے مقابلہ میں ہوگا ،

ایک سوال

بغیر مرتد ہونے کے اعمال کیسے برباد ہوں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ بغیر مرتد ہونے کے بھی اعمال برباد ہو جاتے ہیں اس کی دلیل قرآن وسنت اور صحابہ سے منقول ہے

سیئات گناہ، حسنات، نیکیوں کو برباد کر دیتے ہیں، جس طرح حسنات، (نیکیاں) سیئات (برائیوں) کو کافور کر دیتی ہیں ،

ربانی ارشاد

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى [1]

اے ایمان والو تم اپنے صدقات احسان جتلانے اور ایذا دینے سے باطل نہ کر لو ،

(۲) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ [2]

ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے مت بلند کرو، اور مت اپنی آواز بلند کرو اپنی بات پر، جیسا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ بلند

---

[1] بقرہ پ۳ آیت ۲۶۴ - [2] الحجرات پ۲۶ آیت ۲

کرتے ہو، ہوسکتا ہے ایسا کرنے سے تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں شعور تک نہ ہو،

قالت عائشۃ لام زید بن ارقم اخبری زیدًا انہ قد ابطل جہادہٗ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان یتوب لما باع بالعینۃ،

سیدہ عائشہ رضی نے زید بن ارقم کی والدہ سے فرمایا کہ زید کو اطلاع دے دو اس کے جہاد کا عمل جو رسول ﷺ معیت میں کیا باطل ہوگیا، اس بنا پر کہ اس نے تجارت عینہ[1] کی،

امام احمد رضی نے اس نص کے تحت فرمایا ہے، اس زمانہ میں انسان کے لئے لائق ہے کہ قرض لے اور شادی کرے، غیر حلال کو نہ دیکھے جس سے اس کے اعمال برباد ہو جاویں،

قرآنی آیات موازنہ دلالت کرتی ہیں کہ برائی انسان کی نیکی کو برباد کر دیتی ہے اس لئے کہ برائی نیکی سے بہت بڑی ہے، اور نیکی برائی سے برباد ہو جاتی ہے، اس بنا پر کہ برائی بہت بڑی ہے،

سوال اگر کوئی یہ سوال کرے نماز عصر کے ضائع کرنے سے اعمال برباد ہو جاتے ہیں تو دیگر نمازوں کے لئے یہ حکم کیوں نہیں ہے؟

جواب مفہوم لقب سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر کے علاوہ بھی جو نماز ضائع کی جائے گی اس کے اعمال برباد ہوں گے، اور یہ مفہوم انتہائی کمزور ہے، عصر کی خصوصیت اس بنا پر ہے کہ نماز عصر کو دیگر نمازوں میں سے شرف حاصل ہے، جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کو صلوٰۃ وسطیٰ قرار دیا ہے،

ایک دوسری حدیث میں یوں فرمایا:

الذی تفوتہ صلاۃ العصر فکانما وتر اھلہ ومالہ[2]

---

[1] عینہ اسے کہتے ہیں کہ کسی دکاندار سے چیز ادھار لینا مدت معین کئے اور اسے وہی چیز نقد میں فروخت کر دینا کم قیمت پر ناجائز ہے۔ بلوغ المرام ص ۱۶۷ ج ۲

[2] مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۰ باب تعجیل الصلوٰۃ از ابن عمر رضی (متفق علیہ)

جس نے نماز عصر فوت کر لی وہ ایسا ہی ہے جیسے اس کا اصل اور مال تباہ کیا گیا، مرتد یعنی، گویا اس شخص سے اہل اور مال سلب کر لیا گیا کہ وہ اہل اور مال سے محروم ہے اور نماز کے ترک کے باعث عمل کے برباد ہونے کی تمثیل ہے، گویا اعمال صالحہ کو نفع اور فائدہ کے اعتبار سے تشبیہ دی ہے، اہل اور مال کے لحاظ سے!

جس نے نماز عصر کو ترک کر دیا وہ اسی شخص کی طرح ہے جس کا اہل اور مال ہے اور وہ اپنے گھر سے کسی مقصد کیلئے نکلا تو گھر میں اہل اور مال تھا، جب گھر واپس آیا، اہل اور مال کی ضرورت پیش آئی تو وہ بغیر اہل اور مال کے تنہا رہا، اہل اور مال کو نہ پا کر پریشان ہو گا، اگر اس کے اعمال صالح پائے جائیں گے تو تمثیل صادق نہ آئے گی،

فصل ۱۵

حبوط (برباد ہونا) کی دو۲ اقسام ہیں، عام[۱]، خاص[۲]

(۱) عام یہ ہے کہ حسنات، نیکیاں ساری کی ساری ارتداد سے برباد ہوتی ہیں اور سیئات، برائیاں ساری کی ساری توبہ سے ختم ہو جاتی ہیں،

خاص: نیکیاں اور برائیاں ایک دوسرے کے ساتھ ختم ہو جاتی ہیں، یہ حبوط ایک جز کے ساتھ مقید ہے، اس مسئلہ پر سابقہ اوراق میں بحث دلائل سے گذر چکی ہے،

کفر اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ایک دوسرے کو باطل کر دیتا ہے تو گویا وہ ایک ہی شاخ بن گیا جسکی تاثیر سے دوسری کی شاخ کا حصہ ختم ہو گیا، اگر شاخ عظیم ہو گی تو اس کے مقابلہ میں بے شمار شاخیں ہوں گی،

اس سلسلہ میں سیدہ عائشہ رضی کی بات پر غور کرنا چاہئے جو موصوفہ کے عینہ بیع کے حلال جاننے والے کے متعلق بیان فرمائی ہے، وہ یہ کہ ایسی تجارت کرنے والے کا جہاد باطل ہے،

اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے ساتھ محاربت کا اعلان کیا ہے اور رسول ع کی حرب نے کفار کی محاربت کو باطل قرار دیا،

مکروہ لڑائیوں نے محبوب لڑائیوں کو باطل قرار دیا، جس طرح دشمنوں کی محاربت دوستوں کی محاربت کے ساتھ باطل ہو جاتی ہے،

فصل ۱۶

پانچواں مسئلہ کیا رات کی نمازوں کے ساتھ اور دن کی نماز رات کے ساتھ قبول ہوتی ہے یا کہ نہ؟

اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں،

(۱) ایک یہ ہے کہ نص[1] اور اجماع سے قبول کی جائے، وہ اس طرح کہ جس کی دن کی نماز نیند یا نسیان کے عارضہ سے فوت ہو جائے تو وہ رات کو نماز ادا کرلے، اور اس کے برعکس یعنی رات کی دن کو ادا کرلے، اس پر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شاہد ہے:

عَنْ أَنَس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال مَنْ نَسِيَ صَلَاةً أو نام عنها فكفارته ان يصليها اذا ذكرها،

جناب نبی کریم ع نے فرمایا جو شخص نماز سے بھول جائے یا سو جائے، "واللفظ لمسلم"، اس کا کفارہ یہ ہے کہ یاد آنے پر نماز کو ادا کرلے،

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رقد احدكم عن الصلاة او غفل عنها فليصلها اذا ذكرها فان الله يقول اقم الصلاة لذكري[2]

---

[1] قرآنی دلیل، [2] مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۱ کتاب الصلوٰۃ از ابو قتادہ رض

دوسری حدیث میں ہے جب کسی کو نیند آجائے یا نماز سے غافل ہو جائے جب اسے یاد آئے تو نماز ادا کرلے، ارشاد ربانی ہے نماز کو میرے ذکر پر قائم رکھو، (صحیح مسلم)

۳- ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب آپؐ غزوہ خیبر سے واپس پلٹے رات کو سفر کرتے رہے جب نیند غالب ہونے لگی تو آپؐ نے پڑاؤ ڈالا اور بلال رضؓ سے فرمایا اکلا لنا الیل رات کو ہماری نگرانی کرنا بلال رضؓ نے حسب توفیق نماز ادا کی، جناب رسولؐ اور اصحاب رسولؐ سو گئے، جب فجر کا وقت قریب ہونے لگا تو جناب بلال رضؓ نے فجر کی طرف منہ کرکے پلان کے ساتھ ٹیک لگائی بلال رضؓ کی آنکھوں میں نیند کا غلبہ طاری ہوگیا، سورج کی ٹکیہ جب نکلی تو رسول کریمؐ، اور بلال، اور دیگر اصحابؓ بیدار ہوئے، سب سے پہلے آپؐ ہی بیدار ہوئے، جناب رسول کریمؐ گھبرائے، اور فرمانے لگے بلال کیا ہوا، بلال نے جواب دیا اخذ بنفسی الذی اخذ بنفسك بابی انت وامی یا رسول اللہ یا رسول اللہؐ جس نے آپ کے نفس کو پکڑا ہے اس نے میری جان کو پکڑا ہے، میرے والدین آپ پر فدا ہوں، قتادہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ نے فرمایا اپنی سواریوں پر پلان ڈالو! بعدہٗ آپؐ نے وضوء کیا اور بلال کو اقامت[1] کہنے کا حکم دیا، فجر کی نماز پڑھائی، جب نماز سے فارغ ہوئے تو ارشاد فرمایا: مَنْ نَسِیَ الصَّلٰوۃَ فَلْیُصَلِّیْهَا اِذَا ذَکَرَهَا قال اللہ تعالیٰ اقیم الصلوٰۃ لِذِکْرِیْ،

جو شخص نماز کو بھول جائے جب اسے یاد آئے تو نماز ادا کرے، ارشاد ربانی:- نماز کو میری یاد کے لئے قائم کرو،

یہ روایت صحیحین میں عمران بن حصین سے اور صحیح مسلم میں قتادہ سے مروی ہے کہ اصحابؓ نے نیند کا ذکر کیا کہ نماز [illegible] نیند آجائے، تو آپؐ نے فرمایا لیس فی النوم تفریط! نیند میں مواخذہ نہیں ہے۔

---

[1] بخاری میں حدیث ہے، اس میں الفاظ ہیں "اذن" آذان دی گئی، (کتاب الصلوٰۃ ج ۱ بخاری عربی)

انما التفریط علی من لم یصل الصلوۃ حتی یجیئ وقت الاخری!
مواخذہ اسپر ہے جو نماز کا وقت ضائع کر دیتا ہے حتی کہ دوسری نماز کا وقت ہو جائے،

عن عبد اللہ بن مسعود قال اقبل النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الحدیبۃ لیلاً فنزلنا منزلاً دھاساً من الارض فقال من یکلانا؟ فقال بلال انا قال اذا تنام، قال لا فنام حتی طلعت الشمس فاستیقظ فلان وفلان فیہم عمر فقال اھبطوا فاستیقظ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال افعلوا کما کنتم تفعلون فلما فعلوا قال ھکذا فافعلوا عن نام منکم او نسی فھذا۔ (متفق علیہ بین الائمۃ)

جناب ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ حدیبیہ سے رات کو تشریف لائے اور ریک تیسی جگہ میں قیام پذیر ہوئے، آپؐ نے فرمایا: ہماری کون نگرانی کرے گا، بلال نے جواب دیا میں اس کام کے لئے تیار ہوں آپؐ نے فرمایا تجھے نیند آجائے گی! موصوف جواب دیا نیند نہیں آئے گی، بلال اتنے سوئے کہ سورج طلوع ہو گیا، جس سے فلان فلان بیدار ہوئے، ان میں عمرؓ بھی تھے، آپ نے فرمایا اس وادی سے نکلو! جب آپ بیدار ہوئے تو کہنے لگے جس طرح تم پہلے کرتے اسی طرح کرو، جو شخص تم میں سے سو جائے یا بھول جائے تو یاد آنے پر نماز ادا کرلے "مسند احمد"

دو مسائل میں اختلاف

اس مسئلہ میں دو اختلاف ہیں،
۱۔ لفظی، اور ۲۔ حکمی،

۱۔ لفظی! کیا اس نماز کو ادا یا قضاء کہا جائے گا؟

اس میں صرف لفظی نزاع ہے یہ فرض نماز کی قضاء اور ادائیگی سونے والے اور بھولنے والے کے حق میں وقت کے اعتبار سے ہو گی، کیونکہ اس کا یہ وقت یاد اور بیداری کی شکل میں ہے، انسان کو اسی وقت میں نماز ادا کرنی

چاہیئے، جس میں اسے ترک لازم آیا۔
فقہاء نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے، جب انسان کو یاد آئے نماز ادا کرے کیونکہ دیر اس کا وقت ہے، لیکن یہ زیادتی کتب حدیث میں موجود نہیں، اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

عن ابی هریرة ان النبی صلی الله علیه وسلم قال من نسی صلاة فوقتها اذا ذکرها (دار قطنی، بیہقی)

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وقت پر نماز پڑھنی بھول جائے، اس کا وقت وہی ہے جس پر اسے یاد آیا،

فصل ۱۷

مسئلہ حکمی | کیا فوراً بیداری اور یاد کے وقت نماز ادا کرے یا اس کو تاخیر سے ادا کرے؟

اس مسئلہ میں دو اقوال ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ فوراً ادا کرنا واجب ہے یہ قول جمہور فقہاء کا ہے۔ ان میں ابراہیم نخعی، محمد بن شہاب زہری، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، یحییٰ بن سعید انصاری، ابو حنیفہؒ، مالکؒ، امام احمدؒ ان کے اصحاب اور اکثر علماء کا ہے۔

امام شافعیؒ کے ظاہر مذہب کے اعتبار سے، تاخیر کی اجازت ہے۔
موصوف نے اس پر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ جس جگہ میں سب صحابہ اور آپ سو گئے تھے آپؐ نے انہیں حکم دیا اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاؤ، چنانچہ آپؐ نے دوسری جگہ پہ اپنے اصحاب کو نماز پڑھائی،

قتادہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں، جب اصحابؓ بیدار ہوئے تو آپؐ نے

فرمایا سواری پر سوار ہو جاؤ ہم سوار ہو چلے حتیٰ کہ سورج بلند آگیا، آپ سواری سے اُترے وضوء کے لئے پانی منگوایا۔ وضوء کیا، بلال رضؓ نے نماز کے لئے اذان کہی، آپ نے دو رکعت (سنت) ادا کی بعدہ فجر کی نماز پڑھائی [۱] (مسلم)

استدلال آپ اس جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوئے اگر فوراً قضاء نماز ہوتی تو دوسری جگہ منتقل نہ ہوتے، اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں کیونکہ آپ نے جس جگہ سے کوچ کیا تھا اس میں شیطان تھا۔ اس لئے آپ نے اس جگہ نماز نہ پڑھی! کیونکہ کسی جگہ میں شیطان کا حاضر ہونا تاخیر واجب کے لئے عذر نہیں بن سکتا،

امام شافعیؒ فرماتے ہیں اگر فوت شدہ نماز کا وقت کا تنگ ہونا شیطان کی وجہ سے ہو تو تاخیر سے ادا کیا جائے، آپ نے نماز ادا کی اس حالت میں کہ شیطان کا گلہ دبا رہے تھے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں نماز میں شیطان کا گلہ دبانا زیادہ بلیغ اس وادی میں جس میں شیطان ہوگا، اس دلیل کا وہ یہ جواب دیتے ہیں، یہ عبادہ موقتہ ہے جب اس کا وقت فوت ہو جائے تو قضاء فوراً نہ ہوگی، جس طرح رمضان کا روزہ، بلکہ اولیٰ یہی ہے، کیونکہ نماز کی ادائیگی میں وسعت ہے۔ روزہ میں اتنی گنجائش نہیں، قضاء میں گنجائش اولیٰ ہے،

ابو اسحاق مروزیؒ فرماتے ہیں، اگر کسی عذر کی بنا پر نماز کو لیٹ کیا تو وہ دیر سے قضا کرے، (حدیث)

اور اگر بغیر عذر کے نماز کو موخر کرے تو وہ اسے فوراً قضا کرے، تاکہ تفریط اور معصیت کے پیش رخصت نہ ثابت ہو سکے، حالانکہ ایسا نہیں

جمہوری علماء کی دلیل جمہور علماء دلیل پیش کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیس فی النوم تفریط نیند میں تفریط نہیں ہے، جب کوئی شخص نماز بھول جائے یا نماز

کے وقت سو جائے تو یاد آنے پر نماز ادا کرلے، نماز کا ادا کر لینا ہی کفارہ ہے،
ایک دوسری حدیث میں ہے جس کے راوی ابو ہریرہ رض ہیں، جو نماز
کو بھول جائے یاد آنے پر پڑھ لے،
ربانی حکم اقم الصلوٰۃ لذکری، میرے ذکر کے لئے نماز قائم رکھو،
دار قطنی میں یہ الفاظ ہیں من نسی صلاۃ فوقتہا اذا ذکرہا،
جو شخص نماز بھول جائے اس کا وقت وہ ہے جس میں اسے یاد کرے گا،

نتیجہ اس حدیث سے واضح ہے، نماز کو فوراً ادا کرنا واجب ہے۔

استدلال تاخیر تاخیر نماز کا استدلال نیا اس شکل میں ہے کہ اتنا وقفہ دیا جائے جس میں تکمیل نماز کا موقع مل جائے
رفقاء کا انتظار، یا جماعت کرانا تاکہ نماز کا اجر کثیر مل جائے گا، یعنی کسی مصلحت
کے تحت معمولی تاخیر کی اجازت ہے، تاخیر کا مطلب یہ نہیں کہ کئی
سال لگا دے،
امام احمد رح مسافر کے متعلق فرماتے ہیں جب وہ اپنی منزل میں نماز کے
وقت سو جائے حتیٰ کہ اس کی نماز فوت ہو جائے تو مسافر کے لئے مستحب
یہی ہے کہ اس جگہ سے منتقل ہو کر کسی دوسری جگہ نماز کو قضاء کرلے، حالانکہ
موصوف کا مذہب ہے فوراً نماز کو ادا کرلے۔
جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ص کے امور مطلق ہیں تو انہیں مقید
کرنے کی ضرورت کیا ہے، مطلق حکم کے تحت مقیدہ پر عمل کرنے کی ضرورت
نہیں ہے،

قضاء رمضان پر قیاس کرنا یعنی قضاء نماز کے لئے تاخیر کرنے پر قضاء رمضان پر قیاس کرنا، اس کا جواب دو
طریق سے ہے،
۱۔ سنت نے دو مقامات میں تفریق کی ہے، قضاء رمضان کی تاخیر

02812

جائز ہے، اور بھولنے والے کو یاد آنے پر نماز ادا کرنا واجب ہے، ہم سنت کی جمع شدہ چیز میں تفریق نہیں کر سکتے،

۲۔ قیاس حجت ہے اس شکل میں کہ تاخیر رمضان، اس وقت جائز ہے، کہ جب دوسرا امکان نہ آوے۔ اور حالانکہ یہ لوگ فوت شدہ نماز کی تاخیر کو جائز قرار دیتے ہیں، اگرچہ اس پر بے شمار نمازوں کے اوقات گذر چکیں، اب قیاس کہاں ہوگا؟

ان کا یہ قول اگر قضاء نماز فوراً واجب ہوتی تو شیطان کی وجہ سے تاخیر جائز نہ ہوتی۔ اس کا جواب پہلے گذر چکا ہے،

وہ یہ کہ فوراً نماز کی ادائیگی کے قائل کسی مصلحت کے پیش معمولی تاخیر کو جائز قرار دیتے ہیں۔

اور ان کا یہ استدلال کہ آپ نے شیطان کا حالت نماز میں گلا گھونٹنا تھا تو یہ عجیب نقص ہے۔

معمولی تاخیر سے شیطانی جگہ سے عدولی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے نماز کو ترک کر دیا جائے، ہاں جس کی نماز میں شیطان مُخل ہو جائے تو اگر اس وجہ سے نماز ترک کرے گا تو نماز باطل، کیونکہ اس نے دخول نماز کے بعد یہ کام کیا ہے۔ اور اگر دو بار نماز ادا کرتے ہوئے اس کو قطع کر دیا، تو کلی طور پر تارک نماز ہو جائے گا، اب ان مسائل کا آپس میں کیا تعلق ہوگا؟ اللہ تعالیٰ صواب کو جانتا ہے!

فصل ۱۸

مسئلہ دوسری صورت یہ ہے کہ جب انسان نے قصداً نماز کو ترک کر دیا، حتی کہ اس کا وقت چلا گیا! یہ مسئلہ اتنا عظیم ہے اس میں لوگوں

نے تنازعہ کیا، کیا اس صورت میں قضا نماز مفید اور قبول ہوگی، یا اسے نفع نہ دے گی، اور اس کے تدارک کے لئے کوئی حل ہے؟

امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں: اس پر قضا واجب ہے، قضاء کی وجہ سے فوت ہونے کا گناہ زائل نہ ہوگا، بلکہ وہ سزا کا مستحق ہوگا، ہاں اگر اللہ تعالیٰ اسے معاف کردے،

بعض اصحاب سلف او خلف کے قول کے مطابق جس نے نماز کو قصداً بلا عذر نماز کو تاخیر سے ادا کیا تو اس کے تدارک کی کوئی گنجائش نہیں اور نہ ہی وہ قضاء پر کبھی قدرت رکھتا ہے، اس کی نماز قبول نہ کی جائے گی، ہاں یہ غیر اختلافی مسئلہ ہے، کیا توبہ اسے نفع دے گی،

اب سوال یہ باقی رہا کیا اس کی تمام فوت شدہ نمازوں کی توبہ ہوگی، بلغیر قضاء کے توبہ صحیح نہ ہوگی، یا توبہ قضاء پر موقوف نہیں ہے جس کے پیش وہ مستقبل میں ادا کرے اور کثرت نوافل پڑھے، اس کے باوجود سابقہ تلافی کا استدراک مشکل سے ہوگا،

اس صورت میں اختلاف ہے، ہم اس سلسلہ میں فریقین کے دلائل ذکر کرتے ہیں،

قضاء کے واجب کرنے والوں کے دلائل

(۱) جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نائم (سونے والا) ناسی (بھولنے والا) کو قضا کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ وہ دونوں ایسے معذور ہیں جن میں

(۱) افراط (کوتاہی) نہیں، تو عاصی افراط کرنے والے پر بطریق اولیٰ قضاء نماز واجب ہے، اگر نماز وقت پر ہی صحیح ہوتی تو بعد وقت قضاء دینا بھی نائم اور ناسی کے حق میں مفید نہ ہوتا،

(۲) دوسری دلیل: جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مع اصحاب غزوہ

خندق کے موقعہ پر عصر کی نماز مغرب کی نماز کے بعد ادا کی، واضح بات ہے نہ لوگ سوئے ہوئے تھے اور نہ ہی غافل تھے، اور اگر نسیان کا عارضہ لاحق ہوتا تو کسی ایک کو ہوتا، سب کے لئے تو ایسا عارضہ لاحق نہیں تھا،

(۳) **تیسری دلیل** : تاخیر کے ساتھ نماز پڑھنے والا معذور سے کیسے بہتر ہو سکتا ہے کہ معذور پر سختی کی جائے اور مفرط پر تخفیف کی جائے یہ کیسے؟

(۴) **چوتھی دلیل** : اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ اور آپؐ کے اصحابؓ پر نیند طاری کر دی تاکہ امت کے لئے فوت شدہ نماز کا حکم بیان کر دیا جائے کہ نماز فوت ہونے سے معاف نہیں ہوتی بلکہ اس کے بعد ادائیگی سے تلافی ہو جاتی ہے

(۵) **پانچویں دلیل** : جناب رسول کریم ؐ نے اس شخص کو حکم دیا جس نے ماہ رمضان میں اپنی بیوی سے دن میں جماع کیا تھا کہ روزہ افطار کر دے اور اس کی جگہ ایک روزہ کی قضاء دے،

(۶) **چھٹی دلیل** : قیاس اس بات کا متقاضی ہے کہ قضاء نماز واجب ہے، کیونکہ حکم مکلفؒ کے لئے ہے کہ وہ عبادت کو وقت میں ادا کرے، جب انسان وقت میں افراط کرے، اور اسے ترک کر دے ان صورتوں میں نماز یا دیگر کوئی عبادت معاف نہ ہوگی

عدم قضاء کے دلائل

وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اوامر ربانی دو قسم کے ہیں،
(۱) نوع مطلق، غیر موقت : جس کا وقت مقرر نہیں مطلق قسم جس میں وقت کا تعین نہیں ہے، اس میں جب چاہے عبادت کر سکتا ہے،

(۲) نوع موقت بوقت محدود، ایک قسم جو وقت محدود کے ساتھ متعلق ہے، اس کی پھر دو اقسام ہیں،

(۱) **خاص وقت** : جس طرح روزہ کا وقت ہے،

(۲) **عام وقت** : جس طرح نماز کا وقت ہے، یہ قسم اس کا فعل عبادت

وقت کی شرط ہے جس کا سے اس اعتبار سے حکم دیا گیا ہے کہ عبادت اس وقت کے علاوہ نہ ہو گی

دلیل | جس عبادت کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقت مقرر کیا ہے تو اس بعد وقت ادا کرنا شرعاً جائز نہیں۔ اگر حسی طور پر ممکن ہے بلکہ وہ حسی طور پر ممکن نہیں ہے، بعد وقت کے اس کا ادا کرنا غیر مشروع ہے

دلیل | مشروع وہی ہو گا جس کی اللہ اور اس کے رسول ؐ نے اجازت دی ہو گی، اللہ تعالیٰ نے نماز، روزہ، حج، کیلئے اوقات مخصو

ہیں جب ان کے اوقات ختم ہو جائیں گے تو مشروعیت ختم،

اللہ تعالیٰ نے جمعہ کو ہفتہ کے دن مقرر نہیں کیا، اور نہ عرفہ کا وقوف دس تاریخ کو کیا اور نہ حج کو غیر حج کے مہینوں کو مقرر کیا۔ نماز پنجگانہ قرآن وسنت سے ثابت ہیں۔

نیند، نسیان (بھول جانا) | مغلوب العقل[1]، معذوری کے خاتمہ پر نمازیں ادا کر لے،

یہی حالت رمضان کے روزوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عذر کے باعث یعنی بیماری، سفر، حیض (عورت کیلئے) کی صورت میں بعد میں قضا دینے کی اجازت دی ہے۔

یہی رخصت جمع بین صلاتین (یعنی دو نمازیں جمع کر سکتا ہے) بیک وقت جمع بین صلاتین، سفر، یا بیماری، یا ایسا کام جس میں دو نمازوں کے جمع میں جواز ہو،

پس ان صورتوں میں مخصوص وقت سے دوسرے وقت تک معذور کے لئے تاخیر کی اجازت ہے، اور کسی دوسرے کے لئے ایسی رخصت نہیں ہے، اس فیصلہ پر اتفاق ہے،

بغیر عذر کے نمازیں جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے، یہی عمر بن خطاب ؓ کا فرمان ہے

---

[1] جس کا دماغ صحیح نہیں ۱۲ مترجم۔

کہ بغیر عذر کے نمازیں جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے،
اگر کسی نے نماز کو تاخیر سے ادا کیا تو اس پر واجب ہے کہ اسے ادا کرے دوسرے وقت میں، فی الجملہ اسی وقت میں نماز ادا ہوگی،
جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ان خلفاء کی اقتداء میں نماز پڑھو جو نماز بے وقت پڑھتے ہیں، آپ نے عرض کیا اَلَا نُقَاتِلُھُمْ؟ کیا ہم ان سے لڑائی نہ کریں، آپ نے فرمایا نہ جب تک وہ نماز ادا کریں،
امراء، خاص کر ظہر کی نماز کو عصر کے وقت تک موخر کرتے تھے، اس بنا پر ان کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم دیا، نمازی کی نماز ان کی اقتداء میں ہوگی، وہ نفل نماز ہوگی، حالانکہ آپ کا حکم ہے کہ نماز وقت میں ادا کی جائے، اور قتال سے بھی منع کیا،

دلیل جس نے دن کی نماز کو رات کی نماز سے ملا کر پڑھا، یا رات کی نماز کو دن کی نماز سے ملا کر پڑھا، اس طرح سے نماز کو تاخیر سے ادا کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے ثابت نہیں، ایسی نماز نہ صحیح اور نہ ہی قبول ہوگی،

دلیل جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عصر کی نماز کو ترک کر دیا اس کا عمل برباد،
دوسری حدیث: جس نے عصر کی نماز فوت کر لی گویا اس کا اصل اور مال برباد ہوگیا، اگر نماز کا استدراک (ادا کرنا) رات کو جائز ہوتا تو دن کی نماز کا عمل برباد نہ ہوتا،
ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ ادْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الْعَصْرِ قَبْلَ اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ [1]
فکذا من ادرك ركعة من الصبح قبل ان تطلع الشمس فقد ادرك الصبح [2]

---

[1] ، [2] مشکوۃ ج ۱ ص ۶۱ باب تعجیل الصلوۃ بروایت ابو ہریرہ رضی

جس نے عصر کی ایک رکعت سورج کے غروب ہونے سے پہلے پالی اس نے عصر کی نماز پالی،
اسی طرح جس نے سورج کے طلوع ہونے سے پہلے ایک رکعت پالی اس نے صبح کی نماز پالی،
اگر اس کا فعل مغرب کے بعد طلوع شمس تک بعد مطلق صحیح ہوتا تو یقینا نتیجہ مدرک نماز ہوتا، یہ بات یکساں ہے، ایک رکعت پالے یا اس سے کم، یا کچھ بھی نہ پائے، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا اگر اسنے ایک رکعت پالی تو اس کی نماز بغیر گناہ کے صحیح ہوگی، کیونکہ امت کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ نماز کو تنگ وقت میں ادا نہ کرنا چاہیئے،

ادراک کا مطلب ہے نماز کی صحت اور اجزاء رکعت کا پالینا، تمہارے نزدیک صحیح اور کافی ہوگا، جب کسی نے اللہ اکبر کے برابر ادراک کیا یا کچھ حصہ پالیا تو اس صورت میں حدیث کا کوئی مفہوم نہ ہوگا۔

دلیل اللہ تعالیٰ نے ہر نماز کے لئے وقت محدود، اول اور آخر مقرر کیا ہے اس بنا پر قبل دخول وقت اور بعد خروج وقت اجازت نہیں دی قبل وقت اور بعد وقت نماز پڑھنا غیر شرعی امر ہے، اگر نماز کی صحت کیلئے وقت شرط نہ ہوتا تو قبل وقت اور بعد وقت میں نماز کے ادا کرنے کی صحت میں فرق نہ ہوتا، وگرنہ دو نمازوں کو غیر وقت میں ادا کیا جاتا۔
اب سوال یہ ہے کہ افراط سے فوت کرنے والے کی نماز قبول افراط بالتعجیل کی نماز غیر مقبول کیوں؟
نماز وقت پر ادا کرنی ہر حال میں واجب ہے حتیٰ کہ وقت کی خاطر نماز واجبات اور شروط کو ترک کردے،

دلیل نماز کو بروقت ادا کرنا ہر حال میں واجب ہے حتیٰ کہ نماز کے واجبات اور شرائط کو ترک کرنا پڑے، مطلب یہ ہے کہ نماز بروقت ضروری ہے،

جب انسان وضو سے استقبال قبلہ، یا طہارت کپڑا، بدن، ستر عورت یا قرأت فاتحہ، یا قیام سے وقت میں عاجز ہو جائے، اور اس کے لئے ممکن ہو کہ بعد وقت نماز ادا کرے، ان امور کے پیش اس کی نماز وقت میں مشروع ہے اور واجب ہے، اسے بعد وقت نماز پڑھنا کامل شروط اور واجبات کے ساتھ جائز نہیں،

نتیجہ ان امور سے واضح ہو گیا، تمام واجبات سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہاں وقت مقدم ہے، اگر وقت کا خیال نہ رکھا جائے تو دو صورتیں لازم آئے گی،

(۱) شروط و واجبات کو ترک کر دے۔ نماز کو وقت پر ادا کرے، اور اگر استدراک نماز کے لئے وقت نکل چکا ہے تو اس کی نماز وقت کے بعد پورے شرائط و واجبات کے ساتھ ادا کرنا، اس نماز سے بہتر ہے جو وقت میں ادا کی جائے اور واجبات کا خیال نہ رکھا جائے، ایسی نماز اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے، ایسی نماز قرآن اور اجماع صحابہ سے باطل ہے،

دلیل اللہ تعالیٰ نے اس پر وعید فرمائی ہے جو وقت پر نماز ادا نہیں کرتا، ارشاد ربانی: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ

ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں!

سہو کی تفسیر اصحاب رسولؐ نے سہو کی تفسیر، تاخیر وقت بیان کی ہے یہ تفسیر سعد بن ابی وقاصؓ نے اس سلسلہ میں مرفوع حدیث بیان کی ہے

ارشاد ربانی فَخَلَفَ مِن بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا

اضاعت کا معنیٰ صحابہؓ اور تابعینؒ نے اضاعت کا معنیٰ وقت کو ضائع کرنا مراد لیا ہے،

تحقیق حق یہ ہے کہ اضاعت کا معنیٰ (۱) مطلق ترک کرنا، (۲) وقت کو

ترک کرنا، (۳) واجبات کو ترک کرنا (۴) ارکان کو ترک کرنا، (۵) قصداً تاخیر وقت کرنا، جس سے حدود میں تجاوز ہو جائے، یا وقت سے پہلے ہو جائے،

آخر اس کی کیا پوزیشن ہوگی جو حد سے زیادہ تجاوز کرے تو غیر قبول؟

یاد رہے کہ استدراک قضاء (قضاء کرنے نماز پڑھنا) بھی اضاعت میں شمار ہوگا،

ایک سوال | جس نماز کی ادائیگی کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یہ وہی نماز ہے، یا اس کے علاوہ ہے؟

اگر اس کا جواب یہ ہے کہ وہی نماز ہے تو اس پر سوال ہوگا، عمداً اس کا تارک اس کا نافرمان نہ ہوگا کیونکہ اس نے وہ کام کیا جس کا اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو اس صورت میں اس پر گناہ اور ملامت کا ارتکاب نہ ہوگا، یہ فیصلہ بالکل باطل ہے،

اگر یہ کوئی کہے کہ یہ حکم نہیں ہے، تو اسے کہا جائے گا تو ہم اسے دلیل سے قائل کریں گے، اور اسے کہیں کے! جس نے قصداً وقت ضائع کرکے نماز ادا کی، یہ اس کی نماز اطاعت میں شمار ہوگی یا معصیت (نافرمانی) میں اگر وہ جواب دے کہ اطاعت والی نماز ہے تو وہ شخص مطیع بنا۔ اس صورت میں قرآن وسنت اور اجماع کی مخالفت ہوگی، اگر وہ جواب میں کہیں اس کی نماز معصیت ہے تو کہا جائے گا معصیت سے قرب الٰہی کیسے حاصل ہوتا ہے اور معصیت اطاعت کی کیسے نائب بن سکتا ہے، اور اگر تم یہ ذکر کرو، بالفعل مطیع ہے لیکن تاخیر کی وجہ سے نافرمان ہے تو بالفعل مقرب بنا اطاعت کی وجہ سے نہ کہ معصیت سے جس کی وجہ سے نماز اس کی فوت ہوئی تھی۔

اس پر یہ کہا جا سکتا ہے اطاعت حکم کے موافق ہے، اور اس کے حکم کے مطابق ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے اس حکم کی صورت یہ ہوگی جو عمداً نماز کو بلا عذر بے وقت پڑھتا ہے اور وہ مطیع کیسا ہوگا؟

اگر ایسا انسان میطع بن سکتا ہے تو نزاع ختم ہو جاتا ہے!

نتیجہ | جو عبادت غیر اوقات میں ادا کی جائے گی وہ کسی صورت میں قبول نہ ہوگی جس طرح روزہ رات کو قبول قبول نہیں ہوتا اور غیر حج کے مہینوں میں حج قبول نہیں ہوتا اور جمعہ کے وقت کے علاوہ جمعہ نہیں کیا جاتا جو شخص یہ کہتا ہے میں دن میں افطار کرتا ہوں اور رات کو روزہ رکھتا ہوں یا یوں کہتا ہے میں ماہ رمضان کا روزہ شدید گرمی کی وجہ سے افطار کرتا ہوں اور اس کی جگہ موسم بہار میں روزے رکھتا ہوں، یا یوں کہتا ہے میں حج کو محرم کے مہینہ میں ادا کرتا ہوں یا یوں کہتا ہے میں جمعہ کی نماز عشاء کے بعد ادا کرتا ہوں، یا عیدین کی نماز وسط مہینہ میں ادا کرتا ہوں، ایسا کرنے والے میں کیا فرق ہے۔

اسی طرح جو شخص یہ کہتا ہے میں دن کی نماز کو رات تک اور رات کی نماز کو دن تک مؤخر کرتا ہوں کیا ممکن ہے ان کے درمیان تفریق کی جا سکے؟

دلیل | اللہ تعالیٰ نے عبادات کے لئے جگہ، زمانہ، اور صفات ایسی مقرر کی ہیں جس کے پیش ایک جگہ دوسری جگہ کے لئے کام نہیں آسکتی مثال کے طور پر حج کے لئے میقات ہیں، عرفہ، مزدلفہ، منیٰ، موضع جماد، مبیت، صفا، مروہ، تو ان کی جگہ کوئی دوسری کام نہیں دے سکتی، اور نہ کسی ایک جگہ کی صفت دوسری جگہ کی صفت کے لئے کام دے سکتی ہے، اسی طرح کوئی زمانہ دوسرے زمانہ کی جگہ کام نہیں دے سکتا!

دلیل | نص[1] اور اجماع سے ثابت ہے جس نے قصداً نماز کو وقت سے مؤخر کر کے فوت کر لیا، جس طرح کہ جناب رسول کریمؐ نے فرمایا جس کی عصر کی نماز فوت ہو گئی گویا اس کا اہل اور مال برباد ہو گیا، جو چیز فوت ہو جائے اس کا ادراک کسی صورت میں نہیں ہو سکتا، اور

---

[1] یعنی قرآن و حدیث ۱۲

اگر اس کا ادراک ہو سکتا تو اسے "فائتا" فوت ہونے والی سے تعبیر نہ کرتے، فائت کے معنیٰ میں لغوی اور شرعی کوئی شک نہیں ہے، جناب رسول کریمؐ نے فرمایا لَا يَفُوتُ الْحَجُّ حَتّٰى يَطْلُعَ الْفَجْرُ مِنْ يَوْمِ عَرَفَة حج فوت نہیں ہوتا حتیٰ کہ نویں کے دن کا سورج طلوع ہو جائے۔

حج کا فوت ہونا اس کے وقت کے نکلنے کی بنا پر ہے کیونکہ کسی دوسرے روز کے لئے اس کا ادراک ممکن نہیں ہے، اس سے نسیان اور نائم از نماز کو قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ نائم اور ناس کی نماز کو "فائتہ" فوت ہونے والی نہیں کہتے، لہذا نائم اور ناس، اسی وعید میں نہیں ہوگا تارک نماز عصر ایسا ہی ہے جس کا اس کے اصل اور مال کو برباد کر دیا گیا،

دلیل کہتے ہیں تمام امت کا اجماعی فیصلہ ہے جس نے قصداً نماز کو ترک کر دیا حتیٰ کہ اس کا وقت نکل گیا تو اس کی نماز فوت ہوگی، اگر اس کی نماز قبول کی جاتی اور وقت کے بعد صحیح ہوتی تو اس کا نام فائتہ رکھنا لغو اور باطل ہوتا، جس کا ادراک کیا جائے وہ فوت کیسے ہوگی؟ تو وہ اسکا جواب دیتے ہیں، جس طرح فوت شدہ نماز کا ادراک وقت نہیں ہے، اسی طرح اس کی سنت اور فرض استدراک نہیں ہو سکتا، یہی معنیٰ ہے حدیث نبویؐ کا جسے امام احمد نے بیان کیا، مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ لَمْ يَقْضِهِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ[1] جس نے ماہ رمضان کے ایک دن کا بلا عذر روزہ افطار (نہ رکھا) تو وہ اس کی زمانہ بھر قضا نہیں دے سکتا ہے،

دلیل وہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمن کے مقابلہ نماز خوف قصر ارکان پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اس میں افعال[1] کثیر بھی کر سکتے ہیں، حالت خوف میں، قبلہ بدل سکتے ہیں، امام سے قبل سلام پھیر سکتے ہیں پیادہ اور سوار ہو کر نماز ادا کر سکتے ہیں، اشارہ سے نماز ادا کر سکتے ہیں،

---

[1] افعال کثیر۔ اسے عمل کثیر بھی کہتے ہیں نماز چلنا پھرنا، ہتھیار اٹھانا اور نیچے جانا آگے پیچھے کرنا افعال کثیرہ کہتے ہیں نماز میں ضرورت کے وقت ایسا کرنا جائز نماز فاسد نہ ہوگی، بلا عذر نماز فاسد ہوگی (مترجم)

بغیر وقت کے غیر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کر سکتے ہیں، اگر خوف زدہ کی نماز غیر وقت پر ادا شدہ قبول ہو سکتی ہے تو وقت امن اس کی تاخیر جائز ہے، اس سے واضح ہوتا ہے خروج وقت کے بعد نہ نماز جائز ہو گی اور نہ ہی قبول ہو گی، باوجود اس عذر کے جو فی سبیل اللہ دشمن کے ساتھ جہاد کی وجہ سے ہوا ہے۔ تو مقیم تندرست کی نماز بلا عذر کیسے قبول ہو گی، جب وہ مؤذن کی اذان کو بلند آواز سے سنتا ہے وقت کے ختم ہو جانے پر نماز پڑھتا ہے، بلکہ مریض کے لئے بھی اتنی رعایت نہیں کہ وہ نماز بے وقت پر ادا کرے، بلکہ اسے حکم دیا گیا ہے! بغیر قیام، رکوع اور سجدہ کے پہلو پر لیٹ کر نماز ادا کرے۔ اگر بے وقتی نماز قبول ہوتی تو مریض کو زمانہ صحت میں تاخیر کی اجازت دی جاتی، حالانکہ ایسا حکم نہیں ہے، تو تمہیں چاہیئے کہ ہمیں قرآن وسنت یا لسان رسالت کے کسی اثر سے بتائیے کہ جو شخص قصداً نماز کو فوت کر لے اور وقت نکلنے پر نماز ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول کر لیتا ہے، اس کی نماز بالکل صحیح ہوتی ہے، اپنے ذمہ سے بری ہو جاتا ہے، اور اسے فرض کی ادائیگی پر ثواب ملتا ہے۔

واللہ تمہارے پاس اس کا کوئی جواب قیامت تک نہ بن پائے گا، ہمیں تمہیں اپنے دعویٰ پر دلائل اصحاب رسولؐ کی لسان سے پیش کرتے ہیں، ملاحظہ کریں:

فصل ۱۹

وصیت ابو بکرؓ برائے عمرؓ

جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول جس کی کسی صحابی نے مخالفت تک نہ کی،

جناب ابو بکر صدیقؓ نے عمرؓ بن خطاب کو وصیت فرمائی:

میں تجھے وصیت کر رہا ہوں ایسی وصیت ہے اگر تو نے اسے محفوظ

کرلیا تو تیرے لئے نتائج کے اعتبار سے بہتر ہوگی،
اللہ تعالیٰ کے کچھ حق دن میں ہیں جنہیں وہ رات کو قبول نہیں فرماتا اور
کچھ حق رات میں ہیں وہ انہیں دن میں قبول نہیں فرماتا،
اور یاد رہے اللہ تعالیٰ نوافل قبول نہیں کرتا جب تک فرائض نہ ادا کئے
جائیں جن لوگوں نے دنیا میں حق کی اتباع کی قیادت میں ان کے میزان کا وزن
بھاری ہوگا۔ میزان میں حق ہی رکھا جائے گا اور حق ہی وزنی ہوتا ہے جس
نے دنیا میں باطل کی اتباع کی اس کا قیامت میں میزان ہلکا ہوگا اور حقیقت
باطل کا وزن ہلکا ہوتا ہے۔
اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا ذکر کیا اور ان کے گناہوں کو معاف کر دیا،
جب تو اہل جنت کا ذکر کرے تو اس پر رکھ کہ میں ان سے ہوں گا۔
موصوف نے اہل نار اور ان کے اعمال کا ذکر کیا اور فرمایا جب تو اہل
نار کا ذکر کرے تو دعا کرنا یا اللہ مجھے ان سے بچائیو،
رحمت کی آیت کا ذکر کرنا اور عذاب کی آیت کا تاکہ مومن رحمت سے
پرامید ہو اور عذاب پر خائف ہو، انسان حق کی اللہ کے ہاں امید رکھے اور
اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے،
اگر آپ نے میری وصیت کو یاد کر لیا تو کوئی غائب چیز تجھے موت سے
زیادہ محبوب نہ ہوگی، اور ضرور تو موت کو یاد کرے گا، اور اگر تو نے میری
وصیت کو ضائع کر دیا موت سے تجھے نفرت ہوگی اور یہ چیز تیرے لئے
خطرناک ثابت ہوگی،
ایک روایت میں ہے ابوبکرؓ نے یہ وصیت مرگ کے وقت ارشاد
فرمائی تھی۔
ابوبکر (عبداللہ بن ابی قحافہ) صدیق رضؓ کی وصیّت میں یہ جملہ قابل غور
ہے اللہ تعالیٰ دن کے عمل کو رات کے وقت اور رات کے عمل کو دن کے وقت

قبول نہیں فرماتا، جس نے ہماری اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے ایسے چاہیئے کہ یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ عشاء کی نماز دوپہر کو قبول کرتا ہے، عصر کی نماز چڑھے دن کے حصہ میں قبول کرتا ہے۔

ہمارے دلائل کی حمایت میں ابوبکرؓ، عمرؓ، ابن عمرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، سلمان فارسیؓ، ابن مسعودؓ، قاسمؒ بن محمد بن ابی بکر، بدیل عقیلیؒ، محمد بن سیرینؒ، مطرف بن عبداللہؒ، عمر بن عبدالعزیزؒ۔

ابن حراشؒ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ صحیفہ میں پڑھ رہا تھا تو اسے فرمانے لگے قاری صاحب یہ کیا چیز ہے؟

فرمایا! اس شخص کی نماز نہیں ہے جو وقت پر ادا نہیں کرتا، پہلے نماز پڑھ، بعدہ جو جی میں آئے پڑھ نہیں لینا۔

دلیل وہ کہتے ہیں! یہ تمہاری تاویل صحیح نہیں لا صلوٰۃ کاملۃ! نماز کامل نہیں ہوتی، اس کی چند وجوہ ہیں،

۱- نفی حقیقت مسمیٰ کی نفی کرتی ہے، مسمیٰ اس مقام پر ترتیب ہے اور اس کی حقیقت منفی ہے، یہ لفظ کی حقیقت تھی اس سے خروج کو واجب کرنے والی کونسی چیز ہے؟

۲- نفی سے مراد اگر نفی کمال ہے کمال مستحب تو باطل ہے، کیونکہ حقیقت شرعیہ مستحب کی نفی کے ساتھ منفی نہیں ہوتی، کیونکہ وہ تو ارکان سے رکن یا اجزاء سے جز کی نفی کرتی ہے اسی طرح جو نفی حقیقت شرعیہ پر وارد ہو گی،

ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم:-

لا ایمان لمن لا امانۃ لہ	جو امین نہیں اس کا ایمان نہیں،
ولا صلوٰۃ لمن لا وضوء لہ	جس کا وضوء نہیں اس کی نماز نہیں
ولا عمل لمن لا نیۃ لہ،	جس کی نیت نہیں اس کا عمل نہیں،

لا صیام لمن لا یبیت الصیام من اللیل[1] جو رات کو روزہ کی نیت

[1] کتاب الصیام ج ۲ "مشکوٰۃ"

نہیں کرتا اس کا روزہ نہیں،
ولا صلوٰۃ لمن لا یقرء بفاتحۃ الکتاب[1] جو سورۃ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں،

اگر کوئی عبادت بعض مستحب امور کے باعث ختم ہو جاتی ہے تو کوئی ایسی عبادت نہیں ہے، جس کے اوپر ایک جنس ہے وہ اللہ کو محبوب ہے، تم نے ہمارے ساتھ اتفاق کیا ہے، وقت نماز واجبات سے ہے، اور جب واجب (وقت) کی نفی ہو گئی تو وہ نماز نہ صحیح اور نہ قبول ہو گی،

جب حقیقت مسلمہ کی نفی نہ ہو گی تو اس کی صحت کی نفی ہو گی، تو یہ نفی کمال مستحب کے لئے اقرب ہو گی،

اس سلسلہ میں ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ نماز کا وقت ہے حج کے وقت کی طرح نماز کو وقت پر ادا کرو، موصوف نے صراحت کر دی کہ نماز کا وقت حج کے وقت کی طرح ہے، جب حج بے وقت نہیں ہو سکتا، تو نماز بے وقتی کی کس طرح کفایت کر سکتی ہے؟

بدلیل عقلی بیان کرتے ہیں جب انسان نماز وقت پر ادا کرتا ہے، تو نماز اوپر پرواز کرتی ہے اس صورت میں کہ اس کا نور آسمان میں پھیل جاتا ہے، اور کہتی ہے تو نے میری حفاظت کی اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے گا، اور جب نماز بے وقتی پڑھی جائے تو اسے اس طرح لپیٹا جاتا ہے جس طرح پرانا کپڑا تو وہ نماز اس کے منہ پر ماری جاتی ہے،

فصل نمبر ۲

مسئلہ جو لوگ بے وقت نماز کو شمار کرتے ہیں اس نمازی کو بری الذمہ قرار دیتے ہیں،

---

[1] صحیح بخاری ج ۱ کتاب الصلوٰۃ، مشکوٰۃ ج ۱،

اس مسئلہ کی حمایت کے لئے عمر بن عبد البر نے خوب محنت کی ہے، ہم اس کی پوری کلام کا ذکر کرتے ہیں، جسے موصوف نے اپنی کتاب الاستذکار، کے باب النوم عن الصلوۃ، میں ابن عباس سے ایک حدیث نبوی پیش کی ہے، وہ یہ ہے، جناب رسول کریم ایک سفر میں تھے رات کے آخری حصہ میں کسی جگہ ڈیرہ ڈالا سب رفقار قافلہ سورج کے طلوع ہونے کے بعد بیدار ہوئے آپ نے بلال رض کو حکم دیا موصوف نے اذان دی پھر دو رکعت نماز ادا کی، (سنت فجر) ابن عباس فرماتے ہیں مجھے اسی رخصت سے دنیا و مافیہا (دنیا اور جو کچھ اس میں ہے) کی کوئی چیز بھی اچھی نہ لگی، (یعنی بہت خوشی ہوئی تاخیر نماز کی رخصت پر)

ابو عمر و بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کے سبب کو خوب جانتا ہے، ہو سکتا ہے کہ اصحاب رسول تمام امت کو یہ مسئلہ بتا دیں گے، کہ جو شخص وقت میں نماز ادا نہیں کر سکا وہ قضا کر کے ادا کرے، جس صورت میں بھی ہو نائم (سونے والا) ناسی، (بھولنے والا، غافل) یا عمداً تارک نماز ہے، اس سلسلہ میں سعید بن مسیب بیان کرتے ہیں، جناب رسول کریم نے فرمایا:

مَنْ نَسِیَ الصَّلٰوۃَ فَلْیُصَلِّہَا اِذَا ذَکَرَھَا[1]، جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے جب اسے یاد آئے نماز پڑھ لے،

نسیان لغت عرب میں نسیان کا اطلاق عمداً چھوڑنے، یا بھول جانے کے معنی میں آتا ہے،

ارشاد ربانی: نَسُوا اللّٰہَ فَنَسِیَہُمْ[2] یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو ترک کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام پر ایمان لانا چھوڑ دیا، جس کے پیش اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے محروم کر دیا، یہ معنیٰ قرآنی تعلیم کے مخالف نہیں ہے،

سوال اگر کوئی شخص یہ سوال کرے نائم ناسی کو ذکر کے ساتھ کیوں خاص

---

[1] مشکوۃ ج ا کتاب الصلوۃ فی الاذان۔ [2] سورۃ توبہ پ ۱۰۔

کیا ہے ؟ جیسا کہ حدیث میں ہے مَنْ نَامَ عَنِ الصَّلٰوۃِ اَوْ نَسِیَہَا فَلْیُصَلِّہَا اِذَا ذَکَرَھَا ؟ نائم اور ناسی اکے ذکر کا مطلب یہ تھا کہ تاکہ وہم اور ظن گمان رفع ہو جائے اس بنا پر کہ نائم (سونے والے) مرفوع القلم ہے اس سے گناہ نیند کے باعث معاف ہو جاتے ہیں اور یہی حالت نسیان کی ہے!

جناب رسول کریم ؐ نے واضح فرمایا گناہ کی معافی سے فرض نماز معاف نہیں ہوتی، ان دونوں پر نماز ذکر (یاد) کے وقت واجب ہے، ہر ایک ان میں سے خروج وقت سے یاد آنے پر نماز کی قضاء دے،

اللہ تعالیٰ نے یکساں طور پر اپنے نبی کریم ؐ کی لسان سے واضح فرمادیا نماز مُوَقّتْ اور روزہ موقت ماہ رمضان میں، ان دونوں کو خروج وقت کے بعد قضاء دے، نائم اور ناسی نماز کی پوزیشن واضح ہو چکی، مریض اور مسافر وقت نکلنے پر حالت صحت اور اقامت میں روزہ قضاء کرے،

تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے ایک شخص نے ماہ رمضان کے روزے حالت ایمان میں عمداً عذر اور تکبر کے باعث ترک کر دیئے اس کے بعد اس نے توبہ کر لی، تو اس پر قضاء ہو گی،

اسی طرح ایک شخص قصداً نماز کو ترک کر دیتا ہے اس پر قضاء ہے قصداً اور بھولنے والا نماز اور روزہ کی قضا میں برابر حکم رکھتے ہیں اگرچہ ان کا اختلاف گناہ میں ہے۔ مثال کے طور پر ایک ظالم عمداً اور بھول کر مال ضائع کر دیتا ہے، جرم میں برابر لیکن گناہ میں برابر نہیں، اس قسم کا فیصلہ رمی جمار فی الحج کے مسئلہ کے خلاف ہے، عامد اور ناسی کے لئے غیر وقت رمی جمار کرنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ اس کی جگہ خون[1] دینا پڑتا ہے، (یعنی جانور ذبح کرنا) بخلاف قربانی کے کیونکہ قربانی فرض کے طور واجب نہیں، نماز اور روزہ دونوں فرض واجب اور قرض ثابت، جسے ہمیشہ ہمیشہ ادا کرنا پڑتا ہے، اگر وقت نکل جائے جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دَیْنُ اللّٰہِ اَحَقُّ اَنْ یُّقْضٰی،

---

[1] ایک جانور بطور جرمانہ ذبح کرنا پڑتا ہے ۱۲ مترجم،

اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ لائق ہے کہ اسے ادا کیا جائے،

نائم اور ناسی دونوں معذور ہونے کے باعث خروج وقت کے بعد نماز کی قضا دیں تو عمداً نماز کا تارک اپنے فعل میں گنہگار ہے اگرچہ وہ انکار کرے تو اس سے فرض نماز ساقط نہ ہوگی۔ اسے نماز کی ادائیگی کا حکم دیا جائے گا، نافرمانی کی توبہ اسی شکل میں ہوگی جس چیز کو قصداً ترک کیا ہے اسے اپنی ندامت کے پیش سابقہ گناہ کی تلافی اقامت اور ادائیگی کی شکل میں کی جائے،

داؤد ظاہری کا مذہب اور بعض اہل ظاہر کا مسلک

بعض اہل ظاہر جمہور علماء اسلام کے خلاف ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ جس نے عمداً نماز کو وقت میں ترک کر دیا چونکہ وہ نہ نائم تھا اور نہ ہی ناسی اس لئے غیر وقت میں نماز نہیں پڑھ سکتا،

حالانکہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا جو انسان اپنی نماز کے وقت سو جائے یا بھول جائے، وہ یاد آنے پر نماز ادا کرلے، ان کے ہاں عمداً ترک کرنے والا نہ ناسی اور نہ ہی نائم ہے، ان کا قیاس ہمارے ہاں جائز نہیں ۔

جو شخص حالت احرام میں شکار کو قتل کرے، ہمارے ہاں اس کی کوئی جزا نہیں،

ظاہری نے جمہور علماء کے ساتھ دو مسائل میں اختلاف کیا ہے، اس نے خیال کیا کہ میرا مواخذہ نہ ہوگا، تو اس نے اپنے مقصد کے لئے ایک شاذ[1] روایت تابعین سے نقل کر دی ہے،

جناب ظاہری نے طریق نظر اور اعتبار کی مخالفت کی ہے اور اہل شہر کی ایک عظیم علماء کی جماعت کی مخالفت کی ہے ،

[1] شاذ روایت اسے کہتے ہیں، مارواہ المتفرد وتفرد به، تفرد راوی بیان کر اس صورت میں کہ وہ متفرد ہو جسکا کوئی موافق اور معاضد نہ پایا جائے، مقدمہ مشکوٰۃ صہ ۴

ظاہری نے اپنے دعویٰ میں کوئی معقول دلیل پیش نہیں کی ،

جناب ظاہری کی ایک دلیل یہ ہے ، نماز کی قضا خروج وقت پر ہوگی جیساکہ روزہ کی قضا ، اجماع امت اس بات پر ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایک رکعت عصر کی غروب شمس سے قبل پائی ، اس نے عصر کی نماز پائی اور جس نے صبح کی نماز پالی ، اس میں آپؐ نے عمداً کا استثنیٰ نہ فرمایا ،

تمام صحابہؓ نے آیت سے نقل کیا جس نے ایک رکعت عصر کی نماز سے پالی غروب شمس سے پہلے تو اس نے غروب شمس کے بعد پوری عصر کی نماز پڑھ لی ، یہ اس صورت میں ہے جب نماز کا وقت جا چکا ہو ، تمام کے ہاں یہی مسئلہ ہے ،

کوئی فرق نہیں ایسے شخص کے بارے میں ساری نماز عصر ، عمداً ، نسیان ، یا افراط میں ادا کرے ، اور بعض نے اس کے عمل میں نظری خیال کیا نہ کہ اعتبار کے لحاظ سے ،

دوسری دلیل جناب رسول کریمؐ اور آپؐ کے صحابہؓ خندق کے روز ظہر ، عصر ، کی نماز غروب سورج کے بعد ادا کی اسی کام کی بنا پر کہ مشرکوں نے جنگ پا رکھی تھی (حدیث)

نتیجہ اس روز آپؐ نہ نائم اور نہ ہی ناسی تھے ، اور نہ ہی اس روز مسلمانوں اور کافروں کے درمیان کوخطرناک جنگ تھی ، آپؐ نے ظہر اور عصر کی نماز رات کو ادا کی ،

تیسری دلیل جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں اپنے اصحاب سے خندق سے واپسی پر فرمایا :

لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ مِّنْكُمُ الْعَصْرَ اِلَّا فِىْ بَنِىْ قُرَيْظَةَ [۲]

ہر شخص تم میں سے عصر کی نماز بنی قریظہ میں پڑھے ۔ (حدیث)

---

[۱] مشکوٰۃ ج ا ص۳ صحیح بخاری ، غزوہ خندق ، [۲] صحیح بخاری ،

تمام اصحابِ رسولؐ بھاگ نکلے، بعض نے بغیر بنو قریظہ کے نماز ادا کی، اس خیال سے کہ وقت مقررہ نکل جائے گا، بعض نے سورج کے غروب ہونے کے بعد بنو قریظہ میں نماز پڑھی، اس ارشاد نبویؐ کے پیش لا یصلین احدکم العصر الا فی بنی قریضۃ،

نتیجہ جناب رسول کریمؐ نے دونوں جماعتوں کو ان کے نماز کی ادائیگی پر کسی کو عتاب نہ کیا، حالانکہ ان دونوں جماعتوں میں تمام کے تمام نہ نائم تھے اور نہ ہی ناسی تھے، بعض نے نماز کو تاخیر سے ایسے وقت میں ادا کیا کہ اصل وقت جا چکا تھا، اس تاخیر کا آپؐ کو پوری طرح علم تھا، اور کسی کو آپؐ نے یوں نہ کہا کہ تو نے نماز وقت میں ادا نہ کی، اور نہ کسی کو فرمایا کہ خروج وقت پر قضا نہ دے،

چوتھی دلیل ارشاد نبویؐ سَيَكُونُ بَعْدِي أُمَرَاءُ يُؤَخِّرُونَ الصَّلٰوةَ عَنْ مِيقَاتِهَا، قَالُوا أَفَنُصَلِّي مَعَهُمْ؟ قَالَ نَعَمْ [1]

آپ نے فرمایا میرے بعد ایسے امراء ہوں گے جو نماز کو اپنے وقت سے تاخیر سے ادا کریں گے صحابہ نے عرض کیا کیا ہم ان کی اقتداء میں نماز ادا کر لیں، آپؐ نے فرمایا ہاں!

دوسری روایت میں یوں الفاظ ہیں، بروایت عبادہ بن صامت:

كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ سَيَجِيءُ بَعْدِي أُمَرَاءُ يَشْغَلُهُمْ أَشْيَاءُ حَتّٰى لَا يُصَلُّوا الصَّلٰوةَ لِمِيقَاتِهَا، قَالُوا نُصَلِّيهَا مَعَهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ؟ قَالَ نَعَمْ،

کہ ہم آپؐ کے پاس تھے، آپؐ نے فرمایا میرے بعد ایسے امراء آئیں گے انہیں بعض امور ایسی مشغول کر دیں گے کہ وہ نماز کو وقت پر نہ ادا کریں گے، صحابہ نے عرض کیا ہم ان کی اقتداء میں نماز ادا کریں؟ آپؐ نے فرمایا نعم، — ہاں،

---

[1] مشکوۃ

اس حدیث میں ابو مثنیٰ احمصی - املوکی بقول ابوعمر ثقہ راوی ہے!

نتیجہ آپؐ نے اس فرمان سے نماز کو مباح (جائز) قرار دیا، خروج وقت پر نماز پڑھنے کے متعلق بے شمار احادیث ہیں،

امراء سے مراد امراء بنو امیہ تھے اور یہ اکثر امراء جمعہ کی نماز کو غروب شمس تک ادا کرتے تھے،

ارشاد نبویؐ انما التفریط علی من لم یصل حتیٰ یدخل وقت الاخری تفریط یہ ہے کہ نماز کو تاخیر کر کے دوسرے وقت میں ادا کیا جائے، جبکہ آپؐ نے فرمایا: حالت اقامت میں ظہر کا وقت اس وقت تک ہے کہ جب تک عصر کا وقت نہ ہو،

آپؐ سے بے شمار صحیح احادیث منقول ہیں جن کا میں نے تذکرہ کتاب الاستذکار، کے شروع میں کر دیا ہے،

ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ نے فرمایا:

لیس فی النوم تفریط[1] نیند میں تفریط نہیں ہے، تفریط کا شکار وہ ہے جو نماز کو مؤخر کر کے دوسرے وقت میں ادا کرتا ہے، ایسے شخص کو آپؐ نے مفرط فرمایا ہے، اور ظاہر ہے کہ مفرط معذور نہیں ہے جس طرح کہ نائم اور ناسی عذر کی بنا پر معذور ہوتا ہے! اس بنا پر آپؐ نے مفرط کی نماز کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث ابوقتادہ میں ہے، آپؐ نے فرمایا صبح کو وقت پر نماز ادا کر لینا،

نتیجہ یہ فلسفہ مفرط کے حق میں واضح طور پر ابعد ہے کہ وہ نماز کو یاد آنے کے وقت اور بعد یاد آنے کے وقت ادا کر لے،

ابوقتادہ کی حدیث مذکور سند کے اعتبار سے صحیح ہے، لیکن اس کا معنیٰ عمران بن حصین کی حدیث کہ رسول کریمؐ کی سفر میں نماز کا نیند کی وجہ سے متروک ہو جانے کے جس میں ہے کہ اصحابؓ نے ذکر کیا کہ ہم اسے کل صبح

---

[1] مشکوٰۃ ج ۱

وقت پر نہ ادا کر لیں۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا! نہیں! اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کیا ہے، تفریط سے وہ تم سے قبول کرلے،

اسی طرح کی حدیث ابوہریرہؓ سے روایت ہے، ان تمام احادیث کی اسناد کتاب "تمہید" میں ذکر ہو چکی ہیں،

عبدالرحمن بن علقمہ ثقفی صحابی نے ذکر کیا کہ ثقیف قبیلہ کا وفد رسول کریمؐ کے پاس آیا آپؐ سے انہوں نے سوالات کا سلسلہ شروع کر دیا اس دن آپؐ نے ظہر کی نماز عصر کے ساتھ ادا کی،

نتیجہ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے آپؐ نے مصروفیت کی بنا پر نماز کو تاخیر سے ادا کیا،

فیصلہ علماء جس انسان نے عمداً نماز کو ترک کر دیا حتیٰ کہ نماز کا وقت جاتا رہا تو وہ عاصی ہے،

بعض علماء کے نزدیک ایسا فعل کرنے والا کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا، اس پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ عاصی اپنے گناہ سے توبہ کرے اور اس پر نادم ہووے، اور یہ اعتقاد ظاہر کرے، دوبارہ اس جرم کا اعادہ نہ کرے گا،

ربانی ارشاد وَتُوبُوٓا إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ اللہ کی طرف توبہ کرو تمام کے تمام اے مومنوں تاکہ تم فلاح پا جاؤ،

جس انسان پر اللہ کا حق لازم ہے یا کسی بندے کا حق اس پر لازم ہے کہ اس سے خلاصی حاصل کرے۔

جناب رسول کریمؐ نے اللہ تعالیٰ کے حق کو آدمیوں کے حقوق سے تشبیہ دی ہے، فرمایا دَيْنُ اللّٰهِ احق ان يُقْضىٰ اللہ تعالیٰ کا قرضہ زیادہ لائق ہے کہ اسے پورا کیا جائے،

لیکن ظاہری کی تاویلات پر انتہائی افسوس ہے کہ اس کی اساس شاذ

روایات پر ہے، فرائض کا سقوط اجماع کے ساتھ یا سنت ثابت کے ساتھ ہوتا ہے، فرض نمازیں اجماع سے واجب ہیں، بعدہ شاذ روایات ہیں جسے علمار امصار نے نقل کیا، ان میں سنت کا ثبوت نہ تھا، تو فرائض کو اجماع کے باوجود ختم کر دینا اور اصل کو چھوڑ دینا اور اپنے آپ کو بھلا دینا یہ کوئی اصول کی بات نہیں،

ابن عبدالبر رح نے داؤد اور اس کے اصحاب کا ذکر کیا ہے، جب عمدًا کوئی شخص نماز کو فوت کر لے تو اس پر قضار نماز واجب ہے یہ داؤد کا قول ہے جو اہل ظاہر کی دلیل ہے،

میرے خیال کے مطابق ظاہری۔ علمار سلف اور خلف کی جماعت سے خارج ہے اور اس نے تمام فقہار کے فرقوں کی مخالفت کر کے علیحدگی اختیار کر رکھی ہے،

وہ شخص کبھی بھی علم میں امام نہیں ہو سکتا جو شاذ علم کو اختیار کرے،

ظاہری نے اپنی کتاب میں صحاب اور تابعین سے اقوال کے بیان کرنے کے مغالطہ میں ڈالا ہے،

اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ کے متعلق اس نے ابن مسعود، مسروق، عمر بن عبدالعزیز کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اضاعت کا معنیٰ اضاعت وقت مراد لیا ہے، اور اگر وہ اسے ترک کر دیتے تو ترک کے باعث کافر بن جاتے، حالانکہ ظاہری) عمدًا تارک نماز کو کافر قرار نہیں دیتا، جبکہ وہ اس کی اقامت کا انکار کرے اور نہ اس پر قتل کا حکم لگاتا ہے، جب کہ وہ ترک نماز کا اقرار کرے،

ایسے شخص کا قول کیسے حجت ہو گا،؟ حالانکہ یہ بات معلوم ہے جس نے نماز کو قضا کر لیا اس نے اس کے ضائع ہونے سے توبہ کر لی،

ارشاد ربانی:۔ اِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى
میں اس شخص کو بخش دیتا ہوں جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا، اور

نیک عمل کیا اس نے نجات پائی،

یاد رہے! نماز کو ضائع کرنے والے کی توبہ اس کا وقت صحیح ہو گی جب وہ نماز کو ادا کرے گا، جس طرح مقروض جب تک قرض ادا نہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہ ہو گی،

جس نے نماز حالت افراط میں قضا کی اس نے توبہ اور نیک عمل کیا، اللہ تعالیٰ عمدہ عمل کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا،

سلیمان سے منقول ہے: اَلصَّلٰوۃُ مِکْیَالٌ فَمَنْ وَفّٰاہُ وُفِّیَ لَہٗ وَمَنْ طَفَّفَہٗ فَقَدْ عَلِمْتُمْ قَالَ اللّٰہُ فِی الْمُطَفِّفِیْن

نماز ایک پیمانہ ہے جس نے اسے پورا کیا اسے پورا پورا دیا جائے گا، اور جس نے اس میں کمی کی تمہیں معلوم ہے اللہ نے کمی کرنے والوں کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا (یعنی ہلاکت ہے کمی کرنے والوں کے لئے)

اس بات سے حجت نہیں ہو سکتی، کیونکہ ظاہری معنیٰ مطفف کا یہی ہے اگرچہ نماز وقت پر ادا کرے،

نماز کی حالت بھی ایسی ہوتی ہے کبھی رکوع اور سجدہ وقت میں کمی بیشی باوجود ادا کرنے کے بھی واقع ہو جاتی ہے،

سیدنا ابن عمرؓ ذکر کرتے ہیں: لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یُصَلِّ الصَّلٰوۃَ بِوَقْتِہَا جو شخص نماز وقت پر ادا نہیں کرتا اس کی نماز نہیں ہوتی،

ہم کہیں گے کہ اس کی نماز کامل اجزا والی نہیں ہوتی جس طرح ہے لَا صَلٰوۃَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ [1] مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد ہی میں ہوتی ہے،

لا ایمان من لا امانۃ لہ، جس کی امانت نہیں اس کا ایمان نہیں، جس نے نماز کی قضا دی اس نے نماز کو ادا کیا، جس نے ترک کیا اور اپنے نسیان پر توبہ کی، جس نے یہ معنیٰ لیا اس کی حجت قوی اور صحیح نہیں ہے،

[1] یہ حدیث سنداً صحیح نہیں۔ اللآلی المصنوعہ ج ۲۔

فصل ۲۱

مانعین | خروج وقت کے بعد نہ نماز صحیح اور نہ ہی قبول ہو گی ؟

یہ مسئلہ بیان کہہ کے تم نے ڈرایا اور دھمکایا تم نے مسائل کے بیان کرنے میں کسی قسم کا انصاف نہ کیا، جب کہ تم نے اپنے دعویٰ میں ارباب سلف سے کوئی دلیل پیش نہ کی،

ہمارا دعویٰ ہے کہ ! جو شخص وقت پر نماز نہ پڑھے اس کی نماز ساقط ہو جاتی ہے، اس کا کوئی بھی قائل نہیں، اس بنا پر یہ فیصلہ مستحسن نہیں جبکہ صحابہ و تابعین کا ارشاد ہے نماز کو مؤخر کرنے والا اور نماز کو فوت کرنے والا مجرم ہے، ایسا شخص سزا کا مستحق اور گنہگار ہے، اس کا ادراک اس شکل میں ہو سکتا ہے کہ توبہ کرے اور نئے سرے سے عمل کا آغاز کرے، یہ وہ دلائل ہیں جن کی تردید نہیں کی جاسکتی، اگر تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اسے کسی طریقہ سے رد کرلو، اطاعت اور اس کی چیز کی معرفت جس کو آپ لائے ہیں،

نتیجہ | اس سے مقصد اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت اور اور معرفت ہے،

ہم تمہاری کلام میں مقبول اور مردود کی وجہ بیان کرتے ہیں، تمہاری یہ دلیل کہ ابن عباسؓ نے آپؐ کی نماز سفر بعد طلوع شمس کے ادا کرنے کے واقعہ پہ خوشی کا اظہار کرنا کہ انسان نماز کو تاخیر سے پڑھ سکتا ہے جس نے نماز وقت پر نہیں ادا کی نیند کی صورت میں یا نسیان کی حالت میں، یا عمداً ترک کرنے کی صورت میں، اس سے تمہارا محض ظن ہے، ابن عباسؓ کی خوشی اس بنا پر تھی کہ موصوف نے آپؐ کے ساتھ نماز ادا کی، موصوف

کو ۲ دو حصہ ہے، جس طرح صحابہ کو ایک اجر ملا، اس نماز کو فاضل کرنے کا مطلب یہ تھا کہ سامع کو تنبیہ ہو جائے اس بنا پر کہ نماز سورج کے طلوع ہونے کے بعد ادا کی تھی، تاکہ یہ گمان نہ ہو کہ نماز ناقص ہے اور اس میں کوئی اجر نہیں ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ مَا يَسُرُّنِي بِهَا الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا! دنیا و مافیہا کی اشیاء مجھے خوش نہیں کر سکتی، کا مطلب وہ نہیں ہے جو تم نے سمجھا ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امّت محمدؐ پر رحمت کی، تاکہ جو شخص نیند کی بنا پر نماز سے غافل ہو جائے وہ تاخیر سے نماز پڑھے گا تو افراط کرنے والا نہ ہوگا، ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خوشی اس بات پر نہ تھی کہ رات کی نماز کو دن تک عمداً موخر کیا جائے، اور دن کی نماز کو رات تک لیٹ کر کے ادا کیا جائے، اس سے کہاں معلوم ہوا کہ اس کی نماز صحیح اور قبول کی جائے گی اور وہ اپنے ذمہ سے بری ہوگا، یہ مفہوم اور مطلب تم نے کس انداز سے لیا ہے؟

فصل ۲۲

نسیان کا معنیٰ

تمہارا النسیان کے معنیٰ میں یہ قول کہ نسیان کا معنیٰ لغت میں ترک ہے،

ارشاد باری تعالیٰ (نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ) انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں بھلا دیا،

واللہ سے لفظ نسیان قرآن پاک میں ۲ دو وجہ پر آیا ہے،

(۱) نسیان ترک، (۲) نسیان سہو، (غفلت)

حدیث کو نسیان ترک پر محمول کرنا عمداً باطل ہے چار وجہ سے:

(۱) آپؐ نے فرمایا: فليصلها اذا ذكرها، جب اسے یاد آوے نماز پڑھ لے، اس سے واضح ہے اس سے مراد نسیان سہو ہوگا،

ربانی ارشاد: واذکر ربک اذا نسیت جب آپ بھول جائیں تو رب کو یاد کر لیا کرو۔

(۲) فکفارتہا ان یصلیہا اذا ذکرہا! اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اسے وقت یاد آئے تو نماز پڑھ لے،

نتیجہ | جس نے عمداً نماز کو ترک کر دیا فوت کرنے کا گناہ اس سے کافور نہ ہوگا، اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں،

جب حدیث کا معنیٰ واضح ہے تو اس کی نیت آپؐ کی طرف کرنا صحیح نہیں، اس بنا پر جس نے نماز کو عمداً ترک کر دیا جبکہ اس کا وقت خارج ہو جائے تو اس کے گناہ کا کفارہ یہ ہے کہ وقت کے بعد نماز ادا کرے، یہ قول قرین قیاس کے خلاف ہے۔

(۳) ناسی کا نائم کے ساتھ مقابلہ کیا، اور یہ مقابلہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ ساہی ہے، جس طرح اہل شریعت کا فیصلہ ہے کہ سونے والے اور بھولنے والے پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں ہے۔

(۴) ناسی کلام شارع میں جب ناسی کے ساتھ احکام معلق ہوں گے تو مراد اس سے ساہی ہوگا، اور یہ معنیٰ غیر مسلم ہے جیسا کہ حدیث میں ہے من اکل او شرب ناسیاً فلیتم صومہ فانما اطعمہ اللہ! جس نے روزہ کی حالت میں بھول کر کھا لیا یا پانی لیا تو وہ اپنا روزہ پورا کر لے، کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا ہے،

(مولفہ ۱۱۱)

فصل ۲۳

تمہارا یہ قول | کہ اللہ تعالیٰ نے عامد اور ناسی کے بارے میں برابر حکم دیا ہے، نماز موقت اور روزہ موقت کا حکم ایک

ہی ہے یعنی خروج وقت کے بعد اسے پورا کیا جاسکتا ہے، نائم اور ساہی کے معاملہ میں نص موجود ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کردیا ہے، مریض اور مسافر کے روزہ میں بھی نص[1] ہے، امت کا اس بات پر اجماع ہے جو شخص ماہ رمضان کے عمداً روزے نہیں رکھتا، حالانکہ وہ مومن ہے جس نے روزہ تکبر اور عزور کی بنا پر نہیں رکھا، جب اس نے توبہ کرلی تو اس پر دوسرے رمضان تک قضاء فرض ہے، اس سوال کا جواب چند وجوہ سے ہے،

۱۔ تمہارا یہ قول کہ اللہ تعالیٰ نے عامد اور ناسی کے معاملہ میں مساوات کی ہے یہ قول سراسر باطل ہے، اللہ تعالیٰ نے عامد اور ناسی میں قطعاً مساوی حکم نہیں رکھا،

ہماری کلام عامد عاصی (گنہگار) مفرط کے بارے میں ہے جو انتہائی تفریط کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نماز اور روزہ کے احکام میں کسی مقام پر مساوی حکم نہیں لگایا،

تمہارا یہ قول نائم اور ناسی فی الصلاۃ میں نص ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا، نسیان جس کا ذکر نماز میں گذر چکا ہے تو اسے عمد پر قیاس نہیں کیا جاسکتا، حدیث میں جس نسیان کی صراحت ہے وہ نسیان سہو ہے جو کہ نیند کی نظیر ہے، جس کا عامد کے ساتھ کوئی تعرض نہیں،

رہا مریض اور مسافر، کی نص روزہ میں اگر وہ عمداً افطار کردیں، تارک نماز عمداً کا حکم صائم اور مریض کے لئے نہ لیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ نے تارک نماز عمداً اور تارک نماز مرض اور یا سفر کے باعث والے کو مساوی حکم نہیں دیتا، ایک کا حکم دوسرے سے لیا جائے، روزہ مرض اور سفر کی وجہ سے موخر ہوگا، جس طرح نماز نیند اور نسیان کی وجہ سے موخر ہوگی، یہ وہ دو امور ہیں جن کے حکم میں اللہ اور رسول ؐ برابری کی ہے، اللہ تعالیٰ نے مریض اور مسافر کو روزہ میں معذوری کی بنا پر رخصت

---

[1] قرآن اور حدیث کی دلیل مراد ہے ۔

کا حکم دیا ہے،

جناب رسول اللہ ؐ نے نائم اور ناسی نماز کے بارے میں عذر کی صورت میں نص بیان کی ہے، اس لحاظ سے ان کا حکم روزہ اور نماز میں برابر ہوا لیکن کس طرح حکم برابر ہوگا، اس شخص کے بارے میں جو عامد، مفرط، اثم ہے، رہا مریض مسافر، نائم، ناسی جو کہ معذور ہیں، اس کی وضاحت یوں ہے،

مرض کے باعث افطار کرنا بعض دفعہ واجب ہوتا ہے، اس حیثیت سے کہ اس پر روزہ حرام ہو جاتا ہے، سفر میں روزہ افطار کرنا،

اصحاب سلف اور خلف کے ہاں واجب ہوگا، یا وہ روزہ سے افضل ہوگا، غیر کے ہاں، یا دونوں برابر ہوں گے، یا روزہ افضل ہوگا اس شخص کے لئے جس پر دشوار نہیں، ہر صورت میں تارک نماز اور تارک روزہ، پر عامد کا الحاق کرنا زیادتی ہے، جس سے الحاق فاسد اور قیاس باطل ہوگا، اس کی حکمت اہل علم پر مخفی نہیں ہے،

تمہارا یہ قول کہ امت کا اجماع اور تمام لوگوں نے بیان کیا ہے اور تمام لوگوں نے جو شخص ماہ رمضان کے عمداً تکبر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتا پھر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اس پر ماہ رمضان کی قضاء ہے،

اس پر تمہیں کہا جائے گا، کہ اس سلسلہ میں اس اصحاب رسول ؐ یا اس سے کم کی صراحت بتاؤ، تو یقیناً صراحت کی کوئی راہ نہ پا دیں گے،

اسی قسم کے اجماع کے دعویٰ کا انکار امام احمدؒ اور امام شافعیؒ نے کیا ہے، اس بنا پر کہ اس کا نتیجہ عدم علم بالخلاف نہ کہ علم عدم کے خلاف ہے یہ طریقہ لاحاصل ہے، اس لئے کہ جب رسول اللہ ؐ اس کو لائے نہیں اور دلائل شرعیہ اس پر قائم نہیں ہوئے تو اس صورت میں کسی کو جائز نہیں کہ عدم علم کی بنا پر کسی حکم کی نفی کرے کہ اس نے یہ کہا ہے، دلیل کے لئے مدلول کی اتباع واجب ہے، عدم علم جس کے متعلق بیان کیا ہے،

ہوسکتا ہے کسی وجہ سے اُس کا معارضہ صحیح نہ ہوا، یہ طرز ائمہ مقتدیٰ کی شروع سے چلی آرہی ہے!

امام احمدؒ اپنے فرزند عبداللہ کی روایت بیان کرتے ہیں کہ اجماع کا مدعی کاذب ہے! شاید لوگوں نے اختلاف کیا ہو! یہی دعویٰ بشر مریسی، اور جناب اصم کا ہے اور اس کے ساتھ وہ کہتا ہے لا نعلم للناس اختلافا ہمیں معلوم نہیں کہ لوگوں نے اختلاف کیا ہو، جب کہ اسے کوئی چیز نہیں پہنچی مروزی کی روایت میں ہے، آدمی کو کیسے جائز ہے کہ اجمعوا؟ کہے جب کبھی تم سنتے ہو تو وہ "اجمعوا" کہتے ہیں یہ ان پر تہمت ہے، اگر یوں کہے! انی لا اعلم مخالفا! میں مخالف کو نہیں جانتا، تو درست تھا ابوطالب کی روایت میں اس طرح کہنا ما اعلم ان الناس مجمعون؟ اسے کیا معلوم کہ لوگوں کا اس پر اجماع ہے، یوں کہنا کذب ہے، بلکہ یوں کہے ما اعلم فیہ اختلافا، میں اس میں اختلاف کو نہیں جانتا تو یہ قول اجمع الناس، سے احسن ہے،

ابوحارث کی روایت میں ہے، کسی کو لائق نہیں کہ وہ اجماع کا دعویٰ کرے، ہوسکتا ہے کہ لوگوں کا اس میں اختلاف ہو،

امام شافعیؒ محمد بن حسن سے دوران مناظرہ فرمایا تھا کسی کو یہ حق نہیں کہ "اجمعو" کہے، جب تک کہ تمام اہل شہر کا اجماع ثابت نہ ہو اور اس شخص کے قول کو نہ تسلیم کیا جائے گا

جس کا گھر ان سے دور ہے ہاں جماعت کی خبر جماعت سے قبول ہوگی محمد نے کہا کہ یہ مسئلہ دشوار ہے، میں نے جواباً کہا باوجود دشوار ہونے کے غیر موجود ہے، ایک دوسرے مقام پر موصوف نے دعویٰ اجماع کو ضعیف قرار دیا، اور مناظر کو اس کے مطالبات میں عاجز کردیا، مناظر نے کہا کیا فھل من اجماع؟ کیا یہ اجماع سے ہے! میں نے جواب میں کہا ہاں،

الحمدللہ! یہ ان تمام فرائض میں ہوگا جن میں عدم علم کی گنجائش نہ ہوگی، اس طرح کے اجماع پر حق حاصل ہے "اجمع الناس" کہا جائے، اس اجماع کا کوئی بھی انکار نہیں کرے گا، اس طریق سے "دعویٰ اجماع" کی تصدیق کی جاسکتی ہے،

موصوف نے مناظرہ طویل کلام کے بعد فرمایا، تجھے عیب اجماع کا علم ہوگیا، کہ جناب رسول کریمؐ کے بعد کسی نے اجماع کا دعویٰ نہیں ذکر کیا جس میں کسی نے اختلاف نہ کیا ہو، اس تیرے زمانہ تک؟ مناظر نے جواب دیا تمہارے بعض حضرات نے دعویٰ کیا ہے،

امام شافعی فرماتے ہیں میں نے جواب میں کہا، کیسا تو نے میرے دعویٰ کی تعریف کی، مناظر نے جواب میں کہا نہیں، میں نے اسے جواب دیا تو تو نے کیسے اپنے عیب زدہ استدلال کو اجماع میں داخل کرلیا! حالانکہ وہ ترک دعویٰ اجماع ہے تو نے اس طریق کو اجماع کہکر اپنے ساتھ انصاف نہیں کیا، حقیقت ہے تیرے ساتھی تجھے تیرے اس دعویٰ اجماع پر معاذ اللہ کہیں گے۔

امام شافعی اپنے رسالہ میں تحریر کرتے ہیں جس مسئلہ میں اختلاف معلوم نہیں فلیس اجماعًا، وہ اجماع نہیں ہوسکتا!

آئمہ کرام کی یہ کلام، دعویٰ اجماع کے متعلق تھی،

ہم اب اپنے مقصد کو لیتے ہیں، کہ بعض اصحاب رسولؐ سے منقول ہے جس نے عمدًا بلاعذر نماز کو چھوڑ دیا، حتّٰی کہ نماز کا وقت ختم ہوگیا بعد وقت یہ نماز اسے نفع دے گی، اور قبول کی جائے گی، اور وہ اپنے ذمہ سے بری ہوجائے گا،

ہم اس سلسلہ میں کسی ایک کا قول نہیں معلوم کرسکے، حالانکہ اس سلسلہ میں سابقہ اوراق میں صحابہ، تابعین کے اقوال نقل کرآئے ہیں۔

ہمارے قول کی وضاحت حسن نے بیان کی ہے جسے محمد بن نصر مروزی نے نقل کیا ہے من الحسن اذا ترك الرجل صلاة واحدة متعمدا فانه لا يقضيها جب آدمی ایک نماز قصداً چھوڑ دے تو وہ اس کی قضاء نہ دے،

محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ حسن کے قول میں دو معانی کا امکان ہے۔

(۱) حسنؒ تارک نماز عمداً کو کافر کہتا ہے، جس کی بنا پر کافر پر قضا نہیں، کیونکہ کافر حالت کفر میں جو فرائض چھوڑ دے، اس پر فرائض کی قضا نہیں؛

(۲) حسنؒ تارک نماز کو کافر اس لئے نہیں کہتا، کہ اللہ تعالیٰ نے فرض نماز کی ادائیگی کے لئے ایک وقت معین مقرر کیا جب اس نے وقت کو ترک کر دیا، تو اسے فرض کے ترک پر وقت مامور کے باعث معصیت لازم آئی اور جب وہ ایسے وقت میں ادا کرے گا، جس وقت کا وہ مامور نہیں تھا تو مامور غیر مامور میں اسے کس طرح فائدہ دے گی! اس بنا پر تارک نماز کو وہ کافر نہ کہتا تھا،

نتیجہ حسن کا یہ قول ظاہری طور پر قابل انکار نہیں اگر علماء کا اجماع اسکے مخالف نہ ہو!

جس نے اس طریق کو اختیار کیا وہ ناسی اور نائم کے بارے میں کہتا ہے، بعد وقت ادا کرلے، جبکہ آپؐ سے یہ روایت منقول نہ ہوتی تو ارشاد نبویؐ جو اپنی نماز سے سو جائے یا بھول جائے، جب بیدار ہو تو نماز پڑھ لے، اور ساتھ ہی فرمایا ایک صبح کی نماز میں آپؐ مع اصحاب سفر میں تھے سو گئے وقت گذر جانے کے بعد فجر کی نماز ادا کی، حالانکہ ظاہری طور قضاء واجب نہ تھی، جناب رسول اللہ صلعم سے نماز کی قضاء کا ثبوت ہے، تو معاملہ ختم ہو گیا۔

محمد بن نصر نے جو ذکر کیا ہے وہ صریحاً خلاف ہے، امت کا اس کے

خلاف اجماع ہے! اس میں دو معانی کا امکان ہے،
(۱) اجماع خلاف کے بعد رونما ہوتا ہے،
(۲) ایک کا اختلاف اجماع کے لئے مضر نہیں ہو سکتا،
ان دو مسائل میں شدید نزاع ہے،
اس کا یہ قول کہ قیاس کا تقاضا ہے کہ نائم اور ناسی قضا نہ دے، کیونکہ نائم اور ناسی کا وقت ہی وہ ہوگا جس میں وہ نماز یاد کرے گا، اور بیدار ہوگا. اس کے علاوہ اس کا دوسرا کوئی وقت نہیں، "واللہ اعلم"
تمہارا یہ قول کہ تمام نے نقل کیا اور امت کا اجماع ہے اس بات پر جو شخص ماہ رمضان کا روزہ عذر اور تکبر کی بنا پر نہ رکھے، اس پر قضا ہے،
جب اصحاب رسول ؐ سے بات آئے گی تو نقل کہاں سے ہے،
ابو ہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں، جس نے رمضان کا ایک روزہ افطار کر دیا بلا عذر وہ اس کی زمانہ بھر کے روزوں سے قضا نہیں دے سکتا، اگرچہ وہ روزہ رکھ لے، یہ روایت مشہور ہے،
وہ روایت کہاں ہے جو اس نے اور اس کے اصحاب نے بیان کی، جس نے رمضان کا روزہ افطار کیا یا اس کا کوئی ایک روزہ چھوٹ گیا تو اس سے کفایت کرے گا کہ اتنے روزے رکھ لے،
تمہارا یہ قول کہ نماز اور روزہ یہ قرض لازم ہے جسے ادا کرنا ہوگا، اگرچہ اس کا وقت موجل نکل جائے. ارشاد نبوی ؐ کے پیش، کہ اللہ کا قرض زیادہ حق رکھتا ہے کہ اسے ادا کیا جائے،
ہم اس کے جواب میں دو مقدمات پیش کرتے ہیں،
(۱) نماز اور روزہ اس کے ذمہ قرض ہے جو اسے قصداً اپھر ڑدے،
(۲) کہ یہ قرض قابل ادا ہے اس کی ادائیگی واجب ہے، پہلے مقدمہ میں کوئی نزاع نہیں، اور نہ ہی کسی اہل علم نے بیان کیا ہے کہ تاخیر سے قرض

معاف ہو جائے گا،

لیکن تم نے محض وہم بے راہ روی سے کام لیا اور یہ نہ ہم نے اور نہ ہی کسی اہل اسلام نے ایسی بات کہی ہے،

دوسرے مقدمہ میں نزاع واقع ہوا ہے، اور تمہارے پاس اس کے قائم کرنے میں کوئی دلیل نہیں ہے، تم نے محل نزاع کو دعویٰ قرار دیا اور اسے مقدمات دلیل کا مقدمہ بنایا اور حکم بھی ثابت کر دیا، اور تمہارے فریق ہی کہتے ہیں مکلف کے لئے فوت شدہ نماز کا کوئی استدراک نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ ادا حق کو وقت ہی میں قبول کرتا ہے اور اس صفت پر جس کیلئے اسے مقرر کیا ہے اور اس پر انہوں نے دلائل پیش کئے ہیں جو تم نے بھی سنے ہیں، اس پر کیا دلیل ہے کہ حق قابل ادا ہے، شرعاً غیر وقت محدود میں اور خروج وقت کے بعد عبادت ہو گی۔

ارشاد لسان رسالتؐ "اقضوا اللہ فاللہ احق بالقضاء"

۲- دین اللہ احق ان یقضیٰ، اللہ کا قرض ادا کرو، اللہ تعالیٰ قضاء کا حق دار ہے، اللہ تعالیٰ کا قرض زیادہ فائق ہے، اسے اتارا جائے،

آپؐ کا یہ حکم معذور کے حق میں ہے نہ کہ مفرط کے حق میں،

ہم کہتے ہیں اس طرح کا قرض قضاء کو قبول کرتا ہے،

جیسا کہ جناب رسول کریمؐ نذر مطلق کے بارے میں فرمایا اس کے لئے محدود طرفین وقت نہیں ہے،

صحیحین میں حدیث ہے جس کے راوی ابن عباس ہیں، ایک عورت نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! میری والدہ فوت ہو چکی ہے اور اس کے ذمہ نذر کا روزہ تھا، کیا میں اس کی طرف سے روزہ رکھ لوں؟ آپؐ نے اسے فرمایا: یہ بتا اگر تیری والدہ کے ذمہ قرض ہو تو اسے[1] ادا کرے تو کیا وہ ادا ہو جائے گا؟ تو اس نے جواب دیا یقیناً، آپؐ نے

---

[1] مشکوۃ المصابیح۔

حکم دیا اپنی والدہ کی طرف سے نذر کا روزہ رکھ لے!

ایک روایت میں ہے ایک عورت سمندر میں سفر کر رہی تھی، اس نے نذر مان لی اگر اللہ تعالیٰ نے اسے اس سے نجات دی تو وہ ایک ماہ کے روزے رکھے گی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے نجات بخشی بغیر روزہ رکھنے کے فوت ہو گئی، تو اس کی قرابتدار جناب رسول کریمؐ کے پاس تشریف لا کر پورا واقعہ ذکر کیا، آپؐ نے فرمایا تو اس کی طرف سے روزہ رکھ لے، (اہل سنن)

اسی طرح اس شخص کے بارے میں جس کا حج عمرہ کے ختم سے فوت ہو جاتا ہے، کو حکم دیا اس قرض کو پورا کرے،

مسند اور سنن میں عبداللہ بن دبیرؓ سے منقول ہے، ایک آدمی خثعم قبیلہ کا آپؐ سے عرض کرنے لگا میرا باپ مسلمان ہے لیکن شیخ[۱] لا یستطیع الکوب رحل! اتنا ضعیف ہے کہ وہ سواری پر سوار نہیں ہو سکتا، حالانکہ حج اس پر فرض ہو چکا ہے، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں؟ آپؐ نے اسے فرمایا کیا تو اس کا اکبر ولدہ بڑا بیٹا ہے؟ اس نے کہا ہاں جی! آپؐ نے اسے فرمایا اگر تیرے باپ پر قرض ہوتا تو اسے ادا کر دیتا، کیا وہ تیرے باپ کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا ہاں! آپؐ نے اسے فرمایا تو تو حج ادا کر لے،

ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں ایک جہینہ قبیلہ کی عورت آپؐ سے عرض کرنے لگی! کیا میری والدہ نے حج کی نذر مانی ہے لیکن حج ادا کرنے سے قبل فوت ہو گئی ہے، کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں! تو آپؐ نے اسے فرمایا اگر تیری والدہ پر قرض ہو تو کیا اسے ادا کرے گی! اور ساتھ ہی فرمایا اللہ کا قرض ادا کرو، اللہ تعالیٰ زیادہ لائق ہے کہ اس کا قرض چکایا جائے، (متفق علی صحتہ)

ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک آدمی آپؐ کے پاس آ کر عرض کرنے

---

[۱] مشکوۃ ج ۲ صلا۲۲ کتاب المناسک، بروایت ابن عباس،

لگا میرا باپ فوت ہو گیا ہے اور اس پر اسلامی حج واجب ہے!
کیا میں اس کی طرح سے حج پڑھ لوں؟ آپؐ نے اسے فرمایا اگر تیرا باپ قرض چھوڑ جائے اور تو اسے ادا کر دے کیا وہ اس سے کفایت کرے گا؟ اس نے جواباً عرض کیا یقیناً، آپؐ نے فرمایا تو پھر تو باپ کی طرف سے حج کر لے! (دار قطنی)

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اسی قسم کے قابل ادا قرض کو ادا کرنا چاہیئے، اللہ کا قرض زیادہ حق دار ہے کہ اسے ادا کیا جائے جو قضاء احادیث میں مذکور ہے اس سے مراد قضاء عبادت موقت محدود طرفین نہیں ہے جس نے اسے ضائع کر دیا اس نے معصیت کا ارتکاب کیا، یہ وہ قرض ہے جسے شرعی نظر سے ادا کیا جائے اور اگر غیر شرعی صورت پر ادا کیا جائے گا تو مفید نہ ہو گا۔

فصل ۲۴

تمہارا یہ قول کہ نائم اور ناسی در نماز، دونوں معذور ہونے کے باعث خروج وقت کے بعد ادا کریں، تو عمداً نماز کا تارک اولیٰ ہے، اس کا جواب کئی وجوہ سے ہے،

معارضہ اس بات کا معارضہ کرنا جو صحیح ہو یا اس کی مثل، اس کی صورت یوں ہے وقت کے گذر جانے کے بعد معذور پر قضاء لازم نہ آئے گی، اس شخص کی جو اللہ اور اس کے رسول کا فرمانبردار ہے، اور وہ اپنے فعل میں تفریط نہیں کرتا، تو اس کا عمل قبول ہو گا، رہی بات جو شخص حدود اللہ سے تجاوز کرتا ہے، ربانی حکم کو ضائع کرتا ہے، عمداً اور ظلماً حق کو ترک کر دیتا ہے تو اس کی صحت قضاء لازم نہ ہو گی، ایسی عبادت کا صحت عبادت اور قبول، براءت ذمہ پر قیاس کرنا فاسد قیاس ہے،

۲۔ نیند اور نسیان کی وجہ سے معذور جس نے بے وقتی نماز اس وقت میں جو اللہ نے وقت مقرر کیا تھا، اس کا وقت اس وقت ہو گا جب یاد یا بیدار ہو گا، جیسا کہ ارشاد نبوی ؐ میں ہے، جو وقت میں نماز پڑھنا بھول گیا اس کا وقت وہ ہے جس میں وہ یاد کرے، (بیہقی، دار قطنی)

وقت کی ۲ دو اقسام ہیں ۱۔ وقت اختیار، ۲۔ وقت عذر، تو یہ اپنے وقت میں نماز پڑھے، تو اس پر غیر وقت پر نماز پڑھنے والے پر کیسے قیاس کیا جائے گا،

۳۔ شریعت نے عامد، ناسی، معذور کے موارد اور مصادر میں تفریق بیان کر دی ہے، اس میں کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے، ایک قسم کو دوسری قسم سے ملانا جائز نہیں،

۴۔ ہم عامد مفرط سے نماز معاف نہیں کرتے اور نہ ہی ہم معذور کو حکم کرتے ہیں جس سے تمہاری ہم پر حجت قائم ہو جائے، بلکہ ہم مفرط متعدی لازم کرتے ہیں، سختی کرتے ہوئے کہ اس کے لیے استدراک کی کوئی سبیل نہیں ہے، ہم نے معذور غیر مفرط کے لیے قضاء کو جائز قرار دیا،

فصل ۲۵

مسئلہ تمہارا استدلال، اس ارشاد نبوی ؐ سے جس نے سورج کے غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پا لی، اس نے عصر پا لی، یہ کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، اور نہ ہی تمہارے قول کے مطابق ہے جب کہ تم کہتے ہو وہ مدرک عصر ہے، اگرچہ وہ اس کا وقت نہ پا سکے، یعنی اس کا معنیٰ ہیں کہ وہ مدرک بالفصل ہے، اس کا ادراک صحیح ہے جس سے وہ اپنے ذمہ سے بری ہو گا، اگر نماز خروج وقت کے بعد صحیح ہوتی اور قبول کی

جاتی، تو اس کا ادراک ایک رکعت سے نہ ہوتا۔ اور معلوم ہے کہ آپؐ کا ارادہ یہ نہیں تھا جس نے ایک رکعت عصر کی پالی، اس کی نماز بغیر گناہ کے صحیح ہو گئی، بلکہ وہ عمداً ایسے کرنے کے باعث اتفاقاً گنہگار ہو گا، کیونکہ اسے حکم دیا جائے گا کہ تمام کو وقت میں ادا کرے تو معلوم ہوا کہ یہ ادراک گناہ کو ختم نہیں کرتا بلکہ یہ ادراک موجب گناہ ہے،

اور اگر بعد غروب نماز صحیح ہوتی تو یہ فرق نہ ہوتا کہ وقت میں ایک رکعت پائے یا نہ پائے، اگر تم یہ کہو کہ اس نے غروب کے بعد موخر کیا تو وہ اعظم گناہ کا مرتکب ہوا، تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ جناب رسول کریمؐ ادراک رکعت اور عدم ادراک رکعت میں کثرت گناہ اور خفیف گناہ میں تفریق نہیں کی، بلکہ آپؐ نے ادراک اور عدم میں تفریق کی ہے، بلا شبہ، مجموعہ نماز کا وقت میں فوت کرنے والا اس سے زیادہ عظیم ہے، جو کثرت سے فوت کرتا ہے، ایک رکعت کے فوت کرنے والے سے اعظم ہے،

ہم تم سے سوال کرتے ہیں اور گذارش کرتے ہیں کیا ایک رکعت سے ادراک حاصل ہو گا؟ کیا یہ ادراک گناہ کو ختم کر دے گا، حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، یا ادراک صحت کا متقاضی ہو!

اس میں کوئی فرق نہیں ہے ساری نماز فوت ہو جائے یا ایک رکعت فوت ہو جائے،

فصل ۲۶

مسئلہ | تمہارا دلیل لینا کہ نبی کریمؐ خندق کے روز بغیر نیند اور نسیان کے نماز کو موخر کیا پھر اسے قضا کیا۔ انتہائی افسوس ہے،

اور اگر ہم اس قسم کا استدلال قائم کریں تو تمہیر قیامت برپا ہو جائے اور

تم ہم پر خطرناک قسم کی قیامت برپا کرو گے،
یہ حدیث اس شخص کے بارے میں کیسے حجت ہو سکتی ہے، جو اللہ کا نافرمان گنہگار، حدود کو توڑنے والا موجب سزا ہے!

پھر مثال اس شخص کی نماز فوت ہونے کی دینا جو تمام مخلوق سے مطیع پسندیدہ، ربانی حکم کی اتباع کرنے والے تھے، اس نماز کی تاخیر کرنے میں اور ربانی مرضیات کے متلاشی تھے، آپؐ کی تاخیر نسیان یا قصداً نہ تھی، اس لئے یہ حدیث تمہارے دعویٰ میں حجت نہیں بن سکتی،

اور اگر تم اسے نسیان کی وجہ قرار دو، تو ہم اور ساری امت اس کے قائل ہیں کہ ناسی (بھولنے والا) جب اسے وقت یاد آئے تو نماز ادا کرلے، اور اگر عامداً اقصداً ہے، تو اس قسم کی تاخیر ایک وقت سے دوسرے وقت تک تو وہ جائز ہے،

جیسا کہ مسافر، نماز کو موخر کرے، اور معذور ظہر کو عصر تک موخر کرے، اور مغرب کو عشاء کے وقت تک،

اب اس بارہ میں اختلاف ہے کہ ایک شخص دشمن کے ساتھ لڑائی میں مشغول ہے اور ادھر نماز کا وقت ہو چکا ہے، اس سلسلہ میں تین اقوال ہیں

۱۔ حالت قتال میں وقت پر نماز ادا کرے تاخیر نہ کرے، خندق کے دن کی تاخیر والا معاملہ منسوخ ہے، یہ قول امام شافعی، امام مالک، امام احمد، کے مشہور قول میں ہے،

۲۔ نماز کو تاخیر سے پڑھ لے جس طرح کہ رسول کریمؐ نے خندق کے روز کیا تھا، یہ امام ابوحنیفہ کا مذہب ہے،

پہلا گروہ اس کا جواب یوں دیتا ہے کہ مسئلہ نماز خوف سے پہلے مشروع تھا، جب نماز خوف کا حکم دیا گیا تو کسی غزوہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت نہ تھی،

امام ابوحنیفہ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ نماز خوف چند وجوہ کی بنا پر مشروع تھی جب تک لڑائی نہ ہووے، ممکن ہے کہ وہ ربانی حکم کے تحت نماز خوف کو دو صفیں باندھ کر نماز پڑھیں، (۱) ایک صف میں نماز پڑھیں، ۲۔ دوسرے صف والے نگرانی کریں، جنگ کی حالت میں یہ صورت ممکن نہیں ہے، تاخیر اس وقت جائز ہے جب قتال میں مشغولت ہو، اور نماز خوف لڑائی سے مشغولیت سے پہلے تھی آمنے سامنے کی حالت میں ادا کی جائے، نماز خوف کا اپنا مقام نماز خندق کا اپنا مقام ہے،

۳۔ تیسرا قول یہ ہے تقدیم اور تاخیر نماز مختار ہے، جس طرح ممکن ہو نماز ادا کرلے، یہ شافعی جماعت کا مذہب ہے، اسی طرح امام احمد کی دو روایات میں ایک روایت ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ نے بنی قریظہ کے موقعہ پر نماز کو یوں ادا کیا تھا، (یعنی بعض نے وقت پر اور بعض نے غروب شمس کے بعد یہ نماز عصر کی تھی)

قصہ بنی قریظہ ہم آئندہ اوراق میں بیان کریں گے،

مذکورہ تین اقوال کے پیش عاصی، مفرط، اور متعدی کی تاخیر نماز کیلئے لئے، حجت نہیں ہے، بلکہ ایسا کرنے والا ربانی عقاب کا مستحق ہے نماز کے فوت کرنے کے باعث موجب گناہ ہے،

فصل ۲

اس مسئلہ میں تمہارا استدلال کہ بنو قریظہ کے موقعہ پر اصحاب رسول ﷺ نے نماز عصر کو تاخیر سے ادا کیا تھا، خارج ہو گیا،

اس واقعہ کی تفصیل یوں ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا لا یصلین احد منکم العصر الا فی بنی قریظة ،

کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہو جو عصر کی نماز بنو قریظہ میں ادا کرے ،
اس حدیث کے پیش صحابہ کی ایک جماعت نے راستہ میں نماز پڑھ لی، اس دلیل سے تاخیر نماز کی ہمیں اجازت نہیں دی ،
دوسری جماعت نے عشار کی نماز کے بعد بنو قریظہ میں عصر کی نماز ادا کی، جب آپؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے دونوں جماعتوں میں سے کسی کو عتاب تک نہ کیا ،
نماز تاخیر سے ادا کرنے والے بھی مطیع رسولؐ اللہ تھے، جن کا اعتقاد وجوب تاخیر کا تھا، کیونکہ انہیں اس وقت کا حکم دیا گیا تھا جس کے باعث انہوں نے بنو قریظہ میں نماز ادا کرنا تھی ،
اس واقعہ پر عاصی، حدود اللہ کی بے حرمتی کرنے والے ربانی امور کے تابع داری کرنے والے پر کس طرح قیاس کیا جا سکتا ہے ،،
یہ قیاس انتہائی باطل اور فاسد ہے ، (باللہ التوفیق)

عُلما کی رائے بعض علمار نے ان اصحاب کی فضیلت بیان کی ہے جنہوں نے بنو قریظہ میں تاخیر سے نماز ادا کی تھی بالنسبت انکے جنہوں نے راستہ میں نماز پڑھ لی تھی، انہوں نے حقیقت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی تھی ، راستہ میں نماز پڑھنے والوں کی تاویل کے تحت نماز کو ادا کیا تھا ،

فصل ۲۸

تمہارا اس حدیث سے استدلال لینا کہ جناب رسول کریمؐ نے فرمایا کہ جو امرار نماز کو وقت سے تاخیر پر ادا کریں ان کی اقتدار میں نماز ادا کرنا تمہاری نفل نماز ہو گی، تو یہ حدیث تمہارے لئے حجت نہیں ہو سکتی !

اس لیئے کہ امراء دن کی نماز کو رات تک اور رات کی نماز کو دن تک موخر نہ کرتے تھے بلکہ وہ ظہر کو عصر کے وقت تک ادا کرتے تھے ،

ہم اس سلسلہ میں گذارش کرتے ہیں ، جب کسی نے جمعہ کی دو نمازوں میں سے ایک نماز کو موخر کیا اسے دوسری نماز کے وقت میں ادا کیا ، اگر وہ غیر معذور رہے ، اسی طرح جب وہ عصر کو غروب شمس تک موخر کرے ، بلکہ جب کہ ایک رکعت کا وقت باقی رہے ، جیسا کہ نص سے ثابت ہے ،

جناب رسول کریمؐ نے مدینہ میں دو نمازیں[1] جمع کیں ، بغیر خوف ، اور بارش کے ، اس بنا پر کہ امت پر کسی قسم کی تنگی نہ ہووے ، اس قسم کی تاخیر حجت نماز کو نہیں روکتی ،

تمہارا یہ قول کہ جناب رسول کریمؐ نے اجازت دی کہ ظہر کی نماز کو عصر تک موخر کرے ، باوجودیکہ ظہر کا وقت جاتا رہے ، اس کا جواب یہ ہے :

وقت بین صلاتین فی الجملہ مشترک ہے ،

جناب رسول کریمؐ نے مدینہ میں بغیر خوف اور بارش کے نمازوں کو جمع کیا ، یہ وہ طریقہ ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں ، لیکن کیا نبی کریمؐ نے صبح کی نماز کو ضحیٰ (چاشت) کے وقت بغیر نیند اور نسیان کے جائز قرار دیا ہے ؟

تمہارا یہ قول کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز سے سو جائے ، جب دوسری ہو تو اس کے وقت پر نماز ادا کرے ،

اس حدیث سے واضح ہوا کہ مفرط یاد آتے کے بعد نماز ادا کرلے (ابو قتادہ)

اور یہ حدیث سند کے اعتبار سے صحیح ہے ،

مقام تعجب ہے اس حدیث سے کس طریق سے معلوم ہوا کہ جو شخص نافرمان حدود اللہ سے تجاوز کرنے والا صحیح وقت میں نماز فوت کرلے اور بعد وقت میں نماز ادا کرلے تو اس کے ذمہ سے برات ہوگی ،

---

[1] جامع ترمذی ،

اور اس کی نماز قبول ہو گی؟ اس حدیث سے تم نے یہ مفہوم لیا کہ اذا کان الغد فلیصلہا لیا تھا! دوسرے روز کے وقت میں نماز (گذشتہ صبح) کی ادا کر لے، یعنی آپؐ نے تاخیر نماز کا حکم دیا!

یہ استدلال قطعی طور پر باطل ہے، آپؐ کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہ تھا، یہ حدیث صراحتاً اس مفہوم میں باطل ہے، حالانکہ آپ نے فرمایا جب بیدار ہو یا اسے یاد آئے تو نماز ادا کر لے، یہ جملہ حدیث میں زیادہ ہے،

محدثین اس زیادتی اور اس کے معنیٰ کے بارے میں اختلاف کیا ہے کیا یہ زیادتی صحیح ہے، بعض حفاظ کے فرمان کے مطابق یہ زیادتی عبداللہ بن رباح کی طرف سے ہے، جس نے ابو قتادہ سے یا دیگر کسی راوی سے بیان کیا ہے،

امام بخاری فرماتے ہیں فلیصل اذا ذکرھا بوقتھا من الغد" کی متابعت نہیں ہے،

عمران بن حصین رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں جناب رسول کریمؐ کے ساتھ ایک سفر میں تھا جب رات کا آخری حصہ ہوا تو ہم نے ڈیرہ ڈال لیا، ہم صبح کو سورج کے طلوع ہونے پر بیدار ہوئے، ہر آدمی عالم گھبراہٹ میں وضوء کے لئے اٹھا، آپ نے ان کو حکم دیا کہ ارام کرو، جب خوب سورج چڑھ آیا، آپؐ نے وضوء کیا پھر بلال کو اذان دینے کا حکم دیا، دو رکعت سنت ادا کیں، پھر تکبیر کہنے کے بعد ہمیں نماز پڑھائی، صحابہ نے عرض کیا ہم اس نماز کو کل کی فجر کے ساتھ نہ ادا کر لیں، کیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے سود کے قبول کرنے سے منع کیا اور تم سے قبول کرلے گا، (مسند احمد)

حافظ مقدسیؒ فرماتے ہیں اس میں دلیل ہے جو امام بخاری نے بیان کی ہے، کیونکہ عمران بن حصین جو اس میں خود موجود تھا میرے نزدیک ان دونوں احادیث میں کسی قسم کا تعارض نہیں، آپؐ نے دوسرے روز کے وقت پہ

اعادہ کا حکم نہیں دیا لیکن آپؐ نے دوسرے وقت کام کرنے کا حکم دیا ہے کیونکہ نیند اور نسیان سے وقت ساقط نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی جگہ پہ واپس آتا ہے

قولہ کہ ثقیف قبیلہ کا ایک وفد آپؐ کے پاس آیا اور اس نے آتے ہی آپؐ سے چند سوالات کئے اس روز آپؐ نے ظہر کی نماز عصر کے ساتھ ادا کی اس حدیث کا سابقہ اوراق میں کئی بار ذکر جا چکا ہے، آپؐ کی تاخیر کا باعث ربانی قربت اور اطاعت کی بنا پر تھا، جس کا خلاصہ یہ ہو سکتا ہے مسلمانوں کے باعث دو نمازوں کو جمع کر دیا تو اس سے کس طرح لیا جا سکتا ہے کہ ربانی حدود کے باغی کے لئے تاخیر کو جائز قرار دیا جائے، اس قسم کی گنجائش صحیح نہیں ہوا کرتی،

قولہ عمداً نماز کو ترک کر دینا حتی کہ اصل وقت ختم ہو جائے جمہور کے ہاں تو کبیرہ گناہ نہ ہوگا، اس پر افسوس ہی کافی ہے، حالانکہ اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ کبائر سے ہے،

جب آپؐ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جو شخص عصر کی نماز عمداً ترک کر دیتا ہے، اس کے اعمال تباہ، نماز کے فوت ہو جانے سے کبیرہ گناہ کی تقویت کا باعث ہے، جب اعمال ہی برباد ہو جائیں،

جناب عمرؓ نے فرمایا بغیر عذر کے دو نمازوں کو جمع کرنا کبائر سے ہے، اس مسئلہ میں آپؓ کی کسی صحابی نے مخالفت نہیں کی بلکہ آپؓ کی آثار صحابہؓ سے ثابت ہیں، یہ مسئلہ تو جامع بین صلاتین کے لئے ہوا، لیکن جو شخص صبح کی نماز عمداً ضحیٰ کے وقت میں ادا کرتا ہے اور عصر کی نماز آدھی رات کے حصہ میں ادا کرتا ہے، اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟

حالانکہ جناب ابوبکرؓ نے صراحتاً فرما دیا، اللہ تعالیٰ ایسی نماز ہرگز ہرگز قبول نہیں فرمایا اور آپ کی اس ارشاد میں کسی ایک صحابی نے بھی مخالفت نہ کی، اللہ تعالیٰ نے نماز سے غافل اور ضائع کرنے والے کو مقام

غیّ، اور ویل، کے ساتھ وعید کی ہے،
امت کے بہترین علماء صحابہ رضی اللہ عنہم نے اضاعت نماز کا معنیٰ تاخیر وقت کیا ہے۔
اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے،

مقام تعجب ہے

جب انسان کے عمل ہی برباد ہو جائیں تو اس سے اور کونسا زیادہ کبیرہ گناہ ہو سکتا ہے، اس کا یہ گناہ انسان کو ایسا بنا دیتا ہے جس طرح کہ اس کا اصل اور مال تباہ ہو چکا اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دن کی نماز کو رات تک موخر کیا جائے اور رات کی نماز کو دن تک لیٹ کر لیا جائے بغیر کسی عذر کے تو کبیرہ گناہ نہ ہو! بلکہ ہم کہتے ہیں شرک باللہ کے بعد بہت بڑا کبیرہ گناہ ہے، شرک کی سزا کے بعد سب سے بڑی سزا یہ ہے کہ انسان بغیر عذر کے دن کی نماز کو رات تک اور رات کی نماز کو دن تک لیٹ کر کے ادا کرے،

جناب مستور بن مخرمہ حضرت ابن عباس کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے جب موصوف کو خنجر گھونپ دیا گیا تھا، ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یوں ذکر کیا اے امیر المومنین نماز! آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا ہاں میں نے نماز پڑھ لی ہے، اور ساتھ ہی فرمایا نماز کے ضائع کرنے والے کا اسلام میں کچھ حصہ نہیں ہے،

اسماعیل بن علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو "تعلیمان الاسلام" اسلام کی تعلیم دیتے تھے،

(۱) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس میں شرک نہ ہو، (۲) نماز جو اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہے اسے اس کے وقت پہ ادا کرو، کیونکہ نماز کی کوتاہی میں ہلاکت ہے،

محمد بن نصر مروزی بیان کرتے ہیں کہ صحیح حدیث ہے، تارک نماز کافر ہے، عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارے زمانہ تک کے اہل علم کی متفقہ رائے ہے کہ نماز کو عمداً بلا عذر ترک کرنے والا، حتیٰ کہ اس کا اصل وقت ختم ہو جائے تو وہ کافر ہے،

ذہاب وقت کا مطلب یہ ہے کہ ظہر کو غروب سورج اور مغرب کو طلوع فجر تک لیٹ کر کے ادا کرے،

اوقات نماز کا تذکرہ اس بنا پر کیا ہے کہ جناب نبی کریمؐ نے دو نمازوں کو عرفہ، مزدلفہ میں حالت سفر میں ادا کیا، ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا کیا، جب آپؐ نے ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا کیا، جب آپؐ نے ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا کیا، اور دوسری کو پہلی نماز کے وقت میں، تو ان دونوں کا ایک وقت ہو گیا،

حالت عذر کے باعث، جس طرح حائضہ کو حکم دیا گیا کہ جب وہ غروب شمس سے پہلے پاک ہو جائے تو وہ ظہر اور عصر کی نماز ادا کرے، مغرب اور عشاء کی نماز ادا کرے،

اور جو شخص عصر کی نماز کو لیٹ کر کے پڑھتا ہے، حتیٰ کہ سورج شیطان کے دو سینگوں[1] میں ہو جائے، تو یہ نماز منافق کی نماز ہے، بارشاد نبویؐ: آپؐ اس کے متعلق کیا حکم دیں گے جو عشاء کے بعد نماز پڑھتا ہے،

ربانی ارشاد اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ اگر تم کبیرہ گناہ سے اجتناب کرو جس سے ہم نے تمہیں روک دیا ہے تو ہم تمہارے گناہ دور کر دیں گے، جب انسان کو کبائر سے رد کا گیا ہے۔ اور وہ صبح کی نماز ضحیٰ میں اور عصر کی نماز عشاء میں ادا کرے تو کیا ایسا شخص تمہارے قول کے مطابق غیر گنہگار بخشا ہوا ہوگا، جبکہ اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں،

قولہ ظاہری کا یہ قول عجیب ہے کہ وہ اصل کو توڑتا ہے، جب کہ وہ کہتا ہے، جو چیز اجماع سے واجب ہوگی اور اجماع سے ساقط ہو گی!

اس کا جواب یہ ہے: تمہارا نزاع تناقض چاہتا ہے تو اس صورت میں تناقض تمہارے قول کے لئے صحیح نہیں ہے،

---

[1] مشکوٰۃ باب اوقات النبی صفحہ ۹۴ از ابن عمرؓ

اگر تم استصحاب کے ساتھ استدلال لیتے ہو تو نماز تو اس کے ذمہ اس اجماع سے تھی جو اجماع سے ہی ساقط ہوتی تھی، تو وہ یہاں مفقود ہے،

تم سے سوال کیا جائے گا: کونسی وہ چیز تھی جس نے تاخیر سے تمہارا ذمہ ساقط کر دیا، اور تم اس سے بری الذمہ ہو گئے۔

جو اس کا قائل ہے اس کا دعویٰ باطل ہے،

اور اگر تم اس شکل میں کہتے ہو کہ وہ اس کے ذمہ اس وجہ سے تھی اسے ادا اور استدراک اس وقت میں ہی ہوا، تو یہ بالکل محال ہے، اس شکل میں اجماع اجماع مثل یا اقویٰ سے معارض ہو گا، تو ہم اس کا جواب دیں گے۔

مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے وہ شخص حدود کے توڑنے اور تاخیر نماز پڑھنے کے باعث نافرمان ہے،

تو یہ ارتفاع اجماع کا مثل اجماع سے ہو گا، مسلمانوں نے بالکل اجماع نہیں کیا کہ بعد وقت نماز ادا کرنے سے گناہ اور زیادتی معاف ہو گی، ممکن ہے یہ بات کسی نے نہ کہی ہو، یہ فریقین کے دلائل سے متعلق ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں بحث نہیں ہے کہ کس نے مسائل میں پسند کیا ہے،

کتاب وسنت اور اقوال سلف سے واضح ہو گیا کسی نے بھی اس انداز کو پسند نہیں کیا۔ (اللہ حامی اور ناصر ہو)

فصل ۲۹

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمداً ماہ رمضان میں دن کو فطار کرنے والے کو قضاء کا حکم دیا دو مقامات میں۔

(۱) جماع کرنے والا۔ (۲) قئی کرنے والا۔

(۱) ابوہریرۃ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

آیا، اس نے اپنی بیوی کے ساتھ ماہ رمضان میں جماع کیا،
اس حدیث میں یہ بھی مذکور ہے، آپؐ کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں کا لایا گیا، جس میں پندرہ ٹوپے کھجوریں تھیں، اس میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے اسے حکم دیا کلہ انت واھل بتیك، تو خود ان کھجوروں کو کھا اور اپنے اہل بیت، کو کھلا،
ابن ماجہ میں وصم یوما مکانہ! اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لے، وصم یوما ونستغفر اللہ عز وجل، ایک دن کا روزہ رکھ لے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگ لے،

۲- سنن اور مسند میں ابو ہریرۃ سے حدیث مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا ومن ذرعه القیئ وھو صائم فلیس علیه قضاء ومن استقاد فلیقض[۲] جس پر قئی غالب آئے اور روزہ کی حالت میں اس پر قضاء نہیں اور جو جان بوجھ کر الٹی کرے اس پر قضاء ہے،

تبصرہ مذکورہ دونوں حدیثیں معلول ہیں، جو سنداً صحیح ثابت نہیں ہیں،

رمضان میں جماع کرنے والے کا واقعہ اصحاب حدیث نے بیان کیا ہے لیکن کسی نے یہ الفاظ صم یوما مکانہ کے ذکر نہیں کئے، اس حدیث کی سند میں عبد الجبار بن عمر یلی، راوی ہے، جسے تمام آئمہ محدثین نے ضعیف کہا ہے،
(۱) یحییٰ بن معین فرماتے ہیں، عبد الجبار کوئی شی نہیں، اس کی حدیث نہ لکھی جائے، ایک بار آپ نے فرمایا یہ ضعیف ہے۔

۲- ابو زرعہ، ۳- سعدی، ۴- نسائی، نے بھی ابو معین کے قول کی تصدیق کی ہے
۵- امام بخاری فرماتے ہیں، لیس بالقوی یہ قوی نہیں ہے، کیونکہ اسکے پاس منکر احادیث تھیں۔
۶- ابن عدی فرماتے ہیں اس کی اکثر مرویات مخالف ہیں، اس کی روایات میں ضعف واضح ہے۔

---

[۱] ابو ہریرۃ رض مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۶ باب تنزیہ الصوم، ایضاً ص ۱۷۶ فصل دوم ابو ہریرۃ رض

۷ - عبدالجبار سے ابن شہاب کے آئمہ نے روایات نقل کی ہیں، مالک وغیرہ، نے بھی لیکن انہوں نے صم یومًا مکانہ کا قول نقل نہیں کیا،

ابو مروان عثمانی نے ایک طویل سند سے بروایت ابی ہریرۃ اس واقعہ میں اقض یومًا مکانہ، کا ذکر کیا ہے،

داروردی نے بھی ابراہیم بن سعد عن لیث سے نقل کیا ہے،

امام بیہقی فرماتے ہیں ابراہیم جو حدیث زہری سے بیان کرتا ہے اس میں یہ کلمہ درج نہیں،

حجاج بن ارطاۃ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ذکر کیا ہے، اس میں عمر درازی ہے، وامر ان تقضی یومًا مکانہٗ،

ہشام بن سعد نے زہری سے عن ابی سلمہ عن ابی ھریرۃ میں صم یومًا مکانہ، واستغفر اللہ کا ذکر کیا ہے،

لیکن ہشام نے عن ابی سلمہ والی روایت کی مخالفت کی ہے،

حمید نے ابو ہریرۃ سے بیان کیا ان یصوم یومًا مکانہ یہ الفاظ ابن شہاب کے اصحاب کے مخالف ہیں اس لئے انہوں نے یہ الفاظ ذکر نہیں کئے،

امام شافعی ابن مسیب سے بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول کریمؐ کے پاس آیا اس نے حدیث بیان کی اس کے آخر میں فصم یومًا مکان ما اَصَبْتَ یہ مرسل مراسیل ابن مسیب سے ہیں،

داؤد بن ہند نے عطاء سے ذکر کیا ہے لیکن ان سے صم یوما مکانہ کا ذکر نہیں کیا،

ابن مسیّب نے عطا کی تکذیب کی ہے،

ابن حبان فرماتے ہیں عبدالجبار کا حافظ ردّی تھا، یخطی ولا یعلم خطا کا اسے علم نہ رہتا تھا،

لہٰذا اس حدیث سے حجت لینا باطل ہوا۔

---

[1] امام ترمذی کے نزدیک یہ حدیث حسن وغریب جدا رہے ۱۲۰

۲۔ قئی والی حدیث

من ذرعه القئی فلا قضاء علیه ومن استقاء فعلیه القضاء، امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب جداً،

۱۔ امام ترمذی کے نزدیک یہ حدیث حسن وغریب جداً ہے،
محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں، میرے نزدیک لا اراہ محفوظاً محفوظ نہیں،

۲۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں لیس ذاشی یہ روایت کچھ نہیں،

۳ امام ترمذی نے کتاب العلل میں حدیث بیان کی اور امام بخاری سے اس کے متعلق دریافت کیا تو موصوف نے فرمایا لا اراہ محفوظاً میرے نزدیک یہ روایت محفوظ نہیں،

۴۔ یحییٰ بن ابی کثیر عن ابن الحکم ابوہریرۃ فرماتے تھے قئی سے روزہ افطار نہیں ہوتا،

اگر حدیث کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی حجت نہیں، کیونکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے، ایک معذور یا مریض ضرورت کے وقت قئی کر سکتا ہے، عادت میں قئی کرنے والا عذر کے تحت ہوگا ورنہ کوئی عقل مند انسان، بلاضرورت عمداً قئی نہیں کرتا، اس کا مطلب یہ ہوگا قئی کرنے والا قئی سے دوا کر رہا ہے جس طرح دوا پینے والا دوا پی کر علاج کرتا ہے،

ایسے انسان کی قضاء بھی قبول اور اسے قضاء کا حکم بھی دیا جائے گا۔

اختلاف فقہاء

ایک شخص ماہ رمضان میں جماع کرتا ہے، جب ان سے کفارہ ادا کر دیا گیا اس پر واجب ہے کہ وہ اس دن کا روزہ رکھے جس کو اس نے افطار کیا ہے!

اس مسئلہ میں تین اقوال جو امام شافعیؒ سے منقول ہیں،

۱۔ اس پر روزہ واجب، ۲۔ لا یجب، روزہ واجب نہیں، ۳۔ اگر

اس نے غلام آزاد کرنے سے کفارہ دیا، یا کھانا کھلانے سے تو اس پر روزہ واجب ہے اور اگر اس نے روزہ کے ساتھ کفارہ دیا اس دن کی اس پر قضا واجب نہیں ہے،

فصل نمبر ۳

چھٹا مسئلہ

جو شخص نماز باجماعت ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے لیکن وہ اکیلا نماز پڑھ لیتا ہے تو کیا اس صورت میں اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہ؟

اس مسئلہ کی اساس دو۲ اصولوں پر ہے!

۱۔ نماز باجماعت فرض ہے یا سنت ہے؟

اور اگر ہم کہیں کہ یہ فرض ہے تو کیا یہ صحت نماز کے لئے شرط ہے، یا اس کے بغیر صحیح ہوگی باوجود عصیان کہ تارک ہوگا؟

پس یہ دو مسائل ہیں!

۱۔ پہلا مسئلہ میں فقہار نے اختلاف کیا ہے،

عطار بن رباح رح، حسن بصری رح، ابوعمرو رح، اوزاعی رح، ابو ثور رح، اور امام احمد رح اپنے ظاہر مذہب میں فرماتے ہیں کہ نماز واجب ہے

امام شافعی رح نے بھی مختصر مزنی میں نص پیش کی ہے۔ کہ جماعت کیلئے بغیر عذر کے میں رخصت نہیں دیتا۔

ابن منذر کتاب اوسط میں ذکر کرتے ہیں کہ جماعت میں اندھوں کو شمولیت کا حکم ہے اگرچہ ان کے گھر مساجد سے دور کیوں نہ ہوں، اس سے واضح ہوا کہ جماعت میں شامل ہونا فرض ہے نہ کہ مندوب،

اس پر ابن ام مکتوم کی حدیث پیش کی کہ

انہ قال یا رسول اللہ ان بینی وبین المسجد نخلاً وشجراً افہل یسعنی ان اصلی فی بیتی؟ قال تسمع الاقامۃ؟ قال نعم قال فأتہا!

ابن ام مکتوم جو کہ نابینا تھا، اس نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا! میرے گھر اور مسجد کے راستہ میں اشجار اور کھجوریں ہیں کیا اس صورت میں مجھے گھر میں نماز ادا کرنے کی اجازت ہے، آپ نے فرمایا کیا تو اقامت کو سن لیتا ہے، موصوف نے جواب دیا ہاں آپؐ نے فرمایا پھر تجھے مسجد میں آنا ہے،

ابن منذرؒ فرماتے ہیں، جو شخص صبح اور عشاء کی نمازیں جماعت میں شریک نہیں ہوتا، اس کی نماز کا خطرہ ہے، پھر اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ اخبار سے واضح ہوتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، جو کہ معذور نہیں، اور مزید لطف یہ ہے کہ ابن مکتوم نابینا تھا اس کے متعلق آپؐ نے فرمایا میں تیرے لئے رخصت نہیں پاتا جب اندھے کے لئے رخصت نہیں تو بینا کے لئے بطریق اولی رخصت نہیں ہے آپؐ نے جماعت کے اہتمام کے سلسلہ میں فرمایا ان یحرق علی قوم تخلفوا عن الصلوۃ بیوتہم، جو لوگ جماعت میں شرکت نہیں کرتے میں ان کے گھروں کو آگ لگا دوں،

اس ارشاد سے بات بالکل روشن ہے نماز با جماعت فرض ہے، اگر مستحب ہوتا جماعت میں شریک ہونا تو آپ مختلف کو آگ سے جلانے کی تہدید نہ فرماتے، معلوم ہوا کہ نماز با جماعت ادا کرنا فرض ہے، جس پر تہدید ثابت ہے، اس پر حدیث نبویؐ بروایت ابو ہریرۃ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اذان سن لینے کے بعد مسجد سے نکل گیا تو آپؐ نے اس وقت فرمایا اما ھذا فقد عصی ابا القاسم اس شخص نے جناب ابوالقاسم محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے،

ؔ مشکوۃ ج ۱ ص ۹۵ بروایت ابن عمرؓ

نتیجہ اگر انسان کو اقامت جماعت اور ترک جماعت میں اختیار ہوتا تو جماعت میں عدم شریک ہونے والے کو نافرمان ہونے کا حکم نہ لگایا جاتا، کیا لطف ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نماز خوف کو مال خوف میں جماعت سے نماز ادا کرنے کا حکم دیا ہے تو حالت امن میں تو زیادہ واجب ہے،

نتیجہ ۲ جن روایات میں جماعت میں عدم شرکت کی رخصت کا ذکر ہے ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو شرعی نقطہ نظر سے معذور ہیں، جماعت کی فرضیت کا حکم غیر معذور اصحاب کے لئے ہے، اور اگر حالت عذر اور غیر حالت عذر مساوی ہوتی تو رخصت "چہ معنیٰ دارد"!

تاکید فرض جماعت جماعت میں شمولیت فرض ہے، اور اس پر تاکید شدید ہے، ارشاد نبوی ؐ:

من یسمع النداء فلم یجب فلا صلاۃ لہ، جو شخص اذان سن لیتا ہے پھر نماز کے لئے نہیں آتا تو اس کی کوئی نماز نہیں،

ذکر اللہ نماز امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نماز کے لئے اذان کا ذکر کیا ہے، اذا نادیتم الی الصلاۃ، اور جب تم نماز کے لئے اذان دو، (یعنی بلائے جاؤ)

۲- اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ،[1] جب جمعہ کے روز اذان دی جائے تو تمہیں نماز کے لئے کوشش کر کے آنا چاہیئے،

اذان حکم نبوی ؐ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ فرض نمازوں کے لئے نماز کو مقرر فرمایا،

ان واقعات سے بات واضح ہوگئی کہ مسافر یا مقیم کے لئے واجب ہے کہ وہ فرض نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرے،

ابن منذر ؒ جو شخص جماعت میں شامل ہونے کی طاقت رکھتا ہے،

[1] سورۃ الجمعۃ پ ۲۸

میں اسے کسی صورت میں بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دیتا، اگر کوئی شخص جماعت میں شریک نہ ہو سکا تو وہ اکیلا نماز پڑھ لے، اس پر اعادہ کی ضرورت نہیں، چاہے وہ امام سے پہلے پڑھے یا بعد پڑھے، ہاں جمعہ کی نماز ایسی ہے اگر کسی نے ظہر امام کی نماز سے پہلے پڑھ لی تو اس پر اعادہ ضروری ہے، کیونکہ اس کی شمولیت فرض ہے، یہ تمام کلام ابن منذر کا ہے،

جماعت کے متعلق مالکیہ اور حنفیہ کا فیصلہ

حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب ہے کہ جماعت سنت مؤکدہ ہے، لیکن ان کا یہ فیصلہ ہے کہ سنن مؤکدہ کا تارک گنہگار ہے، نماز بغیر جماعت کو وہ صحیح قرار دیتے ہیں،

سنت مؤکدہ اور واجب کہنے والوں کے درمیان اختلاف محض لفظی ہے

نماز باجماعت ادا کرنے والوں کے وجوب کے دلائل

ربانی ارشاد: وَإِذَا كُنتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَوٰةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِّنْهُم مَّعَكَ وَلْيَأْخُذُوٓا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِن وَرَآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا مَعَكَ ۔

اور جس وقت آپ ان میں ہوں پس قائم کریں ان کے لئے نماز، پس ایک جماعت ان سے پس وہ تیرے پیچھے ہوں اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے،

وجہ استدلال اس آیت سے چند وجوہ کے باعث استدلال لیا گیا ہے (۱) اللہ تعالیٰ نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ پھر دوبارہ دوسرے گروہ کے بارے میں حکم دہرایا،

وَلۡتَاۡتِ طَآئِفَةٌ اُخۡرٰی لَمۡ یُصَلُّوۡا فَلۡیُصَلُّوۡا مَعَكَ

دوسری جماعت جس نے نماز نہیں ادا کی وہ تیرے ساتھ نماز ادا کریں

نتیجہ اس آیت سے دلیل ہے کہ نماز باجماعت تمام پر فرض ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ پہلی جماعت کی باجماعت نماز کی ادائیگی دوسری جماعت سے نماز باجماعت کو ساقط قرار نہیں دیا، اور اگر جماعت سنت ہوتی تو یقیناً خوف کے عذر کے باعث نماز ساقط ہو جاتی۔ اور اگر نماز باجماعت فرض کفایہ ہوتی تو پہلے گروہ کے نماز ادا کرنے پر دوسری جماعت سے نماز باجماعت ساقط ہو جاتی،

قرآنی آیت میں تمام مسلمانوں پر نماز باجماعت کے واجب ہونے کی دلیل ہے،

اس کی تین اسباب ہیں،

۱۔ پہلے ان کو حکم دیا، ۲۔ پھر انہیں دوبارہ حکم دیا، انہیں حالت خوف میں نماز باجماعت چھوڑنے کی رخصت نہیں دی،

دوسری دلیل ربانی ارشاد: یَوۡمَ یُكۡشَفُ عَنۡ سَاقٍ وَّیُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ وَقَدۡ كَانُوۡا یُدۡعَوۡنَ اِلَی السُّجُوۡدِ وَهُمۡ سٰلِمُوۡنَ ۝

جس دن پنڈلی سے کھولا جاوے گا، اور انہیں سجدہ کی طرف بلایا جاوے گا، اور انہیں سجدہ کی طرف بلایا جاوے گا، پس وہ سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھیں گے، اس حال میں کہ ان کی آنکھوں پر ذلت ہوگی، اور تحقیق دنیا انہیں سجدہ کی طرف دعوت دی جاتی تھی جبکہ وہ سلامت تھے۔

وجہ استدلال اس آیت سے وجہ استدلال یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو سزا اس بنا پر دی کہ دنیا میں انہیں سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، جب انہوں نے داعی کے حکم کا انکار کیا۔

جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ داعی کی اجابت یہ ہے مسجد میں آکر جماعت میں حاضر ہونا، نہ یہ کہ اکیلے گھر میں نماز پڑھ لی،

جناب رسول کریم ؐ نے بھی "اجابت" کی تشریح کی ہے،

عن ابی ہریرۃ قال أتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجل اعمی فقال یا رسول اللہ، لیس لی قائد یقودنی الی المسجد، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یرخص لہ فرخص لہ فلما ولی دعاہ فقال ھل تسمع النداء؟ قال نعم فاجاب[۶۵] (صحیح مسلم)

ایک نابینا شخص آپؐ کے پاس آکر عذر پیش کرنے لگا میرا کوئی راہنما نہیں جو مجھے مسجد میں لائے۔ آپؐ مسجد میں نہ آنے کی رخصت طلب کی تو آپؐ نے اسے رخصت سے نوازا، جب وہ رخصت لیکر واپس پلٹا تو آپؐ نے اسے فرمایا کیا تو اذان سن لیتا ہے، ہاں میں اذان سن لیتا ہوں، تجھے ضرور دعوت قبول کرنا ہوگا۔

نتیجہ اس حدیث کی روشنی سے واضح ہوا، اذان سننے کے بعد گھر میں نماز کی اجازت نہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت کے لئے مسجد میں حاضر ہونا وہ حکم ہے جس کی تعمیل ضروری ہے،

اس پر عبداللہ بن ام مکتوم کا واقعہ شاہد ہے کہ موصوف نے عرض کیا کہ مدینہ میں موذی جانوروں کے علاوہ درندے ہیں، آپ نے فرمایا کیا تو حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ (نماز اور فلاح کی طرف آؤ) سن لیتا ہے موصوف نے جواب دیا کیوں نہیں، آپؐ نے فرمایا پھر ضرور بضرور حاضر ہونا،

حَيَّ علی عربی گرامر میں اسم فعل امر ہے جس کا معنیٰ "اجب، اقبل" اس دعوت کو قبول کیجئے اور متوجہ ہونا ہے، صراحت ہے کہ اجابت کا مطلب جماعت میں شمولیت کرنا، جو نماز باجماعت سے پیچھے رہتا ہے اس نے

اجابت نہ کی،

اکثر سلف نے ربانی ارشاد وقد کانوا یدعون الی السجود وھم سالمون کا مطلب یہ لیا ہے کہ اس سے مراد حیی علی الصلوٰۃ وحیی علی الفلاح مراد ہے،

اس دلیل کی بنیاد دو مقدمات پر ہے:

۱۔ اجابت واجب ہے، ۲۔ اجابت تب حاصل ہو گی جب جماعت سے نماز ادا کی جائے گی،

یہی مفہوم صحابہ کرام نے اس آیت سے لیا ہے، جسے ابن منذر نے کتاب اوسط میں صحابہ وصحابیات کے اقوال نقل کئے ہیں،

اقوال صحابہ وصحابیات دراجابت جماعت ابن مسعود اور ابوموسیٰ کے اقوال نقل ہیں کہ

جو شخص اذان سن لیتا ہے پھر وہ نماز جماعت سے نہیں پڑھتا لا تجاوز صلاتہ راسہ، اس کی نماز سر سے اوپر نہیں جاتی، ہاں عذر کی صورت میں جائز ہے،

۲۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں جس نے اذان سن لینے کے بعد جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھی، اس نے خیر کا ارادہ نہ کیا،

۳۔ جناب ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ فرزند آدم اپنے دونوں کانوں میں سکہ پگھلا کر ڈال لے یہ بہتر ہے، اس سے کہ اذان سن کر جماعت میں شرکت نہ کرے،

ان اقوال اور دیگر اقوال صحابہ سے واضح ہے کہ جماعت میں حاضری ہی کا نام "اجابت"، ہے جو نماز باجماعت میں شرکت نہیں کرتا وہ "متخلف"، ہونے کے باعث "عاصی"، نافرمان ہے،

۳۔ ارشاد ربانی: وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوا مَعَ

الرّاکعین ۔ نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ دو، رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو،

وجہ استدلال اللہ تعالیٰ نے رکوع کا حکم دیا ہے، رکوع سے مراد نماز ہے، رکوع کا نام اس لئے لیا کہ چونکہ نماز کا رکن ہے اور نماز کی تعبیر ارکان اور واجبات سے ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کا نام سجدہ قرآن، تسبیح سے لیا ہے،

راکعین کے لفظ سے ایک دوسرا فائدہ ہے یعنی نماز کا فعل نمازیوں کی کی جماعت سے ہوگا، نمازیوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھنا ہی مفید ہے، ربانی حکم باجماعت نماز پڑھنے کا اس حالت اور صفت میں مفید ہے کہ اسی حالت اور صفت میں نماز ادا کی جائے،

ایک سوال اگر واركعوا مع الرّاکعین کا حکم یامریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الرّاکعین،

مریم اپنے رب کی عبادت کر اور سجدہ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر، سے متصادم ہے، کیونکہ عورت کے لئے نماز باجماعت ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

جواب اس آیت میں صرف اور صرف سیدہ مریم کو نماز باجماعت کا خاص حکم ہے، ہر عورت کے لئے یہ حکم نہیں ہے، کیونکہ ربانی حکم واقیموا الصّلوٰۃ واٰتوا الزّکوٰۃ وارکعوا مع الرّاکعین، عام مردوں کے لئے حکم ہے،

خصوصیت مریم سیدہ مریم کی جو خصوصیات ہیں وہ کسی دیگر عورت میں نہ تھیں، اس لئے پیش موصوفہ کو باجماعت نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا، دیگر کسی عورت کے لئے یہ حکم نہ تھا۔

اس کی خاص وجہ تھی کہ موصوفہ کی والدہ نے نذر مانی تھی، یہ لڑکی اللہ کیلئے

لہ بقرہ

اللہ کی عبادت کے لئے۔ اور مسجد میں رہنے کے لئے آزاد ہو گی، چنانچہ موصوفہ ہمیشہ مسجد میں رہا کرتی تھی، جس کے پیش اسے باجماعت نماز پڑھنے کا پابند بنا دیا گیا، جب اللہ تعالیٰ نے موصوفہ کا امتحان لے لیا اور اسے کائنات ارضی کی عورتوں سے پاک بنا کر منتخب کر لیا تو اسے خصوصیت سے اطاعت کا حکم دیا،

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ○

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ [1]

جب فرشتوں نے کہا اے مریم بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے تجھے منتخب کر لیا اور تجھے پاک کیا اور تجھے جہان والی عورتوں سے چن لیا، (لہٰذا) اے مریمؑ تو اپنے رب کی عبادت کر اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ،

سوال اگر یوں کہا جاوے کہ مردوں کو تو حکم تھا کہ وہ جماعت سے جماعت ادا کریں تو مریم کے لئے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وہ ان کی حالت رکوع میں رکوع کرے، بلکہ اسے حکم دیا گیا جس طرح وہ کرتے ہیں مریم بھی ویسا ہی کرے،

اس پر ربانی ارشاد شاہد ہے،

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ [2]

ایمان والو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچ بولنے والوں کے ساتھ ہو جاؤ،

سوال معیت، مشارکت فعل کو چاہتی ہے اس میں مصاحبت نہیں ہوتی کہ یک ساتھ مطلوب ہو،

بعض کے ہاں معیت ما بعد اور ما قبل مصاحبت مراد ہوتی ہے، حقیقت معیت، مشارکت سے زیادہ مفید ہوتی ہے خصوصاً نماز میں، مثال کے طور پر اگر یوں کہا جائے: صل مع الجماعۃ او صلیت مع الجماعۃ، نماز باجماعت پڑھو، یا تو نے باجماعت نماز پڑھی ہے، اس سے مقصود نماز میں

---

[1] آل عمران پ۳، [2] سیدہ مریم کی والدہ کا نام حنّہ تھا، البدایہ والنہایہ ابن کثیرؒ، مترجم،

اجماع کیا جائے،

چوتھی دلیل ارشاد نبوی ﷺ: عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال والذی نفسی بیده لقد هممت ان امر بحطب فیحتطب ثم امر بالصلاة فیؤذن لها ثم امر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الی رجال فاحرق علیهم بیوتهم،

والذی نفسی بیده لو یعلم احدهم انه یجد عرقا سمینا او مرماتین حسنتین لشهد العشاء[1] صحیحین ولفظ البخاری،

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نے اہتمام کا ارادہ کیا کہ لکڑی جمع کرنے کا حکم دوں پھر اذان برائے نماز کا حکم دوں، پھر ایک آدمی کو حکم دوں وہ امامت کے فرائض سرانجام دے پھر میں لوگوں کے گھروں میں جاکر ان کے گھر جلا دوں،

دوسری روایت میں ہے: اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر کسی آدمی کو علم ہو جائے کہ (وہ مسجد میں) ہر گوشت والی ہڈی، یا پائے پائیگا تو وہ ضرور بضرور عشاء کی نماز میں حاضر ہوتا،

دوسری حدیث جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی ﷺ یوں بیان کرتے ہیں کہ: منافقین پر فجر اور عشاء کی نماز بھاری ہے اگر لوگوں کو ان دو نمازوں کی عظمت کا علم ہو جائے تو یقیناً گھٹنے کے بل گھسیٹ کر آئیں، اور تحقیق میں نے ارادہ کیا کہ نماز کا حکم دوں اس کی اقامت کہی جائے پھر میں کسی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پھر میں چند آدمیوں کو لے جا کر ایک لکڑی کا گٹھا اٹھا کر ایسے قوم کی طرف جاؤں جو نماز جماعت سے نہیں پڑھتے ان کے گھروں کو آگ سے جلا دوں،

فی روایة: لولا ما فی البیوت من النساء والذریة اقمت صلاة العشاء وامرت فتیانی یحرقون ما فی البیوت[2]

---

[1] مشکوۃ ج ۱ ص ۹۶ بروایت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ [2] ایضاً ۹۶ بروایت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ باب الجماعت

ایک روایت میں ہے اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو میں عشاء کی نماز قائم کرتا اور نوجوانوں کو حکم دیتا کہ ان کے گھروں کے اثاثہ کو جلادو۔

اساقطون) عدم وجوب جماعت کے دلائل | یہ لوگ پیش کرتے ہیں کہ

نماز باجماعت پڑھنا واجب نہیں ہے اس پر وہ چند اسباب پیش کرتے ہیں:

۱- ارشاد نبویہ وعید پر موقوف ہیں، جس طرح آپؐ نے جمعہ سے غافل رہنے والوں کے متعلق فرمایا:

عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقوم یتخلفون عن الجمعۃ، لقد هممت ان امر رجل یصلی بالناس، ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتهم۔ (صحیح مسلم)

ارشاد نبویؐ بروایت ابن مسعودؓ جو قوم جمعہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں میں نے ان کے متعلق ارادہ کیا، کہ ایک آدمی کو حکم دوں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، تو جو لوگ جمعہ سے غافل رہتے ہیں میں ان کے گھروں کو پھونک دوں۔

۲- یہ سزا اس وقت جائز تھی جب عقوبات مالیہ، مالی سزا، دینی جائز تھی، جب مالی سزا کا حکم منسوخ ہو گیا تو سزا بھی ختم ہو گئی۔

۳- آپؐ نے "ہمّ" سزا کا ارادہ کیا ہے سزا دی نہیں ہے، اگر جلانے کی سزا جائز تھی تو واجب تھا جلاتے، کیونکہ سزا میں دونوں طرفیں مساوی نہیں ہوتیں بلکہ واجب یا حرام ہوگی، جب آپ نے کسی صورت کو اختیار نہیں کیا تو جائز نہ رہا، تو ہماری دلیل سے ثابت ہوا کہ فرض ساقط ہے، کیونکہ آپؐ نے بھی پیچھے رہنے کا ارادہ کیا اور حالانکہ واجب کے ترک کا ارادہ نہ کرنا چاہیئے تھا اور ساتھ ہی وہ کہتے ہیں کہ آپؐ نے ان کے گھروں کو نفاق کے باعث جلانے کا حکم دیا تھا نہ کہ اس وجہ سے کہ وہ جماعت میں حاضر ہونے سے پیچھے رہتے ہیں۔

موجبون | جو لوگ جماعت میں حاضری کو واجب قرار دیتے ہیں:

جو دلائل عدم وجوب کے تم نے پیش کئے ہیں وہ حدیث سے ثابت نہیں ہیں، اور تمہارا یہ قول کہ وعید صرف جمعہ کے تارک کے متعلق ہے، ہاں یاد رہے وعید نبوی ﷺ تارک جمعہ اور تارک جماعت کے لئے بھی ہے۔

جناب ابو ہریرہؓ کی حدیث تارک جماعت کے حق میں واضح ہے، اور یہی وضاحت حدیث کے آغاز اور آخری جملہ میں بھی ہے،

اور عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث تارک جمعہ کے لئے بالکل واضح ہے، لہٰذا دونوں احادیث میں کسی قسم کا اختلاف نہ رہا۔

تمہارا یہ قول کہ حدیث منسوخ ہے۔ یہ دعویٰ قابل عدم التفات ہے، اس حدیث میں نسخ کی کونسی شرائط ہیں جو معارض اور مقام متاخر ہیں، منسوخ کے دعویٰ پر تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے،

اکثر لوگوں کا دعویٰ ہے یہ حکم منسوخ ہو چکا، اور اجماع سے بھی نسخ کو ثابت کرتے ہیں، حالانکہ یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔

یاد رہے ہم دعویٰ نسخ اور دعویٰ اجماع کے پیش کسی صورت میں سنّت صحیحہ کو نہیں چھوڑ سکتے، ہاں اگر صحیح ناسخ متاخر حکم مل جائے جسے آئمہ نے نقل کیا ہو، یہ کسی صورت میں تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ محفوظ کو ترک کر دیا جائے منسوخ کو قبول کر لیا جائے، اس صورت میں تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا،

متعصبین کی چال

بے شمار متعصب لوگ اپنے مذہب کی حمایت میں صحیح احادیث کی تاویل کرنے سے گریز نہیں کرتے، جب وہ حدیث اپنے مذہب کے مخالف پاتے ہیں تو دعویٰ اجماع کو پیش کر کے مخالفت شروع کر دیتے ہیں، یہ اہل اسلام میں سے کسی کا طریقہ نہیں ہے، بلکہ ہمیشہ سے آئمہ اسلام کا یہ دستور رہا ہے کہ جب وہ صحیح حدیث صراحت سے پا لیتے تو وہ اسے اجماع، غلط تاویل اور نسخ سے باطل نہ کرتے تھے،

اس سلسلہ میں امام شافعیؒ، امام احمدؒ، شدید ترین اجماع اور نسخ کے مخالف تھے،

جناب رسول کریمؐ نے جو ارادہ فرمایا تھا اس پر عمل نہ کرنے کی وجہ کہ گھروں میں (غیر مکلف) یعنی بچے اور عورتیں ہیں، اگر آپ اہل خانہ کو جلا دیتے تو ان پر زیادتی ہوتی جس پر جماعت میں شرکت واجب نہ تھی، یہ اس بنا پر جائز نہیں کہ جس طرح حدّ حاملہ پر واجب ہے لیکن حد بچے/بچی کی پیدائش کے بعد ہوگی۔

۱۔ جناب رسول کریمؐ جو فعل جائز نہیں ہوتا آپؐ اس کا ارادہ نہ کرتے تھے۔

ان سوالات کا بعض لوگوں نے یوں جواب دیا ہے، کہ وہ قوم آپؐ سے خوف زدہ تھی، کہ آپؐ سے یہ جملہ سنیں، پھر وہ تخلف عن الجماعۃ پر اصرار کریں،

تمہارا یہ قول کہ حدیث عدم وجوب جماعت پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ آپؐ نے صرف "ارادہ"، ترک کا کیا تھا۔ ایسا کسی نے خیال نہیں کیا، اور نہ ہی آپؐ کے متعلق کوئی گمان کرتا ہے کہ آپ ایک مسلمانوں کی جماعت کو آگ کے ساتھ جلانے کی سزا دیں اور ان کے گھروں کو آگ سے جلا دیں، سنت کے ترک کے پیش جسے اللہ اور نہ ہی اسکے رسولؐ نے واجب قرار دیا ہو، اور نہ ہی آپؐ کے اصحاب جو آپؐ کے ساتھ ان کے گھروں میں جاتے وہ جماعت سے نماز ادا کرتے۔ اگر آپؐ اکیلے نماز پڑھتے تو اس وقت ۲ر واجب ہوتے،

۱۔ وجوب جماعت، ۲۔ وجوب عقوبت۔

یعنی نافرمان کو سزا دینا اور ان سے جہاد کرنا۔ تو واجبین کو ترک کر دیا اعلام کے لئے (بناتے) جس طرح کہ نماز خوف کی حالت ہوتی ہے،

تمہارا یہ قول کہ آپؐ نے ان کے نفاق کے باعث سزا کا ارادہ کیا تھا نہ کہ جماعت میں عدم شرکت کی بنا پر اس طریقہ سے دو ممنوع چیزیں لازم آئیں گی۔

۱۔ جو عبرتناک سزا آپؐ دینا چاہتے تھے وہ باطل ہو جائے گی کیونکہ حکم کا تعلق جماعت میں عدم شرکت کی بنا پر تھا،

۲۔ عبرت کا حکم جب باطل ہو جائے گا، تو منافقین کو نفاق پر سزا نہ ہوگی، بلکہ ان کے ظاہر عمل کو قبول کیا جائے گا اور ان کے اندرونی کیس کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا جائے گا،

پانچویں دلیل

جناب رسول کریم ؐ کے پاس ایک نابینا آیا اور عرض کرنے لگا: یارسول اللہ! میرے پاس کوئی ایسا آدمی نہیں جو مجھے مسجد میں لائے، آپؐ سے اس نے رخصت مانگی، آپؐ نے اسے رخصت دے دی، جب وہ جانے لگا تو آپؐ نے فرمایا کیا تو اذان سن لیتا ہے؟ اس نے کہا ہاں جی، تو فرمایا واجب نماز مسجد میں پڑھنا ہوگا،

یہ نابینا ابن ام مکتوم تھا، اس کے نام میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں عبداللہ اور بعض کے ہاں عمرو، نام تھا، (رواہ مسلم)

عمرو بن ام مکتوم خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا انا ضریر شاسع الدار، ولی قائد لا یلائمنی. فهل تجد لی رخصة، ان اصلی فی بیتی؟ قال تسمع النداء؟ قال نعم، قال ما اجد لك رخصة، مسند احمد

(سنن ابی داؤد)

میں اندھا ہوں، گھر دور ہے، میرا قائد میرا ساتھ نہیں دیتا، کیا میرے لئے رخصت ہے، آپؐ نے جواب میں فرمایا تیرے لئے میرے پاس کوئی اجازت نہیں (جماعت سے غیر حاضری کی)

سقوطِ وجوب

جو لوگ واجب کو ساقط قرار دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ یہ امر استحبابی ہے امر وجوبی نہیں ہے، آپؐ کا فرمان "لا اجد لك رخصة" یعنی اگر تو جماعت کی فضیلت کا ارادہ رکھتا ہے، تو وہ اس کا جواب دیتے ہیں یہ حکم منسوخ ہے،

دوسرا گروہ جو امر کو مطلق وجوب کے قائل ہیں، کہ جب آپؐ نے صراحت کردی کہ متخلف نابینا، معذور، مسجد سے دور رہائش پذیر کے لئے رخصت نہیں،

اگر انسان کو اختیار ہوتا کہ اکیلا نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ تو ضرور نابینا کو اختیار مل جاتا،

ابوبکر بن منذرؒ فرماتے ہیں نابینا حضرات کے لئے جماعت میں حاضری واجب ہے۔

اگرچہ ان کی رہائش مسجد سے دور ہو، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جماعت میں حاضر ہونا واجب ہے مستحب نہیں جبکہ آپؐ نے عبداللہ بن ام مکتوم نابینا سے فرمایا:
لا اجد لك رخصة تیرے لئے اجازت نہیں تو بینا (آنکھوں والا) اولی رخصت کا حق دار نہیں،

چھٹی دلیل عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع النداء فلم یمنعہ من اتباعہ عذر قالوا وما العذر قال خوف او مرض، لم تقبل منه الصلاۃ التی صلاھا (ابوداؤد، ابوحاتم، صحیح ابن حبان[۱])

جناب رسول کریمؐ نے فرمایا، جس نے اذان سن لی پھر اسے نماز میں شمولیت کے لئے عذر نے روک لیا، صحابہ نے عرض کیا عذر کسے کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا خوف، یا مرض، تو ایسے شخص کی نماز قبول نہ ہوگی،

مسقطون جو لوگ وجوب نماز باجماعت کو ساقط قرار دیتے ہیں، اس حدیث کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس حدیث میں (علتان) دو سبب تعلیل ہیں (۱) اس حدیث کی سند میں معارک عبدی ہے جو محدثین کے ہاں ضعیف ہے، (۲) ابن عباس کا قول ہے حدیث نہیں،

موجبون جو نماز باجماعت کو واجب قرار دیتے ہیں، ابن عباسؓ کی حدیث سے دلیل پکڑتے ہیں،

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من سمع النداء فلم یجب فلا صلاۃ له الا من عذر، (رواہ قاسم بن اصبغ فی کتابہ)

کہ جناب نبی کریمؐ نے فرمایا جس نے اذان سن لی پس اس نے پس اس نے نماز ادا نہ کی، اس کی بغیر عذر کے نماز نہ ہو گی، (اس سند سے یہ روایت صحیح ہے)
۲۔ ابن عباسؓ سے ابن منذر نے مرفوع حدیث بیان کی ہے، یہ لوگ معارک عبدی کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ موصوف سے جلیل القدر محدث ابواسحاق سبیعی نے روایت

---

[۱] مشکوۃ ج ا ص ۹۷ دارقطنی بروایت ابن عباسؓ

کی ہے اور اگر اسے مرفوع نہ تسلیم کیا جائے تو ابن عباسؓ کی حدیث بیان کردہ بلاشبہ مرفوع ہے،

۲۔ ایک ایسے صاحب کا قول ہے جس کی کسی صاحب نے مخالفت نہیں کی،

ساتویں دلیل

ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں، جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنے آپ کو قیامت کے روز بحالت مسلمان خوش ہونا دیکھنا چاہتا ہے، اسے چاہیئے پانچ نمازوں کو پابندی سے (کمیت تعداد، کیفیت طریقہ) ادا کرے، کیونکہ نمازیں ہدایت کے طریق ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو ہدایت کے طریقے بتائے، اور اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو، جس طرح یہ شخص جماعت سے الگ گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم نبیؐ کی سنت کو چھوڑ دو گے، اور جب نبیؐ کی سنت کو چھوڑ دو گے تو جادہ حق (سنت) سے بھٹک جاؤ گے، جب بھی کوئی شخص طہارت اور وضو عمدہ کرتا ہے پھر وہ مسجد کی راہ لیتا ہے تو اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک نیکی، ایک درجہ بلند، اور ایک گناہ ہٹایا جاتا ہے نماز سے تاخیر کرنے والا منافق ہے، جس کے نفاق میں کوئی شبہ نہیں

(اس حدیث کے سننے کے بعد) ہم نے لوگوں کو دیکھا کہ اسے دونوں کندوں سے پکڑ کر صف میں کھڑا کیا جاتا، ایک روایت میں یوں تذکرہ ہے کہ جناب رسول کریمؐ ہمیں ہدایت کے راستے سکھائے اور ان سے نماز کا ادا کرنا اس مسجد میں جس میں اذان دی جاتی ہو، (رواہ صحیح مسلم)

وجہ استدلال

جماعت میں شرکت نہ کرنے والا منافق ہے، جس کے نفاق میں کسی قسم کا شبہ نہیں، ظاہر نفاق کی علامت مستحب ترک اور فعل مکروہ کی بناپر نہیں ہوتی جس نے نفاق کی علامات کو غور سے دیکھا اس نے پایا کہ فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب سے نفاق پایا جاتا ہے، اس معنی کی تاکید آپ کے اس قول سے واضح ہے جسے خوش لگتا ہے کہ قیامت میں مسلمان بن کر اللہ سے ملاقات کرے، اسے چاہیئے کہ پانچوں نمازوں پر حفاظت کرے، جب ان کی اذان دی جائے،

گھر میں نماز پڑھنے، جماعت میں شرکت نہ کرنے والا تارک سنت ہے، یعنی اس نے رسول کریمؐ کے طریقہ کو ناپسند کر کے چھوڑ دیا، جس پر آپؐ مالک تھے اور اس شریعت کو ترک کر دیا جو امت کے لئے مقرر کیا تھا۔

یاد رہے اس جگہ سنت سے مراد یہ نہیں کہ، جب چاہا کر لیا اور جب چاہا ترک کر دیا، اگر چھوڑ دیا تو گمراہ نہ ہوگا، اور نہ ہی منافق بنے گا۔ جیسے کوئی شخص ضحیٰ کی نماز رات کا قیام، سوموار، جمعرات کا روزہ۔

آٹھویں دلیل عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانوا ثلاثۃ فلیؤمہم احدھم واحقھم بالامامۃ اقرؤھم

"رواہ مسلم"، [1]

جناب رسول کریمؐ نے فرمایا جب تین افراد ہوں تو ایک ان میں سے امامت کرے اور امامت کا مقدار قاری ہے (یعنی عالم)

وجہ استدلال اس حدیث سے واضح ہے کہ آپؐ نے جماعت کا حکم دیا، آپؐ کا "امر" حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے،

نویں دلیل امر نبوی ؐ جو شخص امام کی اقتداء میں اکیلا صف میں نماز پڑھے اسے چاہیئے کہ نماز کو لوٹائے۔ بدلیل:

عن وابصۃ بن معبد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلا یصلی خلف الصف وحدہ فامرہ ان یعید الصلاۃ، امام احمد، اھل سنن، ابوحاتم، ترمذی [2]

جناب رسول کریمؐ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ امام کے پیچھے صف میں اکیلا نماز ادا کر رہا تھا آپؐ نے فرمایا کہ وہ نماز کو دہرائے۔ (ترمذی)

---

[1] سنت کا معنیٰ یہ کرنا کبھی کر لیا اور کبھی نہ کیا، اصول حدیث کے مخالف ہے، جس طریقہ کو آپ نے کرنے کا حکم دیا، اسے ترک کا دیگر انکار کرنا ہی انکار سنت ہے، سنت کی تعریف ہوئی جو طریقہ اپنی امت کے لئے تجویز کیا اس پر عمل کیا جائے۔ (مترجم)
رہنما اصولوں کے تحت جنکے تحت شارع نے حکم دیا۔

[2] مشکوۃ ج ا صنا باب الامامہ، از ابوسعیدؓ، [3] مشکوۃ ج ا ص ۹۹،

(من علی بن شیبان قال خرجنا حتیٰ قدمنا علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فبایعناہ وصلینا خلفہ، قال ثم صلینا وراءہ صلاۃ اخری فقضی الصلاۃ فرای رجلا فرداً خلف الصف فوقف علیہ حتیٰ انصرف وقال استقبل صلاتک لا صلاۃ الذی خلف الصف، مسند احمد، ابن حبان،

علی بن شیبان بیان کرتے ہیں کہ ہم مدینہ میں آپؐ کے پاس حاضر ہوئے ہم نے آپؐ سے بیعت کی اور نماز ادا کی پھر ہم نے آپ کی اقتدار میں دوسری نماز ادا کی نماز پورا کرنے کے بعد آپؐ نے ایک انسان کو دیکھا کہ وہ صف میں اکیلا نماز پڑھ رہا تھا، حتیٰ کہ وہ فارغ ہوا آپؐ نے اسے مخاطب ہو کر فرمایا تو نماز ادا کر کیونکہ امام کی اقتدار میں اکیلا کھڑے ہو کر نماز نہیں ہوتی۔ (ابن حبان)

مسند امام احمد کی روایت میں ہے کہ میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز ادا کی، آپؐ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اکیلا صف میں امام کے پیچھے نماز ادا کر رہا تھا، آپؐ نے اس شخص کو دیکھا حتیٰ کہ وہ نماز سے فارغ ہوا، آپؐ نے اسے فرمایا نماز ادا کر کیونکہ منفرد کی امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی،

نتیجہ ابن منذر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو امام احمد اور اسحاق نے ثابت کیا ہے،

وجہ استدلال آپؐ نے صف میں منفرد نماز پڑھنے والے کی نماز کو جماعت کی حالت میں باطل قرار دیا، اور اسے حکم دیا کہ نماز کو دوبارہ پڑھے، حالانکہ منفرد نے خاص جگہ میں نماز ادا کی تھی، پھر بھی اسے اعادہ کا حکم دیا، جماعت سے منفرد کی نماز اور مکان میں باطل ہے، کیونکہ مسجد میں منفرد جماعت کی حالت میں صف میں اکیلا نماز ادا کر رہا تھا، اگر منفرد [illegible] بحالت جماعت میں صحیح ہوتی، تو آپؐ کبھی بھی منفرد کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہ فرماتے،

مسقطون جو لوگ وجوب جماعت کو ساقط قرار دیتے ہیں، حدیث مذکورہ سے یہ استدلال لینا کہ صف میں بحالت جماعت منفرد

کی نماز باطل ہے کا استدلال ممکن نہیں، یہ قول شاذ ہے جمہور علماء اس قول کے مخالف ہیں،

اجماع اہل علم جب کہ اہل علم کا اجماع ثابت ہے کہ بحالت جماعت صف میں منفرد عورت کی نماز صحیح ہے، اور جناب رسول کریم ؐ نے جبرائیل کی اقتداء میں منفرد شکل میں نماز ادا کی تھی،

عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی علیہ وسلم اتاہ جبرائیل یعلمہ اوقیت الصلاۃ فتقدم جبرائیل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفہ والناس خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی الظہر حین زالت الشمس واتاہ حین کان الظل مثل شخصہ فصنع کما صنع فتقدم جبرائیل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلفہ والناس خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، رواہ النسائی

جناب نبی کریم ؐ کے پاس جبرائیل امین نماز کے اوقات کی تعلیم دینے کے لئے تشریف لائے، چنانچہ جبرائیل نے امامت کرائی اور آپ ؐ نے آپ کی اقتدا اور آپ ؐ کے پیچھے باقی لوگ تھے ظہر کی نماز زوال سورج پر ادا کی جبرائیل اس وقت تشریف لایا جب ہر چیز کا سایہ مثل تھا، آپ ؐ نے تنہا جبرائیل کی اقتداء میں اور لوگوں نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی، (نسائی)

جناب رسول کریم ؐ نے جبرائیل کی اقتداء میں نماز ادا کی،

دوسری دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ابو بکرۃ ؓ نے صف کے پیچھے تنہا تکبیر تحریمہ کہی، پھر چل کر صف میں داخل ہوگیا، اسے نبی کریم ؐ نے نماز کے اعادہ کا حکم نہ دیا،

تیسری دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ ابن عباس ؓ نے آپ کی بائیں جانب تکبیر تحریمہ کہی، آپ ؐ نے اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اپنی داہنی جانب کھڑا کر لیا، آپ نے اسے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا، بل اس کا انفرادی طور پر

تکبیر تحریمہ کو صحیح قرار دیا، یہ تمام مسائل نفل میں ہیں، امامت جبرائیل بحدیث جابر، وہ مسئلہ فرض کا ہے،

موجبون | جو لوگ نماز با جماعت کو واجب قرار دیتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا احادیث میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے،

تمہارا یہ قول کہ یہ شاذ ہے بخدا یہ بالکل یہ شاذ نہیں اس کے ساتھ جناب رسول کریمؐ سنن صحیحہ صریحہ، اسے کون ترک کر سکتا ہے، ترک سنن مخفی نہیں ہے، یا کوئی ایسی قسم تاویل ہو جس میں ترک جائز ہو، تارک سنّت کو کس طرح مقدم کیا جا سکتا ہے؟ اکابر تابعین نے ان کے اقوال کی تردید کی ہے، جو لوگ سنت کو شاذ کہتے ہیں،

تابعین سے سنت کے قائل: سعید بن جبیر، طاؤس، ابراہیم نخعی،

تبع تابعین: حکم، حماد، ابن ابی لیلیٰ، حسن بن صالح، وکیع، اوزاعی، طحاوی،

اسحاق بن راہویہ، امام احمد، ابوبکر بن منذر، محمد بن اسحاق بن خزیمہ،

یہ روایات کس بنا پر شاذ ہیں جبکہ اکابر قائل ہیں کہ سنت ہے،

تمہارا پیش کرنا کہ عورت اکیلی کی نماز صف میں جائز ہے، یہ فاسد ترین معارضہ ہے کیونکہ عورت کے لئے شرعی حکم یہی ہے کہ مردوں سے الگ رہے، اگر عورت مرد کے ساتھ مل کر نماز پڑھے تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی،

یہ قول ابو حنیفہؒ اور ایک قول امام احمدؒ کا ہے،

ہاں اگر عورت عورتوں کی صف میں اکیلی صف میں بحالت جماعت کھڑی ہو کر نماز پڑھے، تو اس کی نماز صحیح ہو گی، بعض کے قول کے مطابق صحیح نہیں، بلکہ عورت اگر عورتوں کی صف میں سے الگ ہو کر نماز ادا کرے گی، تو اس کی نماز اس طرح صحیح نہ ہو گی، جس طرح مرد کی نماز بحالت جماعت الگ ہونے کی صورت میں نماز نہ ہو گی، یہ قول ابو یعلیٰ کا ہے، جو موصوف نے تعلیق میں ذکر کیا ہے،

آپؐ کے حکم عام کے اعتبار سے لا صلاۃ لفرد خلف الصف، صف کے پیچھے بحالت جماعت منفرد کی نماز نہیں ہو گی،

سے صحیح حدیث کے پیش نظر آدمیوں کی تعداد میں اکیلی نماز پڑھنے والی عورت خارج ہو گی، باقی مسئلہ عموم پر رہا، اگر عورت اکیلی جماعت نماز پڑھے گی تو اس کی نماز ہو جائے گی مرد کی نہ ہو گی۔ مترجم۔

باقی رہا مسئلہ آپؐ کا اکیلے جبرائیل کی اقتدا میں نماز ادا کرنا اور صحابہ کا آپؐ کے پیچھے کھڑا ہونا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ابتدا میں تھا، جبکہ آپ کو میقات الصلوٰۃ کی تعلیم دینا تھا، یہ جواب صحیح ہے،

جواب ابن قیمؒ میرے نزدیک ایک اور جواب یہ ہے، وہ یہ کہ جناب رسول کریمؐ مسلمانوں کے امام تھے، اور آپؐ تنہا جبرائیل کی اقتدا فرما رہے تھے، کیونکہ جبرائیلؑ کا تقدم حصول تعلیم کے لئے زیادہ مناسب تھا بانسبت اسکے جبرائیلؑ ایک جانب میں کھڑا رہتا، جس طرح جناب رسول کریمؐ نے صحابہؓ کو منبر پہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائی تاکہ لوگ آپ کی اقتدا کریں اور آپؐ کی نماز سیکھ لیں، آپکا منبرؐ پہ کھڑا ہونا تعلیم کی غرض سے تھا،

چنانچہ آپؐ نے کسی مقام میں منع نہیں فرمایا کہ امام امامت کے وقت مقتدیوں سے بلند جگہ میں کھڑا نہیں ہو سکتا،

باقی رہا ابوبکرۃؓ کا واقعہ تو اس میں یہ ذکر نہیں کہ موصوف نے صف میں داخل ہونے سے پہلے رکوع سے سر اٹھا لیا تھا، ہاں اگر ایسا ثابت ہو جائے تو دلیل بن سکتی لیکن موصوف نے ایسا کیا ہی نہیں،

ایک شخص صف میں شامل ہونے سے قبل رکوع کر لیتا ہے، پھر وہ رکوع کی حالت میں چل کر امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے قبل صف میں داخل ہو جاتا ہے، تو اس شخص کے بارے میں امام احمدؒ سے تین روایات ہیں،

۱۔ اس کی نماز مطلقاً درست ہے، اس پہ دلیل جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپؐ نے ابوبکرۃ کو نماز کے اعادہ کا حکم نہ دیا اور نہ ہی اس سے تفصیل طلب کی کیا اس نے رکعت کو رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے اٹھایا یا کہ نہ،

اگر حالت مختلف ہوتی تو ضرور تفصیل پوچھتے۔

سعید بن منصورؒ نے سنن میں زید بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ موصوف صف میں داخل ہونے سے رکوع کرتے، پھر وہ رکوع کی حالت میں چلتے، اور اسے رکعت

شمار کرتے، صف میں ملا یا نہ ملا،

زید بن ثابت والی روایت صحیح نہیں، اس کی صراحت ابراہیم بن حارث اور محمد بن حکم کی روایت میں ہے،

ایک شخص صف میں رکوع پا لیتا ہے اور ایک صف میں رکوع نہیں پایا تو اس میں فرق ہے کیونکہ اس نے صف میں وہ چیز نہیں پائی جو کہ اس نے رکعت میں پائی، تو یہ تشبیہہ گویا کہ اس نے ادراک کیا اور سجدہ کر لیا،

یہ روایت امام احمد کے اکثر اصحاب کے ہاں صحیح ترین ہے،

اگر اس کو نہی کا علم تھا تو اس کی نماز اس صورت میں صحیح نہ ہوئی، ورنہ ابو بکرہ کے قصہ کے پیش نظر اس کی نماز صحیح ہوئی،

کیونکہ ارشاد نبوی ؐ لا تعد اعادہ نہ کر، نہی فساد کا تقاضا کرتی ہے لیکن ناواقف کے لئے ترک ہے، جبکہ اس کو اعادہ کا حکم نہیں دیا، یہ حالت ابو بکرہ کی تھی،

رہا ابن عباس اور جابرؓ کا واقعہ ابتدائی امر میں نماز کا چھوڑ دینا، تو انہوں نے الگ الگ تکبیر تحریمہ باندھی تھی، کیونکہ انہوں نے شروع میں ایسا کر لیا تھا کہ جب وہ نماز میں داخل ہو چکے تھے، اس روایت میں ہے کہ وہ دونوں آپ کی بائیں جانب کھڑے ہوئے تھے، تو آپ نے کھڑے ہوتے ہی پھیر دیا،

اگر فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے تکبیر تحریمہ کہہ لی تھی، تو جو شخص الگ تکبیر تحریمہ کرے تو اس کی تکبیر نماز کے لئے صحیح ہو گی اور اس کا نماز میں داخل ہونا بھی صحیح ہو گا، اور اگر ہم تمام اقتداء کرنے والوں کا اکٹھا تکبیر تحریمہ تسلیم کر لیں تو کسی کی بھی تکبیر تحریمہ منعقد نہ ہو گی حتیٰ کہ امام اور جو اس کی جانب نہیں ہے، ابتداء اور انتہاء تکبیر میں اتفاق کر لیں، ایسا کرنا انتہائی مشقت اور حرج کا موجب ہے، اسی بنا پر ایسی صورت کا کسی نے اعتبار نہیں کیا، "واللہ اعلم"،

دسویں دلیل جناب رسول کریم ؐ نے فرمایا ایک بستی میں تین آدمی ہیں وہ نہ اذان کہتے ہیں اور نہ جماعت قائم کرتے ہیں تو ان پر شیطان کا غلبہ ہے

ابودردا، تجھے جماعت کو لازم کرنا ہوگا، کیونکہ بھیڑیا ریوڑ سے الگ رہنے والی بکری کو پھاڑ لیتا ہے، (یعنی جماعت میں تحفظ اور انفرادیت میں تہلکہ)

وجہ استدلال اس حدیث سے یہ ہے کہ آپؐ فرمایا کہ اذان اور اقامت نماز، جماعت کا شعار ہے جس نے اسے ترک کردیا اس پر شیطان غالب آیا، اگر نماز مندوب ہوتی تو انسان اختیار ہوتا چاہے وہ جماعت نماز ادا کرے یا نہ کرے، جب اس پر شیطان غالب آگیا جب اس نے جماعت کو ترک کردیا، نماز کے شعار کو ترک کردیا،

بارھویں دلیل ابوشعثا بیان کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں موجود تھے مؤذن نے اذان دی ایک آدمی اذان سنتے ہی مسجد سے باہر چلا گیا۔ جناب ابوہریرہؓ نے موصوف کو نگاہ میں رکھا جب وہ نکل گیا تو آپؓ نے فرمایا مسجد سے باہر چلے جانے والا انسان ابوالقاسم کا نافرمان ہے، دوسری روایت کا یہی مفہوم ہے،

وجہ استدلال جناب ابوہریرہؓ نے اذان سنکر مسجد سے باہر جانے والا اور نماز باجماعت نہ ادا کرنے والے کو جناب رسول کریمؐ کا نافرمان قرار دیا،

جو شخص اس بات کا قائل ہے کہ نماز جماعت سے پڑھنا مندوب ہے، وہ اذان سنکر الگ نماز پڑھنے والے کو اللہ اور رسول کا نافرمان نہیں کہتا،

ابن منذرؒ نے اس حدیث سے وجوب جماعت کے لئے دلیل لی ہے،

اپنی کتاب میں فرماتے ہیں! اگر انسان کو ترک جماعت اور ادا جماعت کا اختیار ہوتا تو یقیناً جماعت میں نہ شریک ہونے والا اللہ اور رسولؐ کا نافرمان نہ ہوتا،

اور جو شخص نماز باجماعت کو مندوب کا قائل ہے چاہے جماعت سے ادا کرے یا نہ کرے وہ اذان کے سن لینے کے بعد مسجد سے باہر جانے کی اجازت

ؔ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۹۶ باب الجماعت، ؎ ندب کا معنی کہ اگر جماعت میں شامل ہو تو ثواب، اگر نہ شمولیت کرے تو عتاب نہیں، یہ اصطلاح قرآن وحدیث میں نہیں،

کا قائل ہے، بلکہ وہ اس کی بھی اجازت کا قائل ہے، کہ امام کے ساتھ نماز نہ ادا کرے بلکہ وہ الگ بیٹھا رہے، جب وہ جماعت کرانے لگیں تو وہ اکیلا اپنی نماز پڑھ لے۔ اگر جناب رسول کریمؐ اور اصحابہ ایسے انسان کے ایسے فعل کو دیکھ لیتے تو شدید انکار کرتے، بلکہ اصحاب کے علاوہ لوگوں کے اس فعل پر انسان گھر میں نماز ادا کر لیتا ہے اور وہ جماعت میں نماز اس لئے ادا نہیں کرتا کہ اس کی گھر والی نماز ہی کافی ہے۔

جناب رسول کریمؐ نے فرمایا مالك لا تصل معنا؟ تجھے کیا ہوا کہ تو نے ہمارے ساتھ نماز نہ ادا کی، اور ساتھ ہی فرمایا الست برجل مسلم؟ کیا تو مسلمان نہیں ہے؟

آپؐ نے حکم دیا جو شخص نماز پڑھ چکے وہ جماعت سے نماز ادا کرے جیسا کہ ارشاد نبویؐ اذا صليتما في رحالكما ثم اتيتما مسجد جماعة فصليا معهم فانها لكم نافلة۔

جب تم اپنے گھروں میں نماز ادا کر لو پھر تم مسجد میں تشریف لاؤ تو جماعت سے نماز ادا کرو۔ گھر والی نماز تمہارے نفل ہو جائیں گے۔

گیارہویں دلیل

وجوب جماعت پر اجماع صحابہؓ۔ اصحاب اقوال اس سلسلہ میں ہم ذکر کرتے ہیں، جیسا کہ ابن مسعودؓ کا قول ولقد رأيتنا وما يتخلف عنها الا منافق معلوم النفاق[2] ہم نے دیکھا کہ نماز با جماعت سے الگ وہی شخص رہتا تھا جو منافق ہے اور اس کا نفاق بالکل معلوم ہے۔

ابن مسعودؓ کا یوں قول نقل کیا ہے من سمع المنادي فلم يجب بغير عذر فلا صلاة له جس انسان نے اذان سن لی پھر اس نے بغیر کسی عذر در پیش کے نماز ادا کی تو اس کی نماز نہ ہو گی۔ (مسند امام احمدؒ)

۲۔ علیؓ فرماتے ہیں لا صلاة لجار المسجد الا في المسجد[3]، مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد میں ہو گی، آپؓ سے پوچھا گیا مسجد کا پڑوسی کون ہے، آپؓ نے فرمایا جو اذان سن لیتا ہے۔

حسن بن علیؓ فرماتے ہیں: جس نے اذان سن لی اور نماز جماعت سے ادا نہ کی

---

[1] مشکوٰۃ ج ا ص۱۰۳ باب من صلی صلاۃ مرتین۔ بروایت یزید بن اسود رضؓ، [2] مشکوٰۃ ص۹۶،

[3] یہ روایت ضعیف ہے دارقطنی بحوالہ فتح الباری ج ا ص۱۲۰ ۳

تو اس کی نماز پڑھتی اور نصف تک ماسد اس کے سر سے اوپر نہ جائے گی، ہاں عذر کی صورت میں جائز ہے (مسند احمد)

علیؓ فرماتے ہیں من سمع النداء من جیران المسجد وھو صحیح من غیر علۃ فلا صلاۃ لہ۔ جس مسجد کے پڑوسی نے اذان سن لی حالانکہ وہ بالکل تندرست تھا اور اسے کوئی عذر نہ تھا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں، جو شخص اذان سن لیتا ہے، اور نماز ادا نہیں کرتا، اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ اپنے کانوں میں رصاص (سکہ) سے بھر لے۔

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں، من سمع المنادی فلم یجب من غیر علۃ لم یجد خیراً ولم یرد بہ! جس نے اذان سن لی اور نماز باجماعت ادا نہ کی جبکہ اسے کوئی عذر نہ تھا تو اسے خیر حاصل کی اور نہ ہی اس نے خیر کا ارادہ کیا۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں من سمع النداء ثم لم یجب من غیر علۃ فلا صلاۃ لہ۔ جس نے اذان سن کر جماعت سے نماز ادا نہ کی اسے کوئی عذر بھی نہ تھا اس کی نماز نہ ہوگی۔

ابن عباسؓ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ یصوم النہار ویقوم اللیل لا یشھد جمعۃ والا جماعۃ! دن کو روزہ اور رات کو قیام کرتا ہے جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا، موصوف نے جواب دیا ھو فی النار، وہ آگ میں ہے۔ پھر سائل نے دوسرے روز آ کر اس نے وہی سوال کیا تو موصوف نے پھر وہی جواب دیا کہ وہ ناری ہے۔

سائل مہینہ بھر آپؓ کے پاس آتا رہا آپؓ اسے یہی جواب دیتے کہ تو کہہ کہ ابن عباس کہتا ہے ھو فی النار، تارک جمعہ اور جماعت ناری ہے۔

نتیجہ | صحابہؓ کے اقوال صریح ہیں جن کے صحیح ہونے اور مشہور ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور لطف یہ ہے کسی صحابی کے قول میں کسی قسم کا اختلاف نہیں، ہر صحابی کا اثر، مستقل دلیل ہے اگرچہ وہ ایک صحابی کا ہی قول ہو، جب صحابہؓ کے

آپس میں دلائل مضبوط اور مستحکم ہوں، باللہ التوفیق،

فصل ۳۱

ساتواں مسئلہ | کیا نماز باجماعت ادا کرنا نماز کی صحت کے لئے شرط ہے، یا کہ نہ؟

موجبون کے دلائل | جو لوگ کہتے ہیں جماعت صحت کے لئے شرط ہے، ان کے دو قول ہیں،

۱۔ نماز باجماعت فرض ہے جو شخص تنہا نماز پڑھ لیتا ہے، وہ گنہگار اور زبانی ذمہ سے بری ہے، یہ قول امام احمد کے متاخرین اصحاب کا ہے۔ اس پر امام احمدؒ نے نص پیش کی ہے اجابۃ الداعی الی الصلاۃ فرض اولو ان رجلا قال ھی عندی سنۃ اصلیھا فی بیتی مثل الوتر وغیرہ لکان خلاف الحدیث وصلاتہ جائزۃ"۔ نماز باجماعت ادا کرنا فرض ہے، اور اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ میرے نزدیک نماز سنت ہے میں اسے گھر میں ادا کرتا ہوں، نماز وتر وغیرہ کی طرح تو قول وحدیث کے خلاف ہے، اس کی نماز جائز ہوگی،

۲۔ امام احمدؒ سے دوسری روایت: ابوالحسن زعفرانی بیان کرتے ہیں جماعت نماز کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ فلا تصلح صلاۃ من صلیٰ وحدہ، جو شخص اکیلا نماز ادا کرے گا اس کی نماز صحیح نہ ہوگی (کتاب الاقناع)

قاضی نے بعض اصحاب سے نقل کیا، اس قول کو ابو وفا ابن عقیل، ابوالحسن تیمی نے پسند کیا، یہی قول داؤد، اور اصحاب دُود کا ہے،

علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں یہ قول ہمارے تمام اصحاب کا ہے، ہم فریقین کے دلائل ذکر کرتے ہیں،

مشترطون | جو لوگ صحت نماز کے لئے جماعت کو شرط قرار دیتے ہیں ان کا

ہم نے نماز کے واجب ہونے کے لئے پیش کی ہے وہی "شرط" کے لئے دلیل ہے جب نماز واجب ہے تو مکلف نے اس حکم کی تعمیل نہ کی، جس کے بعد حکم وجوب باقی نہ رہا

مشترطون فرماتے ہیں، اگر نماز بغیر جماعت کے صحیح ہوتی تو اصحاب رسولؐ ان کے بارے میں لا صلاۃ لہ۔ اس کی نماز نہیں، کا فتویٰ نہ لگاتے،

اور اگر نماز صحیح ہوتی تو جناب رسول کریمؐ کا یہ حکم، من سمع النادی ثم لم یجبہ لم تقبل منہ الصلاۃ، التی صلی، جس نے اذان سننے کے باوجود نماز باجماعت نہ ادا کی جو اس نے (الگ نماز روا) نماز ادا کی وہ قبول نہ ہوگی،

نتیجہ جب قبولیت جماعت پر موقوف ہے تو جماعت بذات خود شرط بن گئی، جس طرح انسان بے وضو رہو جائے، تو اس کی نماز کی مقبولیت کا مدار وضوء پر ہے، تو قبولیت کے لئے وضوء شرط ہے،

نمبر دوم: عدم قبولیت شرط یا رکن کے نہ ہونے کی باعث ہوتی ہے، یہ دلیل اس قول سے نہیں ختم ہوگی کہ "غلام بھاگنے والے، اور شرابی کی نماز چالیس روز تک قبول نہیں ہوتی" سے کیونکہ اس مقام پر عدم قبولیت حرام فعل کا ارتکاب ہے، جو نماز کا تعاون تھا، اس بنا پر ثواب کو باطل قرار دیا،

۳۔ اگر منفرد کی نماز صحیح ہوتی تو ابن عباسؓ اس کے متعلق "وھو فی النار" وہ ناری کا حکم نہ دیتے،

۴۔ اگر نماز صحیح ہوتی تو واجب نہ ہوتی، عبادت اس انسان کی صحیح ہوگی جو حکم کے تحت ادا کرے گا، وجوب کے دلائل ہم نے تفصیل سے سابقہ اوراق میں بیان کر دیئے ہیں،

مصححون (جو لوگ کہتے ہیں کہ منفرد کی نماز صحیح ہے) اس گروہ کے ہاں تین اقسام ہیں،

۱۔ سنت ہے! اگر چاہے جماعت سے پڑھ لے چاہے ترک کر دے،

۲۔ نماز جماعت سے فرض کفایہ ہے! اگر ایک جماعت، جماعت سے نماز ادا

کرے گی تو دیگر سے نماز باجماعت سے ساقط ہو جائے گی،

۳۔ نماز باجماعت تمام اشخاص پر فرض ہے، جماعت کے علاوہ صحیح نہ ہوگی،

دلائل | عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاۃ الجماعۃ تفضل علی صلاۃ الفذ بسبع وعشرین درجۃ

(صحیحین، بخاری ومسلم)

جناب ابن عمرؓ ارشاد نبویؐ یوں بیان کرتے ہیں جماعت سے نماز ادا کرنا بانسبت الگ "اکیلا" ہو کر پڑھنے سے ستائیس درجے فضیلت رکھتی ہے،

ترجمہ! جناب ابوہریرۃؓ ارشاد نبویؐ یوں بیان کرتے ہیں انسان نماز جو گھر، بازار میں ادا کی جاتی ہے اس سے اس کا جماعت سے نماز ادا کرنے سے پچیس[1] گنا بڑھا دیا جاتا ہے، یہ ثواب اس بنا پر انسان سے وضوء عمدہ کیا پھر نماز کی خاطر مسجد میں محض نماز کی خاطر قدم اٹھاتا رہا، اس کے ایک ایک قدم پر علیٰ درجہ بلند اور ایک گناہ ختم جب نماز ادا کرتا ہے تو فرشتے اس پر رحمت کی دعا کرتے ہیں جب تک وہ اپنی جائے نماز میں باوضوء رہتا ہے، اور ساتھ دعا کرتے ہیں یا اللہ نمازی پر رحمت کیجیو اور اس پر رحمت فرمائیو، اور جب تک یہ نماز کی انتظار میں ہے، بخاری ومسلم

۱۔ مصحون | فرماتے ہیں اگر منفرد کی نماز باطل ہوتی تو منفرد اور جماعت سے نماز پڑھنے میں یوں تفاضل کیوں بیان کیا جاتا،

ارشاد نبویؐ | جناب رسول کریمؐ نے فرمایا جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی اسے ثواب نصف رات کے قیام اور جس نے فجر کی نماز باجماعت ادا کی اسے ثواب پوری رات کے قیام کا ہوگا،

نتیجہ | اس سلسلہ میں وہ کہتے ہیں منفرد کے فعل کی تشبیہ جماعت کے ساتھ دینا جو واجب نہیں ہے، تو مشبہ کا حکم مشبہ بہ کے ساتھ ہوا، یا تھوڑا سا کم ہوگا تاکید کے اعتبار سے،

۲۔ یزید بن اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول کریمؐ کے ساتھ حجۃ الوداع

[1] درجات ۲۵۔۲۷ میں تفاضل نماز کے اخلاص اور خشوع کے باعث ہوتے ہیں مترجم۔

میں حاضر تھا، تو میں نے آپؐ کے ساتھ مسجد خیف میں صبح کی نماز ادا کی، جب آپؐ نے نماز پڑھ لی تو آپؐ نے اچانک دو آدمیوں کو دیکھا جو قوم کے آخر میں بیٹھے تھے، انہوں نے نماز ادا نہ کی، آپؐ نے فرمایا "علی بہما" ان دونوں کو میرے پاس لاؤ، فجیء بہما ترعد فرائصہما ان کو جب لایا گیا تو ان کے شانے کانپ رہے تھے، آپؐ نے ان سے فرمایا ما منعکما ان تصلیا معنا! آپؐ نے کس بنا پر ہمارے ساتھ نماز ادا نہ کی، ان دونوں نے جواب دیا، یا رسول اللہ قد صلینا فی رحالنا، ہم نے نماز اپنے گھروں میں نماز ادا کر لی تھی، ساتھ ہی فرمایا فلا تفعلوا، ایسا نہ کیا کرو، جب دونوں اپنے گھروں میں نماز پڑھ لو پھر تم اس مسجد میں تشریف لاؤ جس میں جماعت ہوتی ہو، تو جماعت کے ساتھ نماز ادا کرو، فانما لکما نافلۃ، تمہاری گھر والی نماز نفل ہو گی۔ (رواہ اہل سنن)

سنن ابوداؤد کی روایت میں ہے: اذا صلی احدکم فی رحلہ ثم ادرک مع الامام فلیصلہا معہ فانہا لہ نافلۃ، جب تم سے کوئی انسان اپنے گھر میں نماز پڑھ لے پھر وہ امام کے ساتھ نماز پالے تو امام کے ساتھ نماز پڑھے پہلی نماز اسکی نفل ہو گی،

نتیجہ وہ کہتے ہیں، اگر پہلی نماز صحیح نہ ہوتی تو دوسری نفل نہ بنتی۔

ایک روایت محجن بن ادرع رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں جناب نبی کریم کے پاس آیا، نماز کا وقت ہوا تو آپؐ نے نماز ادا کی، لیکن میں نے نماز ادا نہ کی، آپؐ نے مجھے فرمایا، الا صلیت؟ تو نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہ ادا کی، میں نے جواب دیا کہ میں نے گھر میں نماز پڑھ لی تھی، بعد میں تمہارے پاس آیا ہوں، آپؐ نے فرمایا: اذا جئت فصل معہم واجعلہا نافلۃ، جب تو حاضر ہو تو ان کے ساتھ نماز ادا کرنا اور دوسری نماز کو نفل بنا لے، (مسند احمد)

اس سلسلہ میں ابوہریرہؓ، ابوذر، عبادہ، عبداللہ ابن عمرؓ کی روایات ہیں ابن عمرؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں سلیمان میمونہؓ کے غلام بیان کرتے ہیں،

لہ مشکوٰۃ ج ا صـ١٠٣ بروایت جابرؓ

میں آپ کے پاس آیا۔ موصوف "بلاط" مقام میں تھے، اور لوگ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے، میں نے موصوف سے کہا! ما یمنعك ان تصلی مع الناس؟
آپ نے کس بنا پر لوگوں کے ساتھ نماز ادا نہ کی، موصوف نے جواب دیا کہ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا تصلوا صلاۃ فی یوم مرتین، رواہ ابوداؤد، نسائی[1]،

میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے کہ دن میں ایک نماز دو مرتبہ ادا نہ کرو (ابن عمرؓ کا مطلب یہ تھا کہ میں پہلے نماز ادا کر چکا ہوں)

موجبون (تفضیل ثواب کو واجب کرنے والوں کے دلائل) وہ کہتے ہیں کہ انسان کسی صورت میں بری الذمہ نہیں ہو سکتا خواہ مطلق ہو یا مقید کیونکہ تفضیل (فضیلت) مفضل (جو فضیلت دیا گیا) مفضل علیہ، (جس پر فضیلت دی گئی) کے ساتھ ہر طریق سے منافقت (مخالفت) کی بنا سے حاصل ہوتی ہے،
ربانی ارشاد: أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا[2]
قیامت میں اصحاب جنت کے بہترین مقام میں مکین ہوں گے اور احسن بات چیت کریں گے۔

ارشاد ربانی[2]: قُلْ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ أَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ۔
اعلان کیجئے یہ بہتر ہے یا جنت خلد، اس قسم کی آیات قرآن میں کثرت سے موجود ہیں،

نتیجہ منفرد کی نماز ستائیس[2] اجزاء سے ایک جز ہوگا بانسبت تمام نماز کے، تو اس سے فرضیت جماعت ساقط نہیں ہوتی، اور نہ جماعت کا مندوب ہونا لازم آتا ہے، کئی وجوہ سے، حاصل کلام یہ ہے انسان واجب کو ادا کرے، واجبات اور غیر واجبات میں فضیلت ہے، جس طرح کہ دو انسان ایک صف میں کھڑے ہو کر ایک ہی نماز ادا کرتے ہیں، تو ان کی فضیلت میں اس طرح کا فرق ہے جس طرح کہ آسمان اور زمین میں فرق ہے،

---

[1] مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۰۳ بروایت سلیمان، [2] سنن ابوداؤد،

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال- ان العبد لیصلی الصلوٰۃ ولم تکتب لہ من الاجر الا نصفہا ثلثہا، ربعہا، خمسہا، (سنن)

جناب رسول کریمؐ نے فرمایا انسان جب نماز ادا کرتا ہے تو اس کے نامۂ اعمال اجر ½ ⅓ ¼ ⅕ بھی نہیں لکھا جاتا، یہاں تک کہ دسواں حصہ تک پہنچ جاتا ہے، جب دو انسان ایک فرض نماز ادا کرتے ہیں، ایک نماز دوسرے کی نماز سے دس حصے افضل ہوتی ہے، حالانکہ دونوں نے فرض نماز ادا کی ہے، اسی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ اکیلا نماز اور جماعت میں نماز پڑھنے کی فضیلت کیا ہوگی،

اور اس سے زیادہ بلیغ قول کہ لیس لک من صلاتک الا ما عقلت منہا، ہے، نماز انسان کی وہی ہوگی جو سمجھ کے ادا کرے گا، اگرچہ اس سے نماز کا ذمہ ختم ہوگا، اسی طرح منفرد نماز پڑھنے والے کو ایک حصہ اجر کا ملے گا، اگرچہ اس سے بری الذمہ ہے،

نتیجہ صاحب شریعتؐ نے ایسی نماز کو صحیح قرار نہیں دیا اگرچہ فقہاء کی اصطلاح میں اسے نمازی کا نام دیا جائے گا،

جو چیز مطلق صحیح ہوگی اس پر اثر مرتب ہوگا اور اس سے مقصود حاصل ہوگا۔ اور یہ عظیم اثر ختم ہو گیا تو اس سے عظیم مقصد حاصل نہ ہوگا، اور یہ کسی صورت میں صحیح نہ ہوگا، احسن حالت یہی ہے کہ اس سے نزاع کا خاتمہ کیا جائے، اگرچہ اسے ثواب کا ایک حصہ مل گیا، یہ صورت اس انسان کے قول کے مطابق ہے جو جماعت کو نماز کی صحت کے لیئے شرط قرار نہیں دیتا،

لیکن جو شخص جماعت نماز کے لیے صحت قرار دیتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ فضیلت ان دو نمازوں میں ہوگی جو صحیح ہوں گی،

اکیلے کی نماز منفرد کی نماز عذر کی بنا پر صحیح ہوگی، بغیر عذر کے نماز نہ ہوگی صحابہ کا بھی یہی قول ہے،

اگر یہ لوگ اس طریقہ سے جواب دیں، تو ان کا تنازعہ رد کیا جائے گا، اس

لحاظ سے کہ معذور کا ثواب پورا ہو جاتا ہے، اس اعتراض کا انہوں نے یہ جواب دیا ہے، نماز کی ادائیگی سے صرف ایک حصہ نماز کا حاصل ہوگا، نماز کا مکمل ہونا فعل کی وجہ سے نہیں بلکہ نیت کے ساتھ ہوتا ہے، جب نمازی کی عادت ہو کہ وہ جماعت سے نماز ادا کرے، پس اچانک بیمار ہو گیا، یا قید کیا گیا، یا سفر پہ گیا، جس کے پیش اس پر جماعت میں شریک ہونا مشکل ہو گیا،

اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نیت کو جانتا ہے کہ وہ نماز جماعت پر ادا کرنے کی قدرت رکھتا تو یقیناً اسے ترک نہ کرتا، اس عذر کے پیش اس کی نماز مکمل ہو جائے گی، باوجود یکہ باجماعت نماز ادا کرنا افضل ہے، اس شخص کی نسبت جو اکیلا نماز پڑھتا ہے، یہ فضیلت دو اعمال پر ہے،

مصحون کہتے ہیں نصوص صریحہ سے واضح ہے کہ جو شخص اذان سن کر اکیلا نماز ادا کرتا ہے، اس کی نماز نہیں ہوتی،

نتیجہ جس انسان کو ۲۷ ستائیس حصوں سے ایک حصہ ملا، وہ معذور رہے، اس کا وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عاجز کو فضیلت دینے پر قادر ہے اور اگر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ کرے تو بھی فضیلت دینے پر قادر ہے۔

عن عمران بن حصین قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صلوٰۃ الرجل فلہ نصف اجر القائم ومن صلی قائماً فلہ نصف اجر القاعد[۱]، عمران بن حصین رضؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپؐ سے سوال کیا اس آدمی کی نماز کے متعلق جو بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے آپؐ نے جواباً فرمایا:

جس نے بیٹھ کر نماز ادا کی اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے اور جو شخص سو کر نماز ادا کرے اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نسبت آدھا ثواب ملتا ہے، (بخاری)

نتیجہ یہ پوزیشن اس کے متعلق ہے جو معذور ہے ورنہ غیر معذور کے لئے کچھ اجر نہ ہوگا، خصوصاً فرضی نماز پر، اگر نفلی نماز ہو تو اس کے لئے پہلو یہ

[۱] پوری تشریح فتح الباری کا ج ۱ میں ملاحظہ کریں۔ مترجم۔

لیٹ کر نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، کیونکہ جناب رسول کریم ﷺ نے زمانہ بھر ایسا نہ کیا اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باوجود عبادات کی اقسام پر شدید حرص کرتے تھے، دیگر عبادات میں بھی ایسا شوق و ذوق رکھتے تھے،

جمہور امت اسی بنا پر جمہور امت روکتے ہیں، پہلو پر لیٹ کر نماز وہ شخص پڑھ سکتا ہے جو کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

جیسا کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے: صل قائمًا، فان لم تستطع فقاعدًا فان لم تستطع فعلی جنبٍ [1]

جناب عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ارشاد نبوی ﷺ: نماز کھڑے ہو کر قائم کر، اگر کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھے، اگر ایسی حالت میں نہیں تو پہلو پر لیٹ کر نماز پڑھ لے،

یاد رہے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ دو احادیث کے راوی ہیں۔

فصل ۳۱

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ من صلی العشاء فی جماعة فکانما قام نصف اللیل، جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس نے عشاء کی نماز جماعت میں ادا کی، گویا اس نے نصف رات تک قیام کیا،

استدلال اس حدیث سے استدلال نیا بدترین استدلال ہے!

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم من صام رمضان واتبعه ستامن شوال فکانما صام الدھر [2] ارشاد نبوی ﷺ جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھتے، اور بعدہ شوال کے چھ روزے رکھے، اسے زمانہ بھر کے روزوں کا ثواب ہوگا،

نتیجہ صیام الدھر (شوال کے چھ روزے) غیر واجب ہونے کے باوجود واجب "صیام" واجب سے تشبیہ دی ہے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ

---

[1] بلوغ المرام، [2] مشکوۃ ج ۱ صفحہ ۱۷۹، کتاب الصوم ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فی روایۃ کان صیام الدھر (مسلم

صیام الدھر کلہ، زمانہ بھر کے روزے مکروہ ہیں، صوم واجب کو تشبیہہ دی، واجب مستحب کو واجب قلیل کے ثواب پر تشبیہہ دینا اجر کے دوگنا کرنے میں منع ہے!

فصل ۳۲

یزید بن اسود، محجن بن ادرع، ابوذرؓ اور عبادہؓ میں سے کسی نے بیان نہیں کیا کہ جو شخص اکیلا نماز ادا کرے باوجود جماعت پر نماز پر قدرت کرنے کے، نماز ہو جاتی ہے، اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خبر دیتے تو کوئی شخص بھی اس پر قائم نہ رہتا اور کوئی انکار نہ کرتا،

جناب ابن عمرؓ نے یہ نہیں فرمایا صلیت وحدی وانا اقدر علی الجماعۃ کہ میں اکیلا نماز پڑھتا ہوں اور میں جماعت پر قدرت رکھتا ہوں.

اس سلسلہ میں ہم بیان کرتے ہیں کہ جس نے جماعت کو ترک کر دیا باوجود یکہ قادر تھا، تو اس نے نماز نہیں پڑھی، ہم وہی بات کہتے ہیں جس طرح اصحاب محمدؐ نے فرمایا،

انہ لا صلاۃ لہ، کہ ایسے شخص کی نماز نہیں،

سوال جب یہ لوگ ان کے لئے نماز ثابت کرتے ہیں تو اس صورت میں دو کاموں میں سے ایک ہوگا،

۱- اگر وہ لوگ جماعت سے نماز ادا کریں غیر اس جماعت کے، یا وہ لوگ جو نماز کے وقت معذور تھے،

جس آدمی نے عذر کے پیش اکیلے ہو کر نماز ادا کی، پھر اس کا اسی وقت میں عذر زائل ہو گیا تو اس پر دوبارہ نماز نہ پڑھنا ہوگی [illegible] کی صورت اس طرح ہوگی، ایک شخص تیمم کے ساتھ نماز ادا کرتا ہے، پھر وہ وقت میں پانی پالیتا ہے یا بیٹھ کر مرض کی بنا پر نماز ادا کرتا ہے، پھر وہ اسی وقت میں تندرست ہو جاتا ہے. یا

ننگے ہو کر نماز پڑھتا ہے پھر اسے اسی وقت میں کپڑا مل جاتا ہے ،

دلیل ا احکام شرعیہ کے دلائل سے ثابت ہے کہ نماز باجماعت ادا کرنا ہر شخص پر فرض ہے ، اور اس کی کئی وجوہ ہیں ،

۱۔ نمازوں کو جمع کرنا بارش کی وجہ سے جائز ہے ، یہ جواز محض نماز باجماعت کی محافظت کی بنا پر ہوگا ، ورنہ ممکن ہے کہ ہر فرد منفرد اپنے گھر میں نماز پڑھے ،

اور اگر نماز مندوب ہوتی تو واجب کا چھوڑنا جائز نہ ہوتا ، اور نہ ہی نماز کی تقدیم وقت سے قبل جائز ہوتی ، مندوب محض ہونے کی وجہ سے ،

۲۔ مریض جب جماعت میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ رکھے ، اور جب اکیلا پڑھے تو کھڑے ہونے کی طاقت رکھے ، نماز جماعت سے پڑھے ، اور قیام کو ترک کردے ، کیونکہ یہ محال ہے ، مندوب محض کی بنا پر نماز کے ارکان میں سے ایک رکن ترک کردے ،

۳۔ جماعت خوف کی حالت میں امام سے الگ کرتے ہیں ، اور عمل کثیر نماز میں کرتے ہیں ، اور امام کو " وسط نماز " نماز کے درمیان میں منفرد کرتے ہیں ، یہ تمام امور جماعت کے حصول کی خاطر ہیں اور امکان تھا کہ یہ لوگ علیحدہ علیحدہ اپنی اپنی نماز پڑھ لیتے ،

امر مندوب کے لئے ایسے امور کا ارتکاب محال ہے ، کیونکہ مندوب میں پابندی نہیں ، چاہے کرے یا نہ کرے ،

فصل ۳۳

آٹھواں مسئلہ کیا نماز کی اجازت گھر میں ہے یا مسجد میں ؟ اس مسئلہ میں علماء کرام کے دو قول ہیں اور یہ دونوں قول امام احمدؒ سے منقول ہیں ، (۱) گھر میں پڑھ لے ، یہی قول حنفیہ اور مالکیہ کا ہے اور ایک قول شافعیہ کا بھی ہے ،

۲۔ گھر میں پڑھے بلا عذر جائز ہے۔

۳۔ مسجد میں نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے، اصحاب شافعی کا یہ دوسرا قول ہے، پہلے قول کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں آپ نے فرمایا یعنی ان لوگوں کو جنہوں نے گھر میں نماز پڑھ لی تھی، آپ نے انہیں مسجد میں نماز پڑھنے کو مندوب قرار دیا۔ ان کی گھر والی پڑھی ہوئی نماز کا انکار نہ کیا، یہی واقعہ حدیث حدیث ابن عمرؓ میں گذر چکا ہے،

عن انس بن مالك قال كان النبي صلى الله عليه وسلم احسن الناس خلقا فربما حضرت الصلاة وهو في بيتنا فأمر البساط الذي تحته فيكنس وينضح ثم يقوم صلى الله عليه وسلم ونقوم خلفه فيصلي بنا

(صحیحین)

جناب رسول کریمؐ تمام لوگوں سے احسن خلق کے مالک تھے اکثر دفعہ نماز کے وقت ہمارے گھر میں تشریف لاتے۔ چٹائی کو بچھاتے، چٹائی کو صاف کیا اور پانی کا چھڑکاؤ کیا جاتا، آپ نماز قائم کرتے اور ہم آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے،

دوسری روایت

سقط النبي صلى الله عليه وسلم عن فرس فجحش شقه الايمن فدخلنا عليه نعوده فحضرت الصلاة فصلى قاعدا (صحیحین)

جناب رسول کریمؐ ایک دفعہ گھوڑے سے گر گئے جس سے آپ کی دائیں جانب

نماز خوف عمل کثیر یہ ہے کہ نماز پڑھنے والی جماعت امام کی اقتدا سے الگ ہو کر ایک رکعت نماز ادا کرے، اور دوسری جماعت پیچھے سے آگے آکر امام کے ساتھ ایک رکعت ادا کرلے، ہر جماعت کی ایک ایک رکعت امام کے ساتھ ہو گی، اور ایک ایک الگ الگ نماز پڑھ لیں، یہ ہے عمل کثیر نماز میں تقدیم وتاخیر اور الگ الگ نماز پڑھنا، ایسا کرنا جائز ہے (مترجم)

میں خراش کیا گیا، ہم آپ کی تیمارداری کے لئے حاضر ہوئے نماز کا وقت ہو گیا، آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی،

تیسری حدیث عن ابی ذر قال سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای مسجد وضع فی الارض اول؟ قال المسجد الحرام، ثم مسجد الاقصیٰ، ثم حیثما ادرکتک الصلاۃ فصل فانہ مسجد[1]

جناب ابوذر بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ سے سوال کیا کہ زمین پر سب سے پہلی مسجد کونسی ہے جس کی زمین پر بنیاد رکھی گئی؟
آپ نے فرمایا! مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، جہاں تجھے نماز کا وقت آئے وہاں نماز پڑھ لے، وہی تیری مسجد ہے،

چوتھی حدیث قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعلت لی الارض طیبۃً[2] مسجداً وطهوراً،

آپ نے فرمایا میرے لئے زمین پاک، مسجد اور پاک ہے،

نتیجہ جو روایات وجوب جماعت کے سلسلہ میں بیان کی گئیں ہیں، ان میں اس بات کی صراحت ہے کہ مسجد میں آنا چاہیئے،

مسند احمد میں ایک حدیث ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَتَی المسجد فرای فی القوم رقۃ فقال انی لا ھم ان اجعل للناس اماماً ثم اخرج فلا اقدر علی انسان یتخلف عن الصلاۃ فی بیتہ الا احرقتہ علیہ وفی لفظ لابی داؤد ثم آتی قوما یصلون فی بیوتھم لیس بھم علۃ فاحرق علیھم بیوتھم وقال لہ ابن ام مکتوم وھو رجل اعمی، ھل تجد لی رخصۃ ان اصلی فی بیتی؟ قال لا اجد لک رخصۃ،

جناب رسول کریم مسجد میں تشریف لائے قوم رقت ـــــــ دیکھی، بعدہٗ فرمایا میرا پروگرام ہے کہ میں لوگوں کے لئے ایک امام مقرر کر دوں، پھر

---

[1] مشکوٰۃ ج ۱ ص ۶۸ باب المساجد، [2] "طیبۃ" کا لفظ کسی صحیح حدیث میں نہیں، (مترجم) کلھا مسجدا کے ہی بروایت ابوسعید، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۱۲ باب فضائل سید المرسلین از ابوہریرۃ،

میں ان لوگوں کے گھروں میں جاؤں، بغیر کسی عذر کے نماز پڑھتے ہیں، ان کے میں گھروں کو آگ لگا دوں، اس پر عبداللہ ابن مکتوم نے عرض کیا، کیا میرے لیے رخصت ہے کہ میں اپنے گھر میں نماز ادا کروں، آپ نے فرمایا میرے پاس تیرے لئے رخصت نہیں ہے،

پانچویں حدیث جناب ابن مسعودؓ ارشاد نبوی بیان کرتے ہیں، اگر تم نمازیں گھروں میں پڑھنا شروع کردو جس طرح یہ شخص مسجد میں نہیں آتا، تو نبی کریمؐ کی سنت کو ترک کردو گے اور جب نبی کریمؐ کی سنت ترک کردو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے، [1]

چھٹی حدیث عن جابر بن عبد اللہ قال فقد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قوماً فی صلاۃ فقال ما خلفکم عن الصلوٰۃ؟ فقالوا الماء کان بیننا فقال لا صلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد، (رواہ دار قطنی)[2]

جناب رسول کریمؐ نے ایک قوم کو دیکھا کہ نماز میں غیر حاضر ہیں، فوراً فرمایا: انہیں کس چیز نے نماز میں شرکت سے روکا؟ انہوں نے جواب دیا پانی ہمارے درمیان حائل تھا، آپ نے فرمایا مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد ہی میں ہوتی ہے، دارقطنی، اس معنی میں جناب علیؓ مع دیگر صحابہ کے اقوال سابقہ اوراق میں گذر چکے ہیں

مسئلہ اگر کوئی شخص بلا عذر جماعت میں شرکت نہ کرے گھر میں بغیر عذر نماز پڑھ لے ایسے شخص کی نماز کے صحیح ہونے کے بارے میں دو قول ہیں،

۱- امام ابو برکات اپنی شرح میں بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جماعت میں شرکت نہ کرے اور گھر میں بغیر عذر کے نماز پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح نہیں ابن عقیل نے بھی تارک جماعت کو مرتکب نہیں قرار دیا ہے، موصوف کے اس قول میں لا صلاۃ لجار المسجد الا فی المسجد، مؤید ہے، تارک نماز فی المسجد کی حجت کے لئے یہ حدیث دلیل ہے کہ آپ نے فرمایا کہ: آدمی کی نماز

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ - [2] یہ روایت ضعیف ہے - فتح الباری ج ۲ -

جماعت میں دوگنی کی جاتی ہے، اس کی اس نماز سے جو گھر میں بازار میں پڑھی جائے وہ نماز پچیس[۲۵] درجہ زیادہ ہوگی، اور یہ قول لاصلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد، پڑوسی کی نماز مسجد میں ہی ہوتی ہے، کا فرمان نفی کمال پر محمول ہے، یہ ان دونوں روایات میں تطبیق ہے،

پہلی روایات کو ہمارے اصحاب نے پسند کیا، اور مسجد میں حاضر ہونا واجب نہیں، اور یہ میرے نزدیک کسی صورت میں درست نہیں، اگرچہ اسے ظاہر پہ محمول کیا جائے. کیونکہ مسجد میں نماز نہ پڑھنا دین کے برائے شعائر اور علامات سے ہے، مسجد میں نماز نہ پڑھنا عظیم مفاسد کا پیش خیمہ ہے، اور اس کے ساتھ نماز میں جانے سے قدموں کے نشان کا ثواب ختم ہو جاتا ہے، جس سے انسانوں کے ارادوں میں سستی اور کمی واقع ہونے سے اصل کام ختم ہو جائے گا،

اسی بنا پر جناب ابن مسعودؓ نے فرمایا: اگر تم نے گھروں میں نماز پڑھنا شروع کر دی، جس طرح گھر میں یہ شخص نماز پڑھتا ہے، تو تم نبی کریم کی سنت کو خیر باد کہہ دو گے، اور جب تم نے سنت کو خیر باد کہہ دیا تو تم راہ حق سے بھٹک جاؤ گے، یہی اسی روایت کا مفہوم ہے، واللہ اعلم،

جب مسجد میں نماز ادا کی جاتی ہو، تو گھر میں نماز جائز ہے،

مسجد میں نماز ادا کرنا فرض کفایہ ہے، دوسری روایت کے مطابق فرض عین ہے،

اس پہ یہ بات دلالت کرتی ہے کہ جمع بین صلاتین بارش کے لیے جائز ہے، اگر واجب ہوتا فعل جماعت علاوہ مسجد کے تو جمع جائز ہوتی، کیونکہ اکثر لوگ گھروں میں جماعت پر قادر ہوتے ہیں، کیونکہ انسان اکثر دفعہ اپنی بیوی، بچوں، غلام، یا دوست وغیرہ کے ساتھ ہوتا ہے تو اس صورت میں نماز کی جماعت ممکن ہے، اس صورت میں سنت کی وجہ سے شرط کا ترک کرنا جائز نہیں ہے، جب جمع جائز ہے تو جماعت مسجد میں فرض ہے، یا فرض کفایت کی صورت میں یا عوام

کی حالت میں، جس نے سنت میں پوری طرح غور کیا، تو اسے معلوم ہوا مسجد میں نماز ادا کرنا اعیان پر فرض ہے، ہاں کسی عارضہ کی بنا پر مگر اس عارضہ کے پیش کہ وہ جمعہ اور جماعت کو ترک کر دے،

مسجد میں بغیر کسی عذر حاضر نہ ہونا اس طرح ہی ہے جس طرح کوئی اصل جماعت میں بغیر عذر کے شرکت نہ کرے، اسی مسئلہ پر احادیث اور آثار کثرت سے موجود ہیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے اور آپ کی وفات کی خبر اہل مکہ کو پہنچی تو سہیل بن عمرو نے خطبہ دیا، اس وقت مکہ پر عتاب بن اسید گورنر تھے، جو اہل مکہ کے خوف سے چھپ گئے تھے، سہیل نے عتاب کو نکال دیا، اہل مکہ اسلام پر ثابت رہے، بعدہ عتاب نے خطبہ دیا،

عتابؓ کا فیصلہ تارک نماز کے متعلق یا اهل مكة والله لا يبلغني ان احداً منكم تخلف عن الصلاة في المسجد في الجماعة الا ضربت عنقه،

یاد رکھو! اے مکہ والو! اگر مجھے کسی کے متعلق یہ اطلاع ملی کہ کوئی شخص مسجد میں نماز باجماعت نہیں پڑھتا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا،

شکریہ اصحاب رسول اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موصوف کے اس فیصلہ پر شکریہ ادا کیا اس فیصلہ سے موصوف کی منزلت اور وقعت پیدا ہو گی،

جس دین کو ہم نے اختیار کیا ہے وہ کسی انسان کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ بلا عذر نماز باجماعت مسجد میں ادا نہ کرے، واللہ اعلم،

فصل ۳۳

نواں مسئلہ اس شخص کے بارے میں جو نماز میں ٹھونگے مارتا ہے رکوع اور

سجدہ کو پورا نہیں کرتا،

اس مسئلہ میں ہمارے کافی اور وافی جناب رسول کریم اور اصحاب کے اقوال ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ سنت رسول سے بہتر ناصح کوئی نہیں جس سے ہم اعتراض کر سکیں،

اس سلسلہ میں ہم جناب رسول کریم اور اصحاب کے مذہب کو انہیں کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں،

جناب ابوہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم مسجد میں داخل ہوئے ایک آدمی داخل ہوا اس نے نماز ادا کی، اس نے آپ سے سلام کیا، آپ نے اسے سلام کا جواب دیا، آپ نے اسے فرمایا نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی، آپ نے تین بار یہی فرمایا کہ واپس پلٹ اور نماز پڑھ، تیسری بار اس نے کہا، جس نے تجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے میں اسے بہتر طریقہ نماز پڑھنے کا نہیں جانتا، لہذا مجھے آپ بہتر طریقہ پر نماز پڑھنے کی تعلیم دیں، آپ نے اسے فرمایا، جب تو نماز پڑھنے لگے تو کامل وضو کرنا، پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ اکبر کہنا، پھر جو تجھے قرآن آسانی سے یاد ہو اسے نماز میں پڑھنا، پھر رکوع پورے اطمینان سے کرنا، رکوع پوری طرح حالت اعتدال میں قیام کرنا، پھر پورے اطمینان سے سجدہ کرنا، پھر پورے سکون سے سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جانا پھر دوسرا سجدہ اطمینان سے کرنا اسی انداز پوری نماز میں اپنانا، (بخاری)

نتیجہ اس نماز سے اس بات کی دلیل ہے کہ نماز میں داخل ہونے کیلئے "اللہ اکبر"، مقرر ہے اور کوئی جملہ اس کا قائم مقام نہیں ہے، جس طرح نماز کے لئے وضوء اور استقبال قبلہ متعین ہے،

۲۔ قرأۃ نماز میں جو آسانی سے پڑھی جائے واجب ہے، دوسری دلیل کے اعتبار سے سورۃ فاتحہ کی نفی نہیں ہوتی، جو سورۃ فاتحہ کا قائل ہے وہ دلیل پیش کرتا ہے: کل صلاۃ لا یقرء فیہا بام القرآن فہی خداج، جس پر نماز کا اطلاق

---

۱ محمد بن اسماعیل بخاری مراد ہیں جنکی کتاب صحیح اور اسناد صحیح بخاری ہے (مترجم)

ہو سکتا ہے اگر اس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو وہ نماز ناقص ہے دوسری دلیل یہ ہے کہ لا صلاۃ لمن لم یقرء بفاتحۃ الکتاب ۔ جو شخص سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں، ایک سنت کو دوسری سنت پر چسپاں نہیں کیا جا سکتا ،

۲- اس حدیث سے یہ بات دلیل ہے وجوب طمانیۃ " از میں اطمینان واجب ہے ، جو شخص طمانیت کو ترک کر دے گا اس کے ذمہ حکم طمانیت باقی ہے ، انسان کو غور کرنا چاہئیے ارشاد نبوی ؐ میں رکوع میں اطمنان کا حکم اور بعد رکوع حالت قیام میں بھی یہی حکم ہے ، کیونکہ مطلق اطمینان کافی نہیں ہے جب تک بعد رکوع کے اطمینان سے حالت قیام میں کھڑا نہ ہو تو دو چیزیں نماز میں جمع ہوئیں ۔ ایک اعتدال دوسرا اطمینان ، ان شرائط سے اس شخص کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے جو شخص کہتا ہے کہ انسان رکوع کرے پھر رکوع سے سجدہ کرے ، سر نہ اٹھائے تو اس کی نماز صحیح ہو گی ، یاد رہے مطلق نماز میں سر اٹھانا کافی نہیں جب تک رکوع بعد رکوع سجدہ اور بعد سجدہ میں نماز کے پورے پورے ارکان اطمنان اور اعتدال سے نہ کرے ،

یاد رہے کہ رکوع اور سجدہ کی تسبیحات اور بعد رکوع کی تسبیحات اور تحمید کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ آپؐ نے تسبیح فی الرکوع کا حکم دیا ، جب فسبح باسم ربك العظیم ، آیت نازل ہوئی ، یوں فرمایا : اجعلوھا فی رکوعکم ، اسے اپنے رکوع میں پڑھا کرو ، اور تحمید کا حکم دیا ، بعد رکوع جس وقت امام کہے سمع اللہ لمن حمدہ اللہ نے اس کی حمد سن لی جس نے اس کی تعریف کی ، فقولوا تو مقتدی حضرات یوں کہیں ربنا لك الحمد ، ہمارے پروردگار تیرے لئے حمد خاص ہے ،

نماز کے جملہ امور ، رکوع ، سجود ، تسبیح ، تحمید ، اعتدال ، طمانیت کے احکام صاحب شریعت نے صادر فرمائے ہیں بعض روایات میں اعتدال جلسہ میں ہے مطلق تلوار کی دھار کی طرح سیدھا ہونا کفایت نہیں کرتا ، جب تک نماز میں اعتدال اور سکون والی کیفیت نہ ہو دے ، کیونکہ نماز میں تمام امور مسلم ہیں ،

اور کسی امام سے یہ بات ثابت نہیں کہ واجب نماز میں ساقط ہوجاتے ہیں،

۱- امام شافعیؒ نماز میں فاتحہ کو واجب، تشہد اخیر کو واجب۔

۲- ابو حنیفہ نماز میں مقدار تشہد، جلوس کو واجب فرماتے ہیں، اور نماز سے نکلنا منافی امور سے، اس میں ان امور کا حدیث میں ذکر نہیں،

۳- امام مالکؒ تشہد، سلام کو واجب کہتے ہیں، ان امور کا حدیث میں ذکر نہیں،

۴ امام احمدؒ رکوع اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ اور بعد رکوع سمع اللہ لمن حمدہ کو واجب قرار دیا، ربی اغفر لی، ان امور کا ذکر حدیث میں نہیں ہے،

نتیجہ | اس کا مطلب یہ نہیں جس کا ذکر حدیث میں نہیں، اسے ختم کر دیا جائے،

سوال | اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس نمازی) کو دوبار اس کی اس نماز پر برقرار رکھا، اگر اس کی نماز باطل ہوتی تو اسے برقرار نہ رکھتے کیونکہ آپؐ باطل پر برقرار رکھنے کا حکم کس طرح دیتے،

جواب مقام افسوس | آپؐ نے اس نمازی کو کس طرح برقرار رکھا جب جب کہ آپؐ اسے بار بار حکم فرما رہے ہیں، ارجع فصل فانک لم تصل، واپس پلٹ اور نماز پڑھ تیری نماز نہیں ہے، آپ نے اسے حکم دیا اور ساتھ ہی فرمایا تیری نماز مسنون نہیں ہے، اس سے بلیغ اور کونسا انکار ہو سکتا ہے،

سوال | آپؐ نے اس کی نفس نماز کا انکار نہ کیا، جواب، کیونکہ اگر آپؐ اس کی نفس نماز کا انکار کر دیتے اسے نفرت ہو جاتی جس کے باعث وہ مناسب تعلیم سے محروم ہو جاتا،

مناسب تعلیم کا تقاضا تھا کہ جناب رسول کریمؐ نے جس بدوی[1] نے مسجد کے کونہ

---

[1] جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں موجود تھے ایک بدوی آیا اس نے مسجد کے ایک کونہ میں پیشاب کرنا شروع شروع کر دیا اس منظر کو جناب اصحاب رسولؐ نے سختی سے ڈانٹنا شروع کر دیا، آپؐ نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو کیونکہ تمہیں کرنے کیلئے نہیں مبعوث کیا گیا بلکہ تمہیں نرمی کرنے کا حکم دیا گیا، جب وہ اپنی حاجت سے فارغ ہو گیا تو آپؐ نے اسے بلا کر آداب مسجد سے آگاہ فرمایا کہ مسجد بیت الخلاء بابت ذکر ہیں، بعدہ اسے حکم دیا وہ پانی کا ڈول بھر کر لایا آپؐ نے اس مقام پر پانی بہا کر مسجد کو پاک کیا، (بخاری ج۱) [2] فتح الباری میں مذکور ہے کہ اس نے نماز پڑھی اور یہ دعا، مجھ پر اور رسول پر رحمت کر۔ بعدہ پیشاب کیا۔ فتح الباری ۱۵۔

میں پیشاب کر دیا تھا، اسے برقرار رکھا کہ وہ پوری طرح پیشاب کرلے جب وہ فارغ ہوگیا، بعدہ آپؐ نے اسے تعلیم دی (مساجد ذکر ربانی کے لیئے ہوتی ہیں نہ بول وبراز کے لئے) جس طرز تعلیم آپؐ انتہائی کمال اور حسن اخلاق کا نقش لطیف تھا۔

سوال آپ نے اس نمازی کو دوران نماز کیوں نہ فرمایا کہ نماز توڑ دے، جواب آپؐ نے مصلحت کی بنا پر پیشاب کرنے والے کو دوران پیشاب، پیشاب کرنے سے نہ روکا تھا، اور نمازی کو نہ روکنا اولیٰ تھا۔

ہاں اگر آپؐ اس نمازی کو اسی نماز پر برقرار رکھتے اسے اعادہ کا حکم نہ دیتے اور اس کی نماز کی نفی نہ کرتے، تو تم اس سے دلیل نہ پکڑتے،

سوال اگر یہ کہا جائے کہ آپ کا فرمان "لم تصل" کا مطلب یہ تھا کہ تو نے کامل نماز نہیں پڑھی، یہ اس لحاظ سے محال ہے کیونکہ بعض مستحب امور کے نہ ہونے سے نماز کیسے صحیح ہوگی، یہ دعویٰ انتہائی باطل ہے،

جناب رفاعہ بن رافعؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ مسجد میں تشریف فرما تھے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ تھے، ایک شخص نے بدوی کی طرح نماز ہلکی سی عجلت سے ادا کی، بعدہ اس نے جناب رسول کریمؐ سے سلام لیا، آپؐ نے سلام کے جواب کے بعد فرمایا:

فارجع فانک لم تصل۔ تو واپس جا کر نماز پڑھ کیونکہ تیری نماز نہیں ہے جو تو نے پڑھی ہے، نماز کے بعد اس نے آپؐ کو پھر سلام کیا، یہ سلسلہ دو بار یا تین بار رہا، اور آپؐ اسے نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم کرتے رہے، ارباب مجلس خطرہ لاحق ہوا اور اس پر انہوں نے "اللہ اکبر" کہا، کہ اس کی ہلکی نماز کے تحت نماز نہیں ہوئی، آخر میں اس نے عرض کیا، مجھے آپ نماز کے طریقہ کی تعلیم دیں کیونکہ میں انسان ہوں، مجھے غلطی اور عدم غلطی دونوں کا امکان ہے، آپؐ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے، تو سنیئے جب تو نماز قائم کرنے لگے تو ربانی حکم کے تحت وضوء کرنا، پھر تشہد کرنا اور قیام کرنا، اگر تیرے پاس قران ہے، تو

اسے پڑھ لینا ورنہ اللہ کی حمد، تکبیر، اور تہلیل کرنا، پھر رکوع حالت اطمنان سے کرنا، پھر سیدھا اُٹھ کر کھڑے ہو جانا، جب تو اس طرح کرے گا تو تیری نماز پوری کہلائے گی، اور اگر ان امور سے کوئی چیز ناقص ہوئی تو اتنی تیری نماز ناقص ہو گی، یہ پہلی کی نسبت آسان ہے، کیونکہ اس میں ہے اگر کوئی چیز نماز سے ناقص ہو گی، تو اتنی ہی نماز ناقص ہو گی، پھر نماز ناقص نہ ہو گی، (مسند احمد)

ابو داؤد کی روایت میں ہے، نماز پڑھ جو کچھ تیرے پاس قرآن سے ہے، پھر تو اللہ اکبر کہہ، اس روایت میں ہے اگر تیرے ساتھ قرآن ہے تو وہ پڑھ لے، مسند احمد کی روایت میں یوں بھی آیا ہے جب تو نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو وضو احسن طریقہ سے کرنا، پھر قبلہ رخ ہو کر اللہ اکبر کہنا پھر ام القرآن (سورۃ فاتحہ) پڑھنا، پھر جو تو چاہے پڑھ لینا، جب تو رکوع کرے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں گھٹنوں پر تھمانا اور اپنی کمر کو خوب پھیلانا اور رکوع کے لئے اسے ہموار کرنا، رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اپنی کمر کو سیدھا کرنا جس سے ہڈیاں اپنے اپنے جوڑوں میں فٹ آجائیں، جب سجدہ کرے تو ٹھیک سجدہ کرنا، جب اپنے سر کو سجدہ سے اٹھا دے تو ہاتھوں کو اپنے بائیں ران پر سہارا دینا، اس دستور کو ہر رکعت میں پورا کرنا۔

نتیجہ اس حدیث میں توضأ کما امرك الله یعنی ربانی حکم کے مطابق وضو کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا صفا اور مروہ کے متعلق ابدأ بما بدأ الله به وہاں سے شروع کرو جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے (قرآن سے سعی پہلے صفا سے بعد مروہ سے کا حکم دیا ہے) مقصود ترتیب ہے، سعی میں ترتیب ہے، اسی طرح وضوء میں بھی ترتیب ہے، (پہلے ہاتھ دھونا، کلی، ناک میں پانی، چہرہ دھونا دو ہاتھ کہنوں سمیت پھر سر کا مسح، آخر میں دونوں پاؤں کو دھونا)

حدیث میں ہے اقرأ بام القرآن ثم اقرأ بما شئت، ام القرآن پڑھ پھر جو تو چاہے پڑھ، تو یہ قول اقرأ بما تیسر معك من القرآن، جو تجھے آسان ہے قرآن سے پڑھ لے، مطلق ہے جس نے اقرأ بام القرآن سے مقید کیا گیا، یہی مفہوم ہے

اس حدیث کا تقریر بما شئت من القرآن پڑھ تو جو چاہے قرآن سے، اور فرمایا فان کان معك قرآن ولا فاحمد اللہ وکبرہ وھللہ ان احادیث کے مختلف الفاظ ایک دوسرے کے مقصد کو واضح کرتے ہیں، اس کا مقصد یہ نہیں کہ بعض کا حکم ترک کر دیا اور بعض کا حکم اپنا لیا جائے، بلکہ یہ الفاظ حکم نبوی ؐ کی وضاحت کرتے ہیں

قولہ اللہ اکبر، تو اللہ اکبر کہے، اس قول سے "اللہ اکبر" کا تعین ہے، اس کے علاوہ کسی لفظ کہنے کی اجازت نہیں جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے، تحریمھا التکبیر تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنا، نماز کی تحریم ہے،

قولہ فاذا رفعت راسك فاقم صلبك اس میں صراحت ہے کہ رفع، اعتدال اور اطمنان رکوع اور قیام میں واجب ہے، اس سلسلہ میں ارشاد نبوی ؐ

عن ابی مسعود البدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تجزی صلاۃ الرجل حتی یقیم ظھرہ فی الرکوع والسجود، [1] (مسند احمد، ترمذی)

آپ نے فرمایا انسان کی وہ نماز نہیں کفایت کرتی جب تک وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے،

نتیجہ اس حدیث سے بالکل واضح ہے کہ رکوع سے اٹھنا اور سجدہ میں اعتدال کرنا اور اطمینان کرنا، رکن ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی،

(۱) علی بن شیبان بیان کرتے ہیں کہ ہم جناب رسول کریم ؐ کے پاس آئے ہم نے بیعت کی، اور آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی، آپ نے ترچھی نگاہ سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی کمر کو سیدھا نہ رکھتا ہے، جب نبی کریم ؐ نے نماز کو پورا کر لیا تو فرمایا: یا معشر المسلمین لا صلاۃ لمن لم یقم صلبہ فی الرکوع والسجود ابن ماجہ، ومسند احمد، مسلمانو! اس شخص کی نماز نہیں جو رکوع اور سجدہ میں اپنی کمر کو سیدھا نہیں رکھتا، لا صلاۃ کا معنیٰ ہے کہ اس کی نماز کافی نہ ہوگی آپ کے اس قول سے لا تجزی صلاۃ الرجل حتی یقیم ظھرہ فی الرکوع والسجود جو شخص رکوع اور سجدہ میں اپنی کمر سیدھی نہیں رکھتا اس کی نماز کفایت نہ کرے گی،

---

[1] مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۳ ابو مسعود انصاری (باب الرکوع) [2] الحمد للہ، [3] اللہ اکبر [4] لا الہ الا اللہ

مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں: لا ینظر اللہ الی رجل لا یقیم صلبہ بین رکوعہ وسجودہ، [1] اللہ تعالیٰ اس شخص پر نگاہ نہیں رکھتا، بروایت ابی ہریرۃ،

سنن بیہقی میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جناب رسول کریم ؐ نے فرمایا لا تجزی صلاۃ الرجل، الخ، اس شخص کی نماز کفایت نہیں کرتی جو نماز رکوع اور سجدہ میں اپنی کمر کو سیدھا نہیں کرتا،

جناب رسول کریم ؐ نے نماز میں "نقرہ"، کوّے کی طرح ٹھونگے مارنے سے روکا، اور خبر دی کہ ایسی نماز منافقین کی ہے،

مسند اور سنن میں عبدالرحمٰن بن شبل ؓ نے روایت ہے نہیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نقرۃ الغراب، وافتراش السبع، وعن توطن الرجل المکان فی المسجد، کما یوطن البعیر، کہ رسول کریم ؐ نے منع کیا کوّے کی طرح ٹھونگے مارنا، اور درندہ کی طرح پاؤں پھیلانا اور کسی شخص کا مسجد میں ایک ہی جگہ مقرر کر لینا، جس طرح اونٹ اپنی جگہ مقرر کر لیتا ہے (یعنی جس طرح اونٹ اپنی جگہ پر دوسرے شخص کو نہیں بیٹھنے دیتا)،

نتیجہ | حدیث میں حیوانات تشبیہہ رکھنے سے روکا گیا ہے،

۱- غراب کے ساتھ (یعنی کوے کی طرح ٹھونگے مارنا جلدی جلدی بغیر کچھ پڑھے اور توجہ کیلئے) نماز پڑھنا،

۲- درندہ کے ساتھ (جس طرح درندا اپنے پاؤں پھیلاتا اسی طرح سجدہ میں انسان کا بازو پھیلانا زمین پر،

۳- اونٹ کے ساتھ، (کیونکہ اونٹ اپنے بیٹھنے کے لئے ایک جگہ خاص کر لیتا ہے انسان کو روکا کہ ایک جگہ مسجد میں معین نہ کرے، جس سے کہ دوسرے کو بیٹھنے سے روکے،

دوسری حدیث میں آپؐ نے لومڑی کی طرح جھانکنے سے روکا، اور کتے کی طرح بیٹھنے سے روکا، اور گھوڑے کی دم کی طرح نماز میں ہاتھوں کو اٹھانا،

خلاصہ | ان تمام احادیث میں کچھ حیوانات کا ذکر ہے اور ان جیسی حرکات کرنے سے

[1] مشکوۃ ج ۱ ص ۸۴ (طلق بن علیؓ، [2] مشکوۃ ج ۱ ص ۸۵ کتاب الصلوۃ فی السجود،

نماز میں انسان کو روکا،

جناب رسول کریمؐ نے فرمایا جو شخص کوّے کی طرح ٹھونگے مار کر نماز پڑھتا ہے وہ منافقوں والی نماز پڑھتا ہے،

صحیح مسلم میں علاء بن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ انس بن مالکؓ کے پاس بصرہ میں ان کے گھر تشریف لائے، جبکہ وہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو چکے تھے، جب ہم آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے پہلا سوال کیا اصلیتما العصر؟ کیا تم دونوں نے عصر کی نماز پڑھ لی، ہم ظہر کی نماز سے فارغ ہی ہوئے تھے، موصوف فرمانے لگے تقدموا فصلوا العصر! چلو عصر کی نماز پڑھو، ہم نماز کے لئے چلے ہم نے نماز ادا کی، جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے کہ میں نے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرمارہے تھے، یہ منافق کی نماز ہے، کہ وہ بیٹھا رہتا ہے سورج کے انتظار کرتا رہتا ہے، جب سورج شیطان کے دو سینگوں میں ہوتا ہے، تو اٹھ کر چار رکعت نماز کوے کی طرح ٹھونگے مارا کرتا ہے، اس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ کا بالکل قلیل ذکر کرتا ہے،

اس سلسلہ میں ابن مسعودؓ کا پہلے قول گذر چکا ہے، ہم نے دیکھا کہ جماعت سے سوائے منافق دیگر کوئی نہ پیچھے رہتا تھا،

ربانی ارشاد ہے: إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۝

تحقیق منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دھوکہ کی سزا دے گا، جب وہ نماز کے لئے اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر قلیل کرتے ہیں،

۲خصائل در نماز علامات نفاق

(۱) حالت قیام میں کاہلی کرنا، (۲) نماز دکھلاوے کے لئے پڑھنا، (۳) وقت سے لیٹ پڑھنا (۴) کوّے کی طرح ٹھونگے مارنا، (۵) نماز میں قلیل ذکر کرنا، (۶) جماعت میں شامل نہ ہونا۔

حدیث: عن ابی عبد اللہ الاشعری قال صلی اللہ علیہ وسلم باصحابہ

ثم جلس فی طائفۃ فیھم فدخل رجل منھم فقام یصلی، فجعل یرکع و ینقر فی سجودہ ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ینظر الیہ فقال "ترون ھذا لو مات مات علی غیر ملۃ ینقر صلاتہ کما ینقر الغراب الدم"، انما مثل الذی یصلی ولا یرکع فی سجودہ کالجائع لا یاکل الا تمرۃ او تمرتین فما، یغنیان عنہ، فاسبغوا الوضوء، وویل للاعقاب من النار فاتموا الرکوع والسجود

ابی عبداللہ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر آپ ایک کونہ میں بیٹھ گئے، ایک آدمی نے نماز پڑھنا شروع کی، رکوع کرتا اور سجدہ میں کوے کی طرح ٹھونگے مارتا، اور جناب رسول کریمؐ اس کی طرف دیکھتے رہے، اس پر آپؐ نے فرمایا اس شخص کو دیکھتے ہو، اگر یہ شخص مر گیا تو غیر ملت محمدیؐ پر مرے گا کیونکہ یہ شخص نماز میں کوّے کی طرح ٹھونگے مارتا ہے، اس کی مثال اس شخص کی ہے جو نماز پڑھتا ہے اور سجدہ میں رکوع نہیں کرتا، بھوکے کی طرح جو صرف ایک کھجور یا کھجوریں کھاتا ہے لیکن یہ کھجوریں اس کی بھوک کا ازالہ نہیں کرتیں، یاد رکھو! وضو کو پورا پورا کیا کرو، جو ایڑی وضو سے خشک رہے گی، وہ آگ کا ایندھن ہوگی، لہٰذا رکوع، اور سجدہ کو ٹھیک ٹھیک کیا کرو،

ابو صالح بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ اشعری سے کہا کہ تجھے یہ حدیث کس نے بیان کی ہے،؟ موصوف نے جواب دیا فوجیوں کے جرنیل خالد بن ولید، عمرو بن عاص، سرجیل بن حسنہ، یزید بن ابی سفیان، ان سب کے سب امراء جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، (صحیح ابو بکر بن خزیمہ)

نتیجہ آپؐ نے خبر دی کہ نماز میں کوّے کی طرح ٹھونگے مارنے والا اگر ایسی حالت میں مر گیا تو غیر ملت اسلامیہ پر فوت ہوگا،

زید بن وہب بیان کرتے ہیں کہ جناب حذیفہ نے ایک شخص کو دیکھا جو رکوع اور سجدہ کو پورا نہ کرتا تھا، موصوف نے فرمایا تو نے نماز نہ پڑھی اگر تو مر گیا تو تیری موت

غیر فطرت اسلامی پر ہو گی، بوجہ کوے کی طرح ٹھونگے مارنے سے،

سارق نماز عن ابی قتادۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوأ الناس سرقۃ الذی یسرق من صلاتہ قالوا یا رسول اللہ کیف یسرق صلاتہ؟ قال لا تتم رکوعھا ولا سجودھا او قال لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود (مسند)

ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ نے فرمایا بدترین چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا ہے،

صحابہ نے عرض کیا نماز کی چوری کیسے؟ فرمایا جو شخص رکوع اور سجدہ میں اپنی کمر کو سیدھا نہیں رکھتا،

نتیجہ اس حدیث سے واضح ہو گیا ہے کہ نماز کا چور مال کے چور سے بدترین حالت والا ہے،

یقینی بات ہے ان لص الدین شر من لص الدنیا! دین کا چور دنیا کے چور سے بدترین ہے، عن سلیمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصلاۃ مکیال فمن وفی وفی لہ ومن طفف فقد علمتم ما قال اللہ فی المطففین،

سلیمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ نے فرمایا نماز ایک پیمانہ ہے جس نے پورا کیا، اسے پورا پورا دیا جائے گا اور جس نے کم تولا اس کے بارے ربانی حکم کم کرنے والوں کے لئے "ویل" ہلاکت ہے،

امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے محاورہ ہے فی کل شیئ وفاء وتطفیف ہر چیز کمی وبیشی ہے، اللہ تعالیٰ نے اموال میں کمی [illegible] والوں کو وعید فرمائی ہے تو نماز میں کمی کرنے والوں کے لئے تمہارا کیا ظن، (خیال، ممان [illegible]) خیال ہے،

جناب رسول کریمؐ نے فرمایا جب انسان عمدہ ترین وضوء کرے، پھر نماز پورے رکوع اور سجود قراۃ سے قائم کرے تو نماز اس کے حق میں دعا کرتی، جس طرح تو نے

میری حفاظت کی اللہ تعالیٰ تیری حفاظت کرے، پھر نماز کو آسمان میں ایسی حالت میں لے جایا جاتا ہے اس کی ضیاء اور روشنی ہوتی ہے، اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچ کر نمازی کے حق میں سفارش کرتی ہے، (بصورت دیگر) جب نماز کا وضوء، رکوع، سجدہ، قرآۃ کو ضائع کر دیا جائے تو نماز اس کے حق میں بددعا کرتی ہے، جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا، تجھے اللہ تعالیٰ ضائع کرے، پھر اسے آسمان کی طرف لے جایا جاتا ہے، آسمان کے دروازے (مغلق) بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر اسکی نماز کو اس طرح لپیٹا جاتا ہے جس طرح بوسیدہ کپڑے کو بعدہ اس کی نماز کو اسکے منہ پر مارا جاتا ہے،

مسند احمد کی روایت میں ہے جب انسان وضوء کرے تو اچھے انداز میں نماز ادا کرے ،

فصل ۳۷ در کیفیت مقدار نماز نبوی ﷺ

دسواں مسئلہ

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی مقدار کا بیان:

اس مسئلہ کی معرفت لوگوں کے لئے کھانے اور پینے سے زیادہ اہم ہے، افسوس کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے عہد سے لوگوں نے اسے ضائع کر دیا ،

امام زہری بیان کرتے ہیں کہ میں انس بن مالک کے پاس دمشق میں گیا تو موصوف رو رہے تھے ، میں نے موصوف سے رونے کا سبب پوچھا، میں نے جو کچھ پایا اس سے صرف اس نماز کو پہنچا تا ہوں، اور یہ نماز میں نے ضائع کر لی ، (صحیح بخاری)

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کسی چیز کو نہیں پہچانتا جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھی، موصوف سے کہا گیا نماز کو تو جانتے ہیں، فرمانے لگے:

الیس قد ضعتم ما ضعتم فیہا ! تم کو خوب معلوم ہے جو کچھ تم نے اس کے ساتھ برتاؤ کیا ہے،

امام بخاریؒ سیدنا موسیٰ اور انسؓ سے بیان کیا ہے کہ موصوف نے دیکھا کہ لوگ نماز باجماعت سے پیچھے رہتے ہیں نماز کے ارکان، اوقات نماز، تسبیحات رکوع وسجود اور تکبیرات انتقالات کے ضائع کرنے کا مشاہدہ کیا، اور موصوف نے خبر دی جناب رسول کریمؐ کا طریقہ ان کی طرز سے بالکل خلاف تھا، اس مسئلہ کی وضاحت ہم تفصیل سے بیان کریں گے، انشاء اللہ،

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یوجز الصلوۃ ویکملہا، (بخاری) نماز میں ایجاز کرتے اس حالت میں کہ نماز کے ارکان پورا کرتے،

۲۔ انسؓ بیان کرتے ہیں ما صلیت وراء امام قط اخف صلاۃ ولا اتم من صلاۃ النبیؐ (صحیحین)

میں نے کسی امام کی اقتداء میں ہلکی پھلکی نماز اور بالکل کامل نماز نبی کریمؐ کی نماز سے نہیں ادا کی۔

امام بخاری نے ان الفاظ کا اضافہ بیان کیا ہے، جناب رسول کریمؐ ان کان لیسمع بکاء الصبی فیخفف مخافۃ ان تفتتن امہ جب آپ بچے کے رونے کی آواز سن لیتے تو نماز ہلکی پھلکی کر دیتے اس وجہ سے کہ اس کی والدہ کسی فتنہ کا شکار نہ ہو جائے، (یعنی پریشان اور گھبرا نہ جائے)

نتیجہ انسؓ نے نبی کریمؐ کی نماز کی صفت ایجاز اور اتمام سے بیان کی، ایجاز جو آپ خود کرتے تھے، نہ وہ ایجاز جس کا وہ ظن کرتے تھے جو آپ کی نماز کے مقدار پر واقف نہیں، ایجاز امر نسبی ہے، اضافی ہے، جس کا مرجع سنت نہ امام اور مقتدیوں کی خواہش مراد ہے، آپ فجر کی نماز میں ساٹھ آیات سے سو آیات تک پڑھتے تھے، ایجاز بالنسبت چھ صد آیات کے ہزار کے اعتبا

سے، جبکہ آپ نے مغرب کی نماز میں سورہ اعراف پڑھی تو یہ ایجار بالنسبت سورہ بقرہ کے ہے، اس سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا حضرت عمرو بن عبدالعزیز کے متعلق بیان کرنا کہ موصوف نماز میں نماز نبوی ﷺ کی مشابہت رکھتے تھے،

سعید بن جبیر بیان کرتے ہیں میں نے جناب انس بن مالک سے سنا فرما رہے تھے: ماصلیت وراء احدٍ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشبہ صلاۃ برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ھذا الفتی یعنی عمر بن عبد العزیز فحزرنا فی رکوعہ عشر تسبیحات وفی سجود عشر تسبیحات، میں جناب رسول کریم ﷺ کے بعد آپ کی نماز سے مشابہت رکھنے والی نماز اسی نوجوان کے علاوہ کسی کی نماز نہیں دیکھی یعنی عمر بن عبدالعزیز کے ہم اس کے رکوع کی تسبیحات میں اندازہ لگایا دس بار سبحان ربی العظیم اور اسی طرح سجدہ میں دس بار سبحان ربی الاعلیٰ،

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں تمہیں اسی طریقہ سے نماز پڑھاؤں گا جس طرح آپ ہمیں "لیصلی بنا" نماز پڑھایا کرتے تھے، ثابت بیان کرتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ نماز میں جو چیزیں کرتے تھے تم وہ نماز میں نہیں کرتے ہو،

موصوف رکوع سے سر اٹھاتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے کھڑے رہتے کہنے والے کہا کرتے آپ بھول گئے ہیں، اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے اتنا ٹھہرتے حتیٰ کہ کہنے والا کہتا کہ موصوف بھول گئے ہیں، اس قائل سے مراد حضرت انس رضی اللہ عنہ ہیں جو فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول کریم ﷺ کی اقتداء ہلکی پھلکی کامل اتم نماز کسی کی اقتداء میں نہیں ادا کی، موصوف کی بیان کردہ احادیث کا ایک دوسرے کے ساتھ تضاد نہیں،

سنن ابوداؤد میں یوں وضاحت ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ماصلیت خلف رجل اوجز صلاۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تمام میں کسی انسان کی اقتداء نماز مختصر اور پوری نماز جناب رسول کریم ﷺ سے کسی نے نہیں پڑھی، جناب رسول کریم ﷺ جب سمع اللہ لمن حمدہ، کہتے ہیں اتنا کھڑے ہوتے کہ ہم خیال کرتے کہ آپ بھول گئے ہیں، یہ حدیث کا سیاق ہے، جناب انس رضی اللہ عنہ کا ان صحیح احادیث

میں بیان کیا ہے کہ آپؐ کی نماز میں ایجاز اور اتمام تھا، اسی حدیث میں اسی بات کا بیان ہے دو اعتدالوں میں ظن کرنے والا یہ خیال کرتا تھا کہ آپ کو وہم ہو گیا، یا طمینان کی بنا پر بھول گئے، اسی حدیث میں ان دونوں امور کو جمع کیا گیا، انسؓ کا ایجاز اور اتمام کا ذکر کی تشبیہ اس میں ہوئی کہ ایجاز کا اعادہ قیام کی طرف اتمام رکوع اور سجدہ کی طرف ان میں اعتدال کی کیفیت، کیونکہ قیام تام ہی ہوتا ہے اسے اتمام کی ضرورت نہیں بخلاف رکوع اور سجدہ کی، اور دونوں اعتدال،

نکتہ اس میں نکتہ یہ ہے کہ قیام کا ایجاز، رکوع، اور سجدہ، اعتدال، نماز کو پورا کر دیتے ہیں، اعتدال کی بنا پر، اور قرب کی بنا پر، اس تعبیر سے جناب انسؓ کا قول مصداق بنے گا، اوجز، ولا اتم، کہ میں نے آپؐ کی نماز سے مختصر اور کامل کسی کی نماز کو نہیں دیکھا، یہ وہ انداز ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اختیار کرتے تھے، قیام، رکوع، سجدہ، اور اعتدال میں خیال کرتے تھے، جیسا کہ صحیحین میں ہے،

عن براء بن عازب قال رمقت الصلاۃ مع محمد صلی اللہ علیہ فوجدت قیامہ فرکعتہ فاعتدالہ بعد رکوعہ فجدتہ فجلستہ بین السجدتین فسجدتہ فجلتہ ما بین السلیم والانصراف قریباً من السواءِ،

حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں جناب محمد کریمؐ کے نماز کا بغور اندازہ لگایا، میں نے پایا کہ آپ کا رکوع اور بعد رکوع کے اعتدال سجدہ اور جلسہ بین سجدتین میں اعتدال، سلام اور فراغت میں قریباً قریباً یکسانیت تھی، اور ایک روایت میں ہے کہ آپؐ کی نماز، قیام اور رکوع بعد رکوع اور سجدہ سجدتین (دو سجدوں کے درمیان) قریباً برابر تھے، یہ حدیث اس روایت سے مخالف نہیں جو امام بخاری نے بیان کی ہے کہ جناب رسول کریمؐ کا رکوع، سجدہ، سجدتین کی حالت جب سر اٹھاتے، قیام، اور قعدہ کے علاوہ تمام ارکان برابر برابر ہوتے، اس انداز کو جناب براءؓ نے بیان کیا، پہلی روایت براء میں، قیام میں قرأۃ، جلوس تشہد کو داخل کیا، موصوف کا مقصد ان میں یہ نہیں ہے کہ (قیام، تشہد) بقدر رکوع اور سجدہ کے تھے، ورنہ پہلی روایت

دوسری روایت کے مخالف ہوگی، ہاں یہ مقصد ہوسکتا ہے کہ قرأۃ، جلوس تشہد کا طول، (نسیان) رکوع اور سجدہ اور اعتدالین کی نسیان تھی، ان روایات میں ان ارکان کی نسیان اور اختصار میں کوئی فرق نہیں، جس طرح اکثر سنت سے غافل لوگ قیام کو بہت لمبا کردیا اور رکوع اور سجدہ بالکل ہلکا کردیا، اکثر لوگ مایفعلون ھذا فی التراویح، اکثر لوگ یہ طریقہ نماز تراویح میں کرتے ہیں، اس انداز کا جناب انس رضؓ سے انکار کیا تھا، کہ میں نے آپ کی اقتدا میں کسی امام کے پیچھے ایسی ہلکی اور پوری نماز آپ کی نماز سے نہیں ادا کی،

نتیجہ اکثر امرا آپ کے زمانہ میں قیام بہت لمبا کرتے جس سے مقتدیوں کو بوجھ محسوس ہوتا، رکوع اور سجدہ اور اعتدال میں تخفیف کرتے نماز کو مکمل نہ کرتے جن دو امور کا انس رضؓ نے بیان کیا ہے وہ تھے جس کی امرا مخالفت کرتے تھے، تو یہ انداز اعتدال کا اقتصار، شعار، بن گیا جیسے بعض فقہاء نے پسند کرلیا، اور اس کی کراہت تصور کرلیا، اس بنا پر جناب ثابت نے فرمایا تھا، جو نماز میں انس رضؓ امور کرتا تھا، میں تمہیں ایسا کرتے ہوئے نہیں دیکھتا، موصوف جب رکوع سے سر اٹھاتے تو بالکل سیدھا کھڑے ہوجاتے، حتیٰ کہ کہنے والا کہتا کہ موصوف بھول گیا،

جو انس رضؓ نے فعل کیا وہی فعل جناب رسول کریمؐ کیا کرتے تھے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اولی اور اتباع کے لائق ہے، براء رضؓ کا قول، قیام اور قعود کے علاوہ تھا،

نماز میں قراۃ اور تشہد رکن جو غیر ارکان سے لمبا ہے، ایک جماعت نے آپ کے اس قیام سے رکوع میں اعتدال، بین سجدتین میں قعدہ، میں فرق کیا ہے، انہوں نے اس استثنیٰ کو تقلید پر محمول کیا ہے، اس کی بنیاد انہوں نے سنت کے باعث تقلید قرار دیا ہے، بعض غلو کرنے والوں نے نماز کی لمبان کو باطل قرار دیا ہے، اور یہ طریقہ غلط ہے، کیونکہ حدیث کا لفظ اور سیاق اسے باطل کرتا ہے، کیونکہ براء کی روایت میں آپ کا رکوع اور سجدہ سجدتین کے درمیان، جب سر اٹھائے، قیام اور

سعدہ کے قریب قریب برابر تھے، تو یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ جب آپ رکوع سے سر اٹھاتے بغیر رکوع کے سر اٹھانے کے یہ بات قطعی طور پر باطل ہے، رہا جناب نبی کریم کا فعل جو انس کی حدیث میں گذر چکا ہے، کہ موصوف نے لوگوں کو جناب رسول کریم کی نماز پڑھائی، رکوع کے بعد کھڑے ہوتے یہاں تک کہ قائل کہتا کہ آپ بھول گئے ہیں، رکوع سے سر اٹھانے کے بعد فرماتے:

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمٰوَاتِ وَمِلْءُ الْاَرْضِ وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ،

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (عن ابی سعید) رواہ مسلم [1]

اللہ نے سن لیا جس نے اس کی تعریف کی اے ہمارے پروردگار تیرے لئے تعریف ہے جتنی آسمان اور زمین کی بڑائی ہے اس کے بعد جو چیز بھری جا سکتی ہے، ثناء اور بزرگی والے کیا خوب بندہ نے فرمایا کہ ہم سب تیرے بندے ہیں، یا اللہ جسے تو عطا کر دے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جسے تو عطا کر دے اسے کوئی روکنے والا نہیں، تیرے ہاں کسی کی بزرگی نفع رساں نہیں ہو سکتی،

حدیث ابن ابی اوفیٰ میں مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ کے بعد اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ، اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِيْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا، كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ،

یا اللہ مجھے پانی، برف، اولے، اور ٹھنڈے پانی سے پاک کر دے، یا اللہ مجھے گناہوں سے اور خطیات سے اسی طرح پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے، یہی طریقہ آپ کا رات کی نماز میں تھا، رکوع قیام کی طرح اپنے سر کو اٹھاتے، بقدر رکوع، اور اتنا ہی سجدہ کرتے، اتنا ہی سجدین میں ٹھہرتے، اسی طرح آپ نے کسوف کی نماز میں کیا، رکن اعتدال کو لمبا کیا بقدر قرات

[1] مشکوٰۃ جلد اوّل صـ۸۲ ـ باب الرکوع

یہ طریقہ جسے نبی کریمؐ کیا کرتے تھے، اسے مشاہدہ کا مقام حاصل ہے، اسی طریقہ کو خلفاء راشدین نے آپؐ کے بعد اپنایا،

زید بن اسلم بیان کرتے ہیں کہ عمرؓ قیام اور قعود میں تخفیف کرتے رکوع اور سجدہ کو پورا کرنا جناب انسؓ کی احادیث اس پر دلیل ہیں کہ جناب رسول کریمؐ رکوع، سجدہ اور دونوں اعتدال میں لمبان کرتے، اکثر آئمہ کے طرز زیادہ کرتے، بلکہ تمام کا یہی انداز تھا، مگر کبھی کبھی، جناب انسؓ نے اس قیام کی لمبان کا انکار کیا ہے، جیسے نبی کریمؐ کیا کرتے تھے، جناب رسول کریمؐ کی نماز کے ارکان آپس میں قریب قریب تھے، یہی طریقہ براء بن عازب کی روایت کے موافق ہے، کہ آپؐ کے تمام ارکان قریباً قریباً برابر تھے، اس سلسلہ میں صحابہؓ کی تمام روایات بعض کی بعض سے تصدیق کرتی ہے،

فصل ۳۵

قدر قیامه للقراءة | قرأت کیلئے قیام کی مقدار کے بیان میں

بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو ایک ساتھی دوسرے ساتھی کو پہچانتا تھا، آپؐ صبح کی نماز کی دونوں رکعت میں یا ایک رکعت میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھتے، "متفق علیہ"

عن عبد اللہ بن السائب قال صلی بنا رسول اللہ علیہ وسلم الصبح بمکة فاستفتح سورة المومنین حتی اذا جاء ذکر موسی وهارون او ذکر عیسی اخذت النبی صلی اللہ علیہ وسلم سعلة فرکع "صحیح مسلم"

جناب سائبؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مکہ میں صبح کی نماز پڑھائی جس میں سورۃ مومنون کی قراۃ شروع کی جب سیدنا موسیٰؑ

اور ہارون یا سیدنا عیسیٰؑ کا ذکر آیا تو آپ کو کھانسی شروع ہو گئی، تو آپ نے رکوع کر لیا،

۲۔ عن قطبة بن مالك انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقرأ فی الفجر والنخل باسقات لها طلع نضید، وربما قال "ق" " صحیح مسلم "، سے
جناب قطبہ بن مالکؓ بیان کرتے ہیں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں والنخل باسقات، آیت پڑھتے ہوئے سنا، اکثر دفعہ سورۃ قٓ پڑھتے،

۳۔ عن جابر بن سمرة ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقرأ فی الفجر بقاف والقرآن المجید وکانت صلاته بعد تخفیفا ، (صحیح مسلم)
جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ فجر کی نماز میں سورہ قٓ پڑھتے تھے اس کے بعد آپ کی نماز ہلکی پھلکی تھی،

اس جملہ کا مطلب یہ ہے صبح کی نماز کے بعد قرات ہلکی پھلکی تھی، اور اس کا مفہوم یہ نہیں کہ اس کے بعد فجر کی نماز میں قرات ہلکی پھلکی کرتے تھے،

اس کی وضاحت ذیل حدیث سے ہے، عن جابر بن سمرة قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یقرأ فی الظهر باللیل اذا یغشیٰ، وفی العصر نحو ذلك وفی الصبح اطول من ذلك، کہ جناب رسول کریمؐ ظہر میں واللیل اذا یغشیٰ، اور عصر میں مثل اس کے پڑھتے، (صحیح مسلم)

سماک بن حرب بیان کرتے ہیں میں نے جابر بن سمرة سے جناب رسول کریمؐ کی نماز کے متعلق سوال کیا، تو موصوف نے جواب دیا آپ نماز میں تخفیف کرتے، ان لوگوں کی طرح (یعنی) نماز نہ پڑھتے تھے، اور موصوف نے مجھے بتایا کہ آپؐ فجر کی نماز میں سورۃ قٓ والقرآن المجید، اور اس کی مثل پڑھتے، موصوف نے خبر دی کہ یہ تمام آپ کی تخفیف قرات تھی،

جناب رسول کریمؐ یہ قول کانت صلاته بعد تخفیفا ای بعد الفجر، کا یہی مفہوم ہے، کہ آپ فجر کی نمازوں کے علاوہ نمازوں میں قرات میں چھوٹی چھوٹی سورتیں

پڑھتے، موصوف نے ان احادیث میں آپ کی نماز کی تخفیف اور سورۃ "ق" کی قرارت دونوں کو جمع کر دیا، سیدہ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جناب رسول کریمؐ حجۃ الوداع کے موقعہ پر فجر کی نماز میں سورۃ طورؐ پڑھتے تھے مگر گاہے گاہے "صحیح مسلم"

سورۃ طور قریب سورۃ ق کی آیات جتنی ہے،

ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ام فضل نے سنا ابن عباس سورۃ مرسلات کو (فجر کی نماز) میں پڑھ رہے تھے ام فضل نے کہا ایسے ننھے بچے! تو نے مجھے یہ سورۃ سنا کر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی کہ وہ اسے مغرب کی نماز میں پڑھتے تھے، (صحیح مسلم)

نتیجہ ام فضلؓ نے بتایا کہ میں نے آخری نماز جس میں میں نے آپ سے سنا کہ مغرب کی نماز میں سورۃ مرسلات پڑھتے تھے، حالانکہ ام فضل مہاجرین سے نہ تھی بلکہ مستضعفین، (مکہ میں رہنے والوں میں تھی)

جس طرح کہ ابن عباسؓ خود بیان کرتے ہیں، میں اور میری والدہ ان کمزور لوگوں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا، لہٰذا یہ سماع آخری تھا قطعی طور پر فتح مکہ کے بعد،

مروان بن حکم نے زید بن ثابت سے کہا کہ مالك تقرء فی المغرب بقصار المفصل، کہ تو مغرب میں قصار مفصل سورتیں کیوں پڑھتا ہے جب کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے، ابن ملیکہ راوی حدیث نے سوال کیا طولی الطولین؟ لمبی سورتوں سے لمبی کا مطلب کیا ہے ؟ اس نے اپنی طرف سے بیان کیا، سورۃ مائدہ اور سورۃ اعراف اس تفسیر پر حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ حدیث کہ جناب رسول کریمؐ مغرب کی نماز میں سورۃ اعراف پڑھتے تھے، آپؐ نے اس سورۃ کو دو رکعتوں میں پڑھا۔ (نسائی)

(۱) آپؐ نے مغرب کی نماز میں سورۃ اعراف دونوں رکعتوں میں پڑھی، (النسائی) (بروایت عائشہؓ)

(۲) آپ نے مغرب کی نماز میں سورۃ دخان پڑھی، ابن مسعودؓ (نسائی)

لہ مشکوۃ ج ۱ صفحہ ۸۰ قصار لم یکن الذین سے اخلاص تک، اوساط، بروج سے لم یکن، طوال حجرات سے بروج تک

(۳) آپؐ نے مغرب کی نماز میں سورۃ طور پڑھی، جبیر بن مطعمؓ (بخاری) (مسلم)

عشاء کی نماز میں قرأت نبوی

(۱) آپؐ نے عشاء کی نماز میں سورۃ تین، آپؐ نے اعلیٰ آواز سے اسے پڑھا براء بن عازب (متفق علیہ)

(۲) ابورافع بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوہریرۃؓ کی اقتداء میں عشاء کی نماز ادا کی تو آپؓ نے سورۃ اذا السماء انشقت، پڑھی اور اس میں سجدہ کیا، میں نے عرض کیا یہ سجدہ کیسے، موصوف نے جواب دیا میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں سجدہ کیا میں یہ سجدہ ہمیشہ ہمیشہ کرتا رہوں گا حتیٰ کہ آپؐ سے ملاقات کروں گا، (یعنی قیامت میں موت مراد ہے) زندگی بھر، (صحیحین)

(۳) آپؐ نے عشاء کی نماز میں سورۃ انشقاق پڑھی، ابورافع عن ابی ہریرۃؓ (صحیحین)

(۴) آپؐ نے عشاء کی نماز میں سورۃ والشمس وضحاہا، اور اسی طرح کی دیگر سورتیں پڑھیں، (ابوہریرۃؓ) ترمذی نے فرمایا حدیث حسن،،

(۵) آپؐ نے معاذ بن جبلؓ سے فرمایا عشاء کی نماز میں والشمس وضحاہا، سبح اسم ربك الاعلیٰ (سورۃ اعلیٰ) اقرء باسم ربك (سورۃ علق) واللیل اذا یغشیٰ پڑھا کر، ''متفق علیہ'' بروایت معاذؓ

ظہر اور عصر کی نماز میں قرأت

(۱) ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں ظہر کی نماز قائم کی جاتی اور ہم میں سے ایک کی طرف قضاء حاجت کے لئے جاتا پھر اپنے گھر میں واپس آکر وضو کرتا، پھر مسجد میں جاتا تو رسول کریمؐ پہلی رکعت میں ہوتے،

(۲) ابوقتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ نماز پڑھاتے ظہر، عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں، اور کبھی کبھی ہمیں آیات سنایا کرتے تھے[1] ظہر کی پہلی رکعت لمبی کرتے اور دوسری چھوٹی کرتے، آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھتے، (متفق علیہ)

[مسلم کے لفظ میں] [بخاری کی روایت میں] صبح کی پہلی رکعت لمبی کرتے،

[1] جن سورتوں میں آیات کا جواب ہے وہ نماز میں سوائے امام کے اور کوئی نہ دے یعنی جو پڑھے وہی جواب دے۔ مترجم۔

اور دوسری رکعت چھوٹی کرتے۔ (بخاری)

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ ہم خیال کرتے آپ کا ارادہ ہے کہ لوگ پہلی رکعت میں شامل ہو جائیں،

(۳) عبداللہ بن ابی اوفیٰ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ظہر کی پہلی رکعت میں اتنا قیام کرتے حتیٰ کہ کسی کے قدم رکھنے کی آواز سنتے، (مسند احمد)

(۴) سعد بن ابی وقاص نے عمر سے کہا کہ میں پہلی دو رکعت میں لمبائی کرتا ہوں، اور دوسری دو رکعت میں تخفیف کرتا ہوں اور میں اس میں طرز نبی سے کمی نہیں کرتا حضرت عمرؓ نے فرمایا میرے لئے تیرے متعلق یہی خیال ہے، (بخاری ومسلم)

ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں، کہ ہم آپؐ کے قیام کا ظہر اور عصر میں اندازہ لگاتے تو ظہر کی پہلی دو رکعت میں بقدر سورۃ (سجدہ) اور ظہر کی آخری دو رکعت میں بقدر اس سورۃ کے ½ حصہ کے، اور عصر کی پہلی دو رکعت میں ½ بالنسبت ظہر کی آخری دو رکعت میں، ایک روایت میں سورۃ سجدہ کی بجائے، قدر ثلاثین بقدر تیس ۳۰ آیات کا ذکر ہے، اور آخری دو رکعت میں بقدر پندرہ ۱۵ آیات اور عصر کی پہلی دو رکعت میں یعنی ہر رکعت میں بقدر پندرہ آیات کے، اور آخری دو رکعت میں بقدر ½ اس کے لئے یہ تمام الفاظ "مسلم" کے ہیں،

حجت جو اس بات کا قائل ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد آخری دو رکعت میں سورۃ کا پڑھنا مستحب ہے، یہ ایک ظاہری دلیل ہے لیکن ابوقتادہ جو متفق علیہ میں ہے کہ آپؐ پہلی دو رکعت میں سورۃ فاتحہ مع سورۃ پڑھتے اور دو آخری میں سورۃ فاتحہ پڑھتے، پہلی دو رکعت میں سورتوں کا ذکر ہے اور آخری دو رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ کا ذکر ہے، تو معلوم ہوا کہ ہر رکعت میں جس قدر قراءت کا ذکر ہے وہی خاص ہے رہی حدیث سعد، تو اس بات کا احتمال ہے جس کا ذکر ابوقتادہ اور ابوسعید نے ذکر کیا، ابوسعید کی حدیث سے آخری دو رکعت میں سورۃ کے پڑھنے کی صراحت نہیں ہے، بلکہ وہ اندازہ اور تخمینہ ہے، جابر بن سمرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ ظہر کی نماز

میں واللیل اذا یغشیٰ اور عصر کی نماز میں اس کی مثل پڑھتے اور صبح کی نماز میں اس سے لمبی سورت پڑھتے، ''مسلم''
جابرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول کریم ؐ ظہر اور عصر کی نماز میں، والسماء ذات البروج (سورۃ بروج) اور سورۃ والسماء والطارق، اور اس کی طرح دیگر سورتیں پڑھتے،

۲- تیسری روایت جابر سے ہے کہ آپ ظہر کی نماز میں سورۃ اعلیٰ (سبح اسم ربك الاعلی) اور صبح کی نماز میں اس سے لمبی سورۃ پڑھتے۔ (مسلم)

۳- تیسری روایت جابر سے کہ آپؐ ظہر اور عصر کی نماز میں سورۃ بروج اور سورۃ طارق اور اس کی مثل سورتیں پڑھتے، مسند احمد، اہل سنن،

۱- سیدنا براءؓ بیان کرتے ہیں ہمیں آپؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو ہم نے ایک آیت کے بعد سورۃ لقمان سورۃ ذاریات کو سنا، (النسائی)

۲- ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے ظہر کی نماز میں سجدہ کیا پھر کھڑے ہوئے بعد میں رکوع کیا، ہم نے خیال کیا کہ آپؐ نے سورۃ سجدہ تلاوت کی ہے۔ (سنن)

مسئلہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سری نمازوں میں سجدہ والی سورۃ کو پڑھنا مکروہ نہیں،

مسئلہ امام جب سجدہ والی آیت پڑھے تو سجدہ تو مقتدیوں کو سجدہ ترک کرنے کا اختیار نہیں؛ بلکہ ان پر امام کی اتباع سجدہ میں واجب ہے،

سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں میں نے آپؐ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی تو آپؐ نے پہلی دو رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی، وھل اتاك حدیث الغاشیہ (سورۃ غاشیہ) پڑھی، (النسائی)

نتیجہ صحابہ کرامؓ نے قیام میں لمبائی کا مبالغہ کرنے کا انکار کیا، جو شخص ارکان میں تخفیف کرتا، خصوصاً اعتدال کے ارکان میں اور جو شخص اللہ اکبر کو پورا نہیں کرتا اور جو شخص نماز کو اپنے وقت سے دوسرے وقت تک لیٹ کرتا ہے

جو شخص جماعت سے پیچھے رہتا ہے، صحابہ نے بتا دیا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جو زندگی کے آغاز سے تا مرگ کس طرح ادا کرتے رہے اور کسی نے یہ ذکر نہیں کیا، کہ آپ نے ابتداء زندگی میں جو حکم دیا تھا اسے آخری زندگی میں ترمیم کر دی ہو، یا کہ یہ نماز منسوخ کر دی گئی ہے بلکہ خلفاء راشدین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو منہاج اسی طریقہ پر ادا کیا جس کو آپ نے بیان فرمایا،

۱۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں ساری سورۃ بقرۃ تلاوت کی جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہؓ نے عرض کیا یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کادت الشمس تطلع، اے جانشین رسول کریمؐ سورج طلوع ہونے کے قریب ہے، آپ نے جواب فرمایا: لوطلعت الشمس لم تجدنا غافلین، اگر سورج طلوع بھی ہو جائے تو ہم اپنے آپ کو غافل نہ پائیں گے،

۲۔ عمر بن خطابؓ صبح کی نماز میں سورۃ نحل، سورۃ ہود اور یونس، سورۃ یوسف وسورۃ حج اور ان کی مثل لمبی لمبی سورتیں پڑھتے۔

مُخَفِّفُوْن

(جو لوگ نماز میں قرأت کی تطویل کے مقابلہ میں تخفیف کے قائل ہیں)

یہ لوگ کہتے ہیں اگر تم نے سنت سے تطویل "قرارت" لیا ہے تو ہم تم سے زیادہ لائق ہیں، قرارت ایجاز اور تخفیف کے اعتبار سے، کیونکہ کثیر احادیث اس حق میں ہیں اور صحت نماز کے لئے کافی ہیں، آپؐ نے قرأت لمبی کرنے والوں پر شدید غصہ فرمایا اور انہیں وعظ فرمایا اور ان کا نام منفرین (نفرت دلانے والے یعنی نمازیوں کو بھگانے والے)

ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ! واللہ اللہ کی قسم! میں فجر کی نماز میں اس لئے پیچھے رہتا ہوں کہ فلاں امام نماز میں قرارت کو لمبا کر دیتا ہے۔ اس روز آپؐ نے شدید غصہ میں واعظ فرمایا، اس متن یہ ہے:

یا ایہا الناس ان منکم منفرین[2] فایکم ما صلی بالناس فلتجوز[3]،

---

[1] مشکوۃ ج ۱ ص ۸۲ فصل سوم، [2] مشکوۃ ج ۱ ص ۸۱،

فان فیہم الضعیف والکبیر وذا الحاجۃ، (رواہ البخاری ومسلم)

حاضرین مجلس! تم میں ایسے فرد بھی ہیں جو (نماز) سے نفرت دلاتے ہیں جو تم میں لوگوں کو نماز پڑھائے اسے چاہیئے تخفیف سے کام لے کیونکہ بعض تم میں سے (یعنی مقتدیوں) کمزور، بوڑھے، اور حاجت مند ہوتے ہیں، ایک روایت بخاری میں ہے: فان فیہم الکبیر، والضعیف وذا الحاجۃ، تم میں بوڑھے، کمزور، اور حاجت مند ہیں،

جناب ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی امامت کے فرائض سرانجام دے تو وہ (نمازیوں) کا خیال رکھے ان میں بچے، بوڑھے، کمزور، بیمار ہوتے ہیں، جب انسان خود اکیلا نماز پڑھے تو اس کی مرضی پر موقوف ہے، جس طرح چاہے پڑھے،

۳۔ عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ نے مجھے حکم دیا "ام قومك" تو اپنی قوم کی امامت کر دیا کر، میں نے عرض کیا میں اپنے نفس میں کچھ پاتا ہوں، (یعنی وسواس) آپؐ نے اسے قریب بلا کر بٹھایا، پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر پستانوں کے درمیان رکھا، پھر مجھے حکم دیا "ام قومك" تو اپنی قوم کی امامت فرما، اور ساتھ ہی فرمایا جو قوم کا امام بنے اسے چاہیئے کہ نماز ہلکی پھلکی پڑھائے، کیونکہ ان میں بڑی عمر والے، بیمار، کمزور، اور حاجت مند ہوتے ہیں، جب انسان اکیلا نماز ادا کرے تو اس کی مرضی پر موقوف ہے جیسے چاہے نماز پڑھ لے، (مسلم)

اور ایک روایت میں ہے جب تو کسی قوم کی امامت کرلے فاخف بہم الصلوٰۃ، انہیں ہلکی نماز پڑھایا کر،

۴۔ سیدنا انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نماز میں ایجاز کے ساتھ اکمال کرتے، ایک روایت میں ہے یوجز ویتم، ہمیشہ ایجاز اور اتمام کرتے،

۵۔ انسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول کریمؐ کی اقتداء میں نماز ادا کی،

۱؎ مشکوۃ ج ۱ صلا باب الامامۃ، عثمان رضؓ صلا مشکوۃ، ۳؎ مشکوۃ ۱۹۱ فصل ثالث

جس میں آپ نے تخفیف اور پوری نماز ادا کی، پس میں نے کسی کی اقتدا میں نماز ادا نہ کی، اگر آپ (نماز کی حالت میں) کسی بچہ کے رونے کی آواز سنتے تو اس کی والدہ کی تشویش کے پیش نماز میں تخفیف (ہلکا رکوع قیام و سجدہ کرتے، «متفق علیہ» (بخاری)

۶۔ عثمان بن ابی العاص رضؓ بیان کرتے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی قوم کا امام نامزد کیجئے آپؐ نے فرمایا تو ان کا امام ہے، اس صورت میں کہ تو کمزور کی اقتدا میں نماز ادا کر، ایک مؤذن مقرر کر، جو اذان کی اجرت نہ لے، «احمد، اہل سنن»

۷۔ عن سعدیؓ بیان کرتے ہیں میں نے آپؐ کی نماز کا بنظر غائر مشاہدہ کیا تو آپؐ اپنے رکوع اور سجدہ میں بقدر تین بار سبحان اللہ وبحمدہٖ دیر لگاتے، رواہ احمد،

۸۔ سہل بن ابی امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں اس کا والد جناب انس بن مالکؓ کے پاس مدینہ میں حاضر ہوئے، موصوف نے بیان کیا کہ جناب رسول کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے لا تشددوا علی انفسکم فیشدد علیکم، تم اپنے نفوس پر تشدد نہ کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر تشدد کرے گا،

ایک قوم نے تشدد کیا تھا، فتلك بقایاھم فی الصوامع والدیارات رھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم، (رواہ اللؤلؤی عن ابی داؤد)

یہ ان کے عبادت خانے اور گھر ہیں، انہوں نے رہبانیت اختیار کی جسے ہم نے ان پر فرض نہ کیا تھا،

ابن واسہ کی روایت میں ہے ہم امام انس بن مالک کے پاس مدینہ میں حاضر ہوئے، عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں موصوف امیر مدینہ تھے، موصوف نے نماز بالکل ہلکی پھلکی پڑھائی جیسے مسافر، یا مسافر جیسے کی نماز ہو، جب موصوف نے سلام پھیر کر فارغ ہوئے، اس نے ذکر یا رحمک اللہ علیک، کیا یہ نماز فرض ہے یا نفل کا حصہ ہے؟ موصوف نے جواب دیا انہا لمکتوبۃ، یہ فرض نماز ہے، اور یہ بصلاۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کی نماز ہے، آپ کو یاد ہو گا، کہ

آپؐ نے فرمایا تھا اپنے نفوس پر تشدد نہ کرنا ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر سختی کرے گا ایک قوم نے اپنے اوپر سختی کی تھی تو اس کے نتائج ان کے گرجے اور گھر بالکل خالی ہیں، انہوں نے رہبانیت کو ایجاد کیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ طریقہ فرض نہ کیا تھا، جب دوسری صبح ہوئی تو فرمانے لگے: الا تنزکب لننظر ونعتبر کیا تو ہمارے ساتھ نہیں چلتا تاکہ وہ مناظر دیکھیں اور عبرت حاصل کریں، تو موصوف نے جواب دیا کیا انکار ہے، تو سب حضرات سواری پر سوار ہوئے تو انہوں نے ان کے گھر دیکھے: باد اھلھا، و انقضوا وفنوا خاویۃ علی عروشھا، ان کے گھر ویران اور چھتوں کے بل سجدہ ریز تھے، یہ ان لوگوں کے مکانات ہیں جنہیں بغاوت، حسد نے برباد کیا، کیونکہ حسد یطفی نور الحسنات، نیکیوں کے نور کو کافور کر دیتا ہے، والبغی یصدق او یکذبہ بغاوت حد کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے، العین تزنی، والکف والقدم، والجسد واللسان والفرج یصدق ذلک او یکذبہ، آنکھ زنا کرتی ہے، ہاتھ، قدم، جسم، زبان اور شرمگاہ، زنا کی تصدیق کرتے ہیں یا انکار کر دیتے ہیں۔

تنقید بر رواۃ سہل بن ابی امامہ کی یحییٰ بن معین وغیرہ نے توثیق کی ہے، امام مسلم نے اس سے روایات بیان کی ہیں، رہا ابن ابی العمیار، یہ اہل بیت المقدس سے ہے، اگرچہ یہ شخص مجہول الحال ہے لیکن ابوداؤد نے اس کی روایت بیان کی ہے اور سکوت اختیار کیا۔

ان روایات سے واضح ہوتا ہے، جس نماز کی تبدیلی کا انسؓ نے انکار کیا، اس سے مراد نماز میں لمبی قرارت کرنا ہے، ورنہ انسؓ کی روایت کردہ احادیث میں تناقض ہے، اس بنا پر موصوف نے ایجاز اور اتمام کو جمع کیا ہے۔

انسؓ کا یہ ارشاد ما صلیت وراء امام قط ... صلاۃ ولا اتم من رسول اللہ علیہ وسلم، اس حدیث سے انسؓ نے طویل قرارت کا انکار کیا ہے، اس حدیث کی تفسیر موصوف نے خود بیان کی ہے، زید بن اسلم بیان کرتے

ہیں کہ ہم انس بن مالک رضؓ کے پاس آئے تو فرمانے لگے کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے جواب دیا ہاں، لونڈی کو حکم دیا، میرے لئے وضوء کا پانی لاؤ، کیونکہ تمہارا یہ امام نبی کریمؐ کی نماز جیسی نماز پڑھتا ہے،

زید بیان کرتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رکوع اور سجدہ کو پورا کرتا، اور قیام ہلکا کرتا، یہ حدیث صحیح ہے، اس کی صراحت عمران بن حسین نے یوں بیان کی ہے کہ میں بصرہ میں جناب علی رضؓ کی اقتداء میں نماز پڑھی، عمران عرض کرنے لگے! تو نے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد کرادی، جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز معتدل تھی، یعنی در اعتدال والی،، موصوف، قیام، قعود میں تخفیف کرتے، رکوع اور سجدہ کو لمبا کرتے، (حدیث صحیح)

جابر بن عبداللہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ سے فرمایا:

جب موصوف نے "عشاء آخرہ" کی نماز لمبی پڑھائی، معاذ کیا تو أفتنان انت؟ کیا تو فتنہ پرور ہے، یا فرمایا أفاتنٌ انت؟ کیا تو فتنہ ڈالنے والا ہے؟ تین بار آپؐ نے فرمایا، آخر میں فرمایا تو نے نماز میں سورۃ اعلیٰ، والشمس وضحاھا، واللیل اذا یغشی، کیوں نہ پڑھا، کیونکہ تیری اقتداء میں بڑے، چھوٹے، کمزور اور حاجت مند ہوتے ہیں، (صحیحین)

معاذ بن عبداللہ جہنی رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک جُہینہ کے آدمی نے اسے خبر دی کہ اس نے جناب رسول کریمؐ سے سنا، صبح کی نماز میں سورۃ زلزال، دونوں رکعت میں پڑھی، مجھے معلوم نہیں کیا آپ بھول گئے ہیں یا عمداً ارادہ آپ نے پڑھا ہے

(ابوداؤد)

عمرو بن حریث رضؓ نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فجر کی نماز واللیل اذا یغشی، پڑھی، (مسلم)

عقبہ بن عامر رضؓ بیان کرتے ہیں، میں جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

اونٹنی کی مہار پکڑا کرتا تھا، تو آپؐ نے مجھے فرمایا، الا اعلمك سورتين لم يقرء بمثلها؟ کیا میں تجھکو دو سورتوں کی تعلیم نہ دوں، اس کی مثل نہیں پڑھی گئی، میں نے کہا! ہاں مجھے سکھائیں، [۱]

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ، میں نے ان سے کوئی عجیب چیز نہ دیکھی، جب آپ اونٹنی سے اترے صبح کی نماز کے لئے معوذتین کو پڑھا پھر فرمایا عقبہ کس طرح تونے دیکھا! ایک روایت میں ہے، کیا میں تجھے بہترین سورتیں نہ سکھاؤں جو پڑھی گئیں ہیں، میں نے کہا ضرور، فرمایا، یہ ہیں سورتیں سورۃ فلق، اور سورۃ ناس۔ جب آپؐ اونٹنی سے اترے ان دونوں سورتوں کو فجر کی نماز میں پڑھا فرمایا عقبہ تو کیسے خیال کرتا ہے۔ (رواہ امام احمد، ابوداود)

عمار بن یاسرؓ بیان کرتے ہیں۔ موصوف نے نماز پڑھائی جس میں ایجاز کیا، لوگوں نے اس نماز کا شدت سے انکار کیا۔

موصوف نے کہا کیا میں رکوع اور سجدہ کو پورا نہیں کیا؟ انہوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے، کیا میں نے وہ دعا نہیں پڑھی جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے،

اللهم بعلمك الغيب، وقدرتك على الخلق احيني ما علمت الحياة خيرا لي، وتوفني اذا كانت الوفاة خيرا لي واسالك خشيتك في الغيب والشهادة، وكلمة الحق في الغضب، والرضاء والقصد في الفقر والغني ولذة النظر الى وجهك والشوق الى لقائك واعوذبك من ضراء مضرة ومن فتنة مضلة اللهم زينا بزينة الايمان واجعلنا هداة مهتدين

(مسند امام احمد، سنن نسائی)

یا اللہ! تیرے علم غیب کے ساتھ، تیری قدرت کے ساتھ مخلوق پر، یا اللہ مجھے زندہ رکھنا جب تک میری زندگی ہے، تو بہتر بنالے، اور مجھے فوت کرے، جب تک میرے لئے وفات بہتر ہے، میں تیری خشیت کا سوال کرتا ہوں غیب

[۱] ان دو سورتوں کو معوذتین بھی کہتے ہیں۔

اور شہادت میں، اور میں سوال کرتا ہوں کلمہ حق کا غصہ اور میں، میں سوال کرتا ہوں فقیری اور غنی کی میانہ روی کا اور نگاہ کی لذت کا تیرے چہرہ پر، اور سوال کرتا ہوں تیری ملاقات کے شوق کا، میں تجھ سے تکلیف دینے والے سے پناہ مانگتا ہوں پناہ دے جو نقصان دے اور گمراہ کن فتنہ سے، اور ہمیں بنا ہدایت والے اور ہدایت پانے والے،

مُخَفِّفُوْنَ بیان کرتے ہیں تخفیف کی احادیث تطویل کی احادیث سے کثیر اور صحیح ہیں، کی کیا صورت ہوگی؟ اس صورت میں لمبی قرارت کا تعلق ابتداء اسلام پر محمول ہوگا کیونکہ اس وقت نمازیوں کی قلت تھی، اور جب نمازیوں کی کثرت ہوگئی تو اسلام نے تخفیف کا حکم دیا، کیونکہ تخفیف سے انسانوں کی محبت اور قبولیت کا شوق غالب ہوتا ہے، اس سے رغبت میں نماز کی ادائیگی اور اشتیاق سے نماز سے فراغت ہوتی ہے، اور اس سے وسواس ختم ہوجاتا ہے، جب نماز میں طوالت ہوگی تو نمازی پر وسواس کا غلبہ ہوگا تو ظاہر ہے اس طریقہ، لمبی نماز کا ثواب اس کے نقصان سے پورا نہ ہوگا،

تو وہ یوں کہتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ کی جو محبت صحابہ میں تھی، دیگر آئمہ میں ایسی محبت کیسے کی جاسکتی ہے؟ کیونکہ صحابہ کرام فرط محبت میں نزول قرآن کے لئے استماع کرتے، دین میں ذوق اور شوق رکھتے اپنے قلوب کو اللہ سے دالبستہ کرتے اور عبادت کے لئے دل کو بالکل خالی کردیتے، جو لطف صحابہؓ آپؐ کی اقتداء میں آتا وہ کیسے حاصل ہوسکتا ہے، صحابہ کی نماز آپ کی قیادت میں ایسی معلوم ہوتی تھی، جیسے کہ وہ آپؐ کی نماز کو دیکھتے تھے، اگر نماز نبویؐ کتنی بھی طویل ہوتی۔ وہ اصحاب رسولؐ کے لئے دل اور بدن پر گلاب کے پھول سے بھی خفیف نظر آتی، کیونکہ نمازیوں کے لئے دل، خشوع، آواز اور حالت سے مرکزی تعلق رکھتا ہے جب اس میں ایسے اوصاف نہ ہوں گے تو وہ نمازیوں کے لئے بوجھ بن جائے گا، تو امام کو چاہیئے کہ حتی الوسیع کوشش کرے

ان کے مزاج کے مطابق ثقل، بوجھ کو ہلکا کرے تاکہ نماز امام کے بغض کا باعث نہ بن جائے،

وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوارج کی اس بنا پر مذمت کی کہ وہ دین میں سختی اور عبادت میں شدت کرتے تھے، یحقر احدکم صلاتہ مع صلاتھم وصیامہ مع صیامھم، تم حقیر جانو گے ان کی نماز سے اپنی نماز کو، ان کے روزہ سے اپنے روزہ کو، نرمی اور رنمی کرنے والوں کی مدح بیان کی، اور خبر دی کہ نرمی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ وہ سب کچھ دیتا ہے جو سختی کرنے سے قطعی طور پر نہیں ملتا، اور اللہ تعالیٰ نرمی کرنے والوں کو بہت انعامات سے نوازتا ہے

ارشاد نبویؐ فرمایا لن یشاد الدین جو بھی دین پر تشدد کرے گا دین اس پر غالب آجائے گا اور ساتھ ہی فرمایا دین سخت ہے تم اس میں نرمی سے داخل ہو جاؤ، (حدیث)

دین میں میانہ روی اختیار کرنا راہ سنت اور اقتصاد سبیل ہے، اللہ تعالیٰ اس عمل کو زیادہ پسند کرتا ہے جس پر بندہ دوام کرے،

میانہ نماز نماز میں راہ اعتدال، تخفیف سے ادا کیا جائے، تطویل (لمبان) نماز رب کی نگاہ میں محبوب عمل نہیں،

فصل ۳۶

عملوں جو لوگ اپنی نماز کو پورا پورا ادا کرتے ہیں اور ارشاد نبویؐ کو علی الراس والعین، (بسر و چشم) قبول کرتے ہیں اور آپکی اقتدا کے طریقہ کو پسند کرتے ہیں، آپ کی سنت اور طریق کی پابندی کرتے ہیں آپ کی ایک سنت کو دوسری سنت سے ٹکراؤ نہیں کرتے، اور نہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ ان کو آسان کرلیں اور مشکل کو ترک کر دیں، سستی کی بنا پر، کمزور عزم کی بنا پر

دنیا کے مشاغل کے ساتھ، جن کے قلوب بھرپور ہیں اور جوارح پر حکومت ہو چکی ہے اور جن کی آنکھیں دنیا سے ٹھنڈی ہو چکی ہیں بلکہ ہم اپنی آنکھوں کو دنیا کی بجائے نمازوں سے کرتے ہیں،

جن احادیث میں رخصت کا حکم ہے، ان میں عزم میں تساہل اور کمی پیدا ہوئی اور کوشش میں عدم رغبت، نصیحت سے جی چرانا اور ربانی حقوق میں تساہل۔

اللہ تعالیٰ تفریط کے باعث اپنے کرم سے تخفیف کردی اور ہماری نمازوں کو تفریط کے باعث ضائع ہونے سے بچا لیا، اللہ تعالیٰ محض قسم کے پیش ہمارے افعال کی سزا تجویز کی، اور خوب کہا کسی نے معا استقصٰی کریم سخطہ قط،

کریم کا غصہ اور ناراضگی ہمیشہ نہیں رہا کرتا،

دوسرا قول: حق اللہ مبنی علی المسامحۃ والمساھلۃ والعفو، اللہ تعالیٰ کا حق درگذر، سہولت، اور معافی پر مبنی ہے

انسانی حقوق

انسانی حقوق کی بنیاد، بخل، تنگی، ٹھوہ لگانا ہے، مخلوق کی بہترین بستر اور نرم مزاج سواری ہے، سنت ربانی حقوق کی خدمت میں گویا ایک آگ کا کوئلہ جو جلا دے گا سنت کو کو فضیلت دی ہے جو اسے قوی کرے گا، اور جس نے پورا پورا اپنے نفس کے لئے حصہ پایا اور جس نے سنت کی حفاظت نہ کی اسے حکم دیا گیا: افتانٌ انت یا معاذ؟ ویا ایھا الناس ان منکم منفرین۔ اے معاذ تو لوگوں کو فتنہ کا شکار بنانا چاہتا ہے، لوگو! تم میں بعض ایسے لوگ ہیں جو نفرت دیتے ہیں، اس حدیث کا محل یہ نہیں ہے، ان لوگوں پر انتہائی افسوس ہے جو اپنے مقصد خفیف کے تحت حدیث دلیل لئے ہوئے حدیث کا انکار کرتے ہیں، ہاں وہ شخص جس نے نماز، اپنی آنکھ کا سرور، ٹھنڈک، لذت، نعمت، حیات دل، اور انشراح صدر نہ بنایا اس کے لئے مندرجہ بالا حدیث مصداق ہے، بلکہ جو لوگ نماز کے چور اور کوے کی طرح ٹھونگے مارنے والے ہیں،

انسان کے لئے اولیٰ یہی ہے رب ارباب کی خدمت میں پوری طرح فارغ البال ہو جائے، (دوسری طرف متوجہ نہ ہو یعنی پوری یکسوئی سے)

اور حدیث: افتتان انت یامعاذ؟ اس حدیث کو جس نے نہیں سمجھا، پر اس حدیث اولیٰ ہے ظہر کی نماز کی تکبیر کہی جاتی اور ایک ہم میں سے بقیع کی طرف قضائے حاجت کیسے نکلتا، فراغت کے بعد واپس گھر آکر نماز کے لئے وضوء کرتا، پھر نبی کریمؐ کی پہلی رکعت پاتے یعنی آپ نے پہلی رکعت میں لمبا قیام کیا بانسبت معاذ رضؓ

یہ حدیث، کہ آپؐ نے صبح کی نماز میں معوذتین پڑھیں، یہ سفر کی نماز کا معاملہ تھا یہ نماز حضر کی نماز سے اولیٰ ہے، کیونکہ کی نماز میں ساٹھ سے سنو آیات کی اجازت ہے، مغرب کی نماز میں آپؐ نے سورۃ اخلاص اور سورۃ کافرون پڑھی، (ابن ماجہ)

اور یہ حدیث اس سے اولیٰ ہے جو امام بخاریؒ یوں بیان کی کہ آپؐ مغرب کی نماز میں دو لمبی سورتوں سے ایک سورۃ پڑھی، سورۃ اعراف،

نتیجہ | جو شخص سنت کی محبت رکھتا ہے وہ سنت کے موافق پر میلان رکھتا ہے اور اسی طریقہ سے لطف اندوز ہوتا ہے اور حسن اعتقاد سے خلاف سنت کو ترک کر کے مخالف سنت کی تاویل کو رد کر دیتا ہے، ہم ترک سنت اور باطل تاویل سے بیزاری کا اعلان کرتے ہوئے سنت سے تمسک کرتے ہیں، اور ہم رب تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں تارکین سنت سے بچائے، ہمارا وہی دین ہے جس کی تشریحات وتعبیرات، اور تعلیمات جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح اور ثابت ہیں، ہم آپ کی سنت میں کسی قسم کا تصادم نہیں پاتے، ہم احادیث کا مفہوم آپکے فرمان پر موافق پاتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ سنت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہم آپؐ کے فرامین کو بطیب خاطر قبول کرتے ہیں، ہمارے قبولیت میں سمع اور اطاعت کی پوزیشن ہے ہم جہاں سے بھی سنت پائیں وہیں اپنے آپ کو تابع پائیں گے، ہم سنت پر مر مٹیں گے اور یہ طریقہ غلط اور باطل ہے، کسی سنت کی پابندی کر لی اور کسی کو تاویل باطل سے ترک کر دیا، بلکہ سنت کی شان یہ ہے کہ تمام کے تمام

سلہ مراد سورۃ فلق، سورۃ ناس ہے ۱۲

لسان رسالت ﷺ کے فرمان کو حسن انداز سے قبول کر لیا جائے ،

لسان رسالت ﷺ کے ہر فرمان کو اپنے اپنے مقام پر رکھا جائے، ہم اب ربانی توفیق سے بیش ایجاز، اور تخفیف تطویل ممنوع کے موضوع پر کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں کسی جماعت کی کسی شہر اور کسی اہل مذہب کی عبادت کی طرف رجوع نہ کریں گے اور نہ ہی ہم کسی نمازی کی خواہش اور مرضی کو پسند کریں گے جس پر ان کے اپنے مقتدیوں نے اس کا پابند بنا رکھا ہے، کیونکہ اس طریق سے انتہائی اضطراب اور رائے میں اختلاف اور تذبذب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور اس کی نماز کے خراب ہونے شدید خطرہ ہے۔ انتہائی خواہش کے تحت نماز میں مقدار قرآت، قیام، رکوع، سجود، کا خیال رکھنا سنت کے لئے خطرہ کا آلارم ہے ، شریعت کا کوئی ایسا ضابطہ نہیں کہ کسی انسان کی خواہش پر سنت کو قربان کر دیا جائے ، ان کو نماز کے ارکان ہیئت، کیفیت، حق، اور حدود، میں ربانی حکم کی پابندی کرے، جناب رسول کریم ﷺ کی اقتدار میں ضعیف، بوڑھے، بچے اور حاجت مند، نماز پڑھتے تھے، کیونکہ مدینہ میں آپ ہی امام تھے دیگر کوئی نہ تھا، آپ فرمایا کرتے تھے میں اس حکم کی مخالفت نہیں کرتا جس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے روکا ہے

سوال بعض اصحاب رسول ﷺ سے سوال کیا گیا اس تخفیف میں خیر نہیں ہے لہذا اسے دوبارہ ادا کرو، کیونکہ جناب رسول کریم ﷺ کی ظہر کی نماز کی اقامت کہی گئی ہم میں ایک بقیع میں قضائے حاجت کے لئے جاتا پھر گھر میں واپس آکر وضو کرتا پھر مسجد میں آتا تو رسول کریم ﷺ پہلی رکعت میں ہوتے بوجہ لمبائی نماز کے، (صحیح مسلم)

نتیجہ اسی بنا پر ابو سعید، انس، عمران بن حصین، براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے انکار کیا ہے کہ یہ حذف نماز، اور اختصار نماز ہے، بعض دفعہ آپ میانہ روی نماز میں اختیار کرتے، اسی بنا پر جناب انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نماز نبوی ﷺ من وعن ادا کروں گا، جناب ثابت نے اسی بنا پر کہا تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جو طریقہ نماز اختیار کرتے ہیں تم وہ نہیں کرتے، کیونکہ آپ بالکل سیدھا نماز میں کھڑے ہو جاتے، قائل کہتے ہیں کہ موصوف

کو قیام میں "وہم" ہو گیا ہے، اور جب دو سجدوں میں بیٹھتے اتنی دیر لگاتے کہ قائل کہتا ہے کہ شاید وہم ہو گیا ہے"(اس طویل قیام و طویل سجدہ) کے باعث جناب انس رض ائمہ رض کے ان دو ارکان کی طوالت کا انکار کیا تھا جس طرح کہ موصوف نے رکوع اور سجود کی تخفیف سے انکار کیا، جناب انس رض نے اپنی نمازمیں بتایا کہ جس انداز سے عمر بن انداز پڑھاتے ہیں وہ نماز، نماز نبوی کے نقشہ کے مطابق ہے، موصوف کی نماز میں لوگوں نے اندازہ لگایا رکوع اور سجدہ میں دس دس بار سبحان ربی العظیم، اور سبحان ربی الاعلی پڑھتے اور ظاہر ہے موصوف تسبیحات شتابی شتابی بغیر غور کے نہ پڑھتے تھے،

شبہ حضرت انس رض کو (ائمہ) کی نمازوں میں رکوع اور سجود کی طوالت میں شبہ لاحق ہوا اسی طرح شبہ ہوا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہری نمازمیں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ترک کر دیا۔

جواب: موصوف کو شبہ اس بنا پر ہوا کہ عمر میں چھوٹے تھے اور اسی جگہ صف میں ہوتے تھے جہاں آپ جہری بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ سن سکے، کیونکہ بہت دور کھڑے تھے، جس سے تکبیر تحریمہ بھی نہ سن سکے، حتیٰ کہ موصوف نے خود کہا! ما تعدونی الا صبیا، تم مجھے بچہ ہی شمار کرتے ہو "میں آپ کی اونٹنی کے بطن پیٹ کے نیچے تھا، تو میں آپ کا قول (لبیک اللھم لبیک) سن رہا تھا،

انس رض کی عمر جب نبی کریم مدینہ میں تشریف لائے تو اس وقت انس کی عمر دس سال کی تھی، موصوف آپ کے اہل بیت میں شمار ہوتے تھے۔انس رض ایک بہترین ذہین عقلمند خادم تھا، جناب رسول کریم کی وفات پر انس کی عمر پورے بیس۲۰ سال تھی، اس عمر اور خصوصیت کے پیش انس رض آپ کی قرأت، مقدار نماز، کیفیت نماز، اور کیفیت احرام، میں کس طرح غلطی کا شکار ہوئے اور لطف یہ ہے کہ آپ کی غلطی خلفاء راشدین اور ان کے بعد تک جاری و ساری، اور استمراری (ہمیشہ) طور پر ایسی جگہ مسجد میں کھڑے ہوتے جہاں آپ کی قرارت نہ سن سکیں،

اتفاق صحابہ

تمام صحابہ کرامؓ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؐ کی نماز معتدل تھی، آپ کا رکوع، قیام، سجدہ، بعد سجدہ، قیام کے مناسب ہوا کرتے تھے جب آپؐ فجر کی نماز میں ساٹھ سے سو آیات تک پڑھتے، تو یقیناً رکوع اور سجدہ میں یہی مناسبت برقرار رکھتے، اسی بنا پر جناب براء بن عازبؓ نے فرمایا تھا، نماز کے تمام ارکان آپؐ کے قریب قریب مساوی تھے،

عمران بن حصینؓ

عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں جناب رسول کریمؐ کی نماز "معتدلۃ" معتدل تھی، اسی طرح آپ کا رات کا قیام اور نماز کسوف کا قیام معتدل تھا۔

عبداللہ بن عمرؓ

بیان کرتے ہیں کہ آپؐ ہمیں تخفیف کا حکم دیتے تھے بلاشبہ کبھی سورۃ صافات کی نماز میں تلاوت کرتے، (امام احمد، نسائی)

تو یہ تھا آپ کا امر، حکیم اور یہ تھی اس کی تفسیر، اس سے کوئی غلطی کا شکار نہ ہو کہ آپ تخفیف کا حکم دیتے اور خود طوالت کرتے جبکہ آپؐ نے آئمہ مساجد کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو اسی انداز کی نماز پڑھائیں جس انداز سے میں پڑھاتا ہوں،

شہادت

مالک بن حویرثؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم سب نوجوان تھے، ہم آپؐ کے پاس بیس روز قیام کیا، آپؐ انتہائی رحیم اور شفیق تھے، ہمارا نفسیاتی جائزہ (کہ ہمیں گھر کی یاد آ رہی ہے اور ہم سے گھریلو امور کے متعلق دریافت کیا) لینے کے بعد حکم دیا،

ارجعوا الی اھلیکم فاقیموا فیھم وعلموھم ومروھم فلیصلوا صلاۃ کذا[1]، تم واپس گھروں میں تشریف لے جاؤ اپنے اہل میں نماز قائم کرنا اور انہیں اس کی تعلیم دینا اور انہیں حکم دینا کہ وہ اس طرح نماز ادا کریں، فلاں نماز فلاں وقت میں اور جب نماز کا وقت ہو جائے تو ایک تم میں اذان دے اور تم میں بڑی عمر والا جماعت کرائے اور صلوا کما رایتمونی اصلی، جس انداز سے مجھے نماز پڑھتا دیکھتے ہو ویسے ہی نماز پڑھو،

---

[1] صحیح بخاری۔

نتیجہ یہ آپ کا خطاب آئمہ مساجد کے لئے تھا، اگرچہ آپ نے تخصیص نہیں فرمائی، تو اس ارشاد سے واضح ہے جس طریقہ سے آپنے آئمہ مساجد کو نماز پڑھانے کی تعلیم دی اور تخفیف کا حکم دیا، تو وہی فعل نبوی ہوا جس کی آپ نے تعلیم و تلقین فرمائی۔

نتیجہ جو فعل اکثر دفعہ کیا جائے اس پر تخفیف کا حکم ہوگا بانسبت طوالت کے، طویل کا نام "اخف"۔ تخفیف کی مناسبت سے ہوگا، اس میں لغت کی حد بندی نہیں، جس کے باعث لغت کو تلاش کیا جائے، اور نہ حال عرف میں اس قسم کی تفصیل کی ضرورت ہے جس طرح حرز، (اندازہ) قبض، (مارنا) احیاء الموت، (مردہ کو زندہ کرنا)

عبادات کے جمیع مسائل کا مرجع مقدار نماز، صفت نماز، ہیئت نماز، کا تعلق شارع کے فرمان سے ہے، اگر اس سلسلہ میں عرف عام، کا خیال مطلوب ہوتا تو وضع نماز، مقدار نماز میں یقیناً اختلاف برپا ہوتا۔ اور ایسا اختلاف واقع ہوتا جسے کسی صورت میں نہ سمٹا جاتا۔ اور یہی صورت ایجاز نماز اور تخفیف نماز میں واقع ہوتی!

الٹی گنگا جو لوگ کجی کے دلدادہ ہیں وہ اپنے انداز سوچ سے کہتے ہیں نماز جتنی ہلکی پھلکی، اختصار سے ادا کی جائے اتنی ہی افضل ہے تو اس کے نتیجہ میں بعض لوگ نماز ایسی ادا کرتے ہیں جس طرح کمان سے تیر نکل جاتا ہے۔ صرف زبان سے "اللہ اکبر" کہنے کی دیر لگتی ہے، باقی ارکان نماز رکوع اور سجود، ایسی شتابی سے مقابلہ کرتے ہیں رکوع سجدہ سے قبل اور سجدہ رکوع سے قبل، رکوع قرأت سے پہلے۔

(۱) بعض دفعہ یوں بھی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ تسبیح کہنا تین دفعہ کہنے سے افضل ہے۔

ایک حکایت مزاحیہ ایک حکایت بیان کرتے ہیں ایک غلام نے نماز پورے اطمینان و سکون سے ادا کی۔ تو مالک نے اسے خوب پیٹا، اور مالک کہنے لگا! اگر تجھے بادشاہ کسی کام کے لئے بھیجے تو کیا تو اتنی دیر اس کے کام میں لگائے گا۔

اسی حکایت سے اور دیگر امثلہ بیان کرنے کا انکا مقصود یہ ہے کہ نماز ایک کھلونا ہے جس طرح چاہا اس سے دل بہلا لیا، دراصل شیطانی چال اور دھوکہ ہے انہیں نماز میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کی مخالفت پر تاویل فاسدہ پر ابھارتا ہے!

ربانی حکم حالانکہ ربانی حکم اقیموا الصلوۃ "نماز قائم کرو" میں، اقامت کا حکم ہے، اس اقامت تامہ قیام، رکوع، سجدہ، ذکر اذکار، کو پوری طرح قائم کیا جائے۔

فلاح نماز کی "فلاح" کامیابی کا تعلق، خشوع، عجز و انکسار سے ہے جو شخص نماز میں خشوع عجز و انکسار سے ہے جو شخص نماز میں خشوع نہیں رکھتا تو وہ یقیناً "اہل فلاح" سے نہیں عجلت اور کوّے کی طرح ٹھونگے مارنے سے خشوع نہیں حاصل ہوتا، بلکہ خشوع صرف اور صرف اطمینان اور سکون سے حاصل ہوتا ہے، جتنا نماز میں اطمینان، اور سکون ہوگا اتنا ہی خشوع زیادہ ہوگا۔ اور جتنا خشوع کم ہوگا اس سے تیزی سے ہاتھوں کی حرکات میں بجلی پیدا ہوگی، تو ایسی صورت نظر آنے لگے گی کہ جس طرح کوئی کھیل کھیل رہا ہے، جیسے نماز میں نہ خشوع اور نہ ہی عبادت پر توجہ۔ اور لطف یہ ہے کہ حقیقت عبادت سے غفلت کا نام خشوع رکھنا صحیح نہیں!

ربانی حکم اقامت نماز میں اطمینان أَقِيمُوا الصَّلٰوۃَ۔ نماز قائم کرو۔
وَأَقِمِ الصَّلٰوۃَ نماز قائم کر۔

فاذا اطماننتم فاقيموا الصلوۃ، جب تم امن میں ہو جاؤ تو نماز قائم کرو۔ والمقیمین الصلاۃ۔ نماز کو قائم کرنے والے۔ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوۃِ (قول ابراہیمؑ) اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا بنا، فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصلاۃ لذکری، (حکم برائے سیدنا موسیٰؑ) میری عبادت کر اور نماز کو میری یاد کے لئے قائم رکھ۔

نتیجہ جہاں بھی نماز کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے وہاں "اقامت" قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ افسوس کہ لوگوں میں نمازی تھوڑے ہیں، اور اقامت نماز قائم کرنے والے بالکل بالقل القلیل، نہ ہونے کے برابر ہیں، جیسا کہ جناب عمرؓ نے فرمایا تھا "الحاج قلیل والرکب کثیر" حاجی تھوڑے ہیں اور حج میں روانہ ہونے والے بہت ہیں

تحلۃ قسم بعض اعمال مامور کو تحلۃ قسم کے رواجی طور پر عمل کرتے ہیں، اور وہ کہتے

ہیں ہمارے لئے وہ عمل کافی ہے جس پر عبادت کا نام صادق آسکے، کاش کہ لوگ نماز کی اہمیت کا علم رکھتے فرشتے نماز رب ذوالجلال والاکرام کی خدمت میں بطور ہدیہ نمازی کی طرف سے پیش کرتے ہیں جیسا کہ لوگ اکابر اور بادشاہوں کی خدمتِ قرب کے پیش پیش کرتے ہیں جو چیز انسان افضل بطور زینت اور خوبصورت کے پیش کرے گا اسے قرب زیادہ حاصل بانسبت اس شخص کے ادنیٰ معمول کا پیش کرے اور افضل انعام کی توقع کیسے حاصل ہو گی؟ جس شخص کی نماز دل کی بہار اور حیات قلب، آنکھوں کی ٹھنڈک، حزن کا جلا، غم، اندرونی پریشانی کا ازالہ کا نورہم، اور مصائب، شدائد، اور مشکلات کا حل نہیں بنتی اور جس کا دل مردہ ہے، نماز اسکے جوارح اور اعصاب پر فالج ہے اور انتہائی بوجھ ہے۔

نتیجہ | سکون سے نماز پڑھنے کے لئے نماز آنکھوں کی ٹھنڈک اور عجلت سے پڑھنے والے کے لئے بوجھ ہے۔ ربانی فیصلہ :۔

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَوٰةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُوا رَبِّهِمْ وَأَنَّهُمْ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ، [1]

لوگو! صبر اور نماز سے ربانی مدد مانگو۔ یاد رہے نماز بوجھ ہے (مگر) ہاں جو عجز و انکسار کرتے ہیں جو ربانی ملاقات کی امید پر یقین رکھتے ہیں اور اسی بات کا یقین رکھتے ہیں اس کے ہاں انہوں نے لوٹ کر جانا ہے۔

نتیجہ | جن کے دل اللہ تعالیٰ کی محبت سے خالی ہیں، وہ نماز میں عدم رغبت کے پیش نماز کی عظمت اور خشوع اور تکمیل، بقدر رغبت دل ہی میں مقبولیت ہوتی ہے، اس سلسلہ میں امام احمدؒ نے مہنا بن یحییٰ کی روایت ذکر کی ہے، ان لوگوں کا اسلام میں اتنا حصہ ہے جتنا کہ وہ نماز میں حصہ لیتے ہیں، اسلام سے ان کی رغبت بقدر نماز کی رغبت کے ہوگا اے عبداللہ! اپنے نفس کو پہچان، اور ربانی ملاقات سے احتیاط کی راہ اختیار کر، اسلام کی تیرے پاس قدر نہیں ہے، اسلام کی جتنی قدر تیرے دل میں ہے اتنی ہی قدر دل میں نماز کے لئے رکھ۔

---

[1] سورۃ بقرہ

"فان قدر الاسلام فی قلبک کقدر الصلوٰۃ فی قلبک"

جو دل ربانی محبت، خشیت، رغبت، جلال، اور تعظیم میں نماز کی وجہ سے آباد ہے اور جو ان خصوصیات سے خالی ہے وہ دل کیسے مقدم الزکر کی برابری کر سکتا ہے۔

حالت قیام جب یہ دونوں انسان اللہ کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں، ایک پوری دلجمعی خشوع وخضوع اور تمام مفاسد اور خطاؤں کے عوارضات سے پاک، ربانی محبت اور امید سے پر امید، تو اس پر ایمان کی روشنی پھیلادی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ نفس کے پردے چاک کئے جاتے ہیں اور شہوات کے دھوئیں بجھا دیئے جاتے ہیں تو یہ نمازی قرآن کے معانی کے گلستان کے فروٹ کھاتا ہے اسکے دل میں ایمانی بشاشت، ربانی اسماء صفات، علو، جمال، اور کمال کو سمود یا جاتا ہے۔ ربانی جلال کی نعت انفرادی صورت میں یکسوئی کے عالم میں کرتا ہے جس سے صفات کمالیہ کا ظہور ہوتا ہے جس سے انسان کے ارادے پر اور اس کی آنکھ کی ٹھنڈک ایسے انداز سے ہوتی ہے جس سے انسان کو ایسا قرب حاصل ہوتا ہے جس کی نظیر کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا! یہ وہ ربانی اقبال ہے دو اقبالوں سے جب اللہ تعالیٰ نے اس پر اقبال کیا تو اس کے قلب میں جاذبیت پیدا ہوگئی۔ جب انسان کا رب پر اقبال ہوتا ہے تو انسان رب کے دوسرے اقبال سے پوری طرح مستفید ہوتا ہے۔

عجائب اسماء صفات اس مقام پر اسماء وصفات کے عجائب پائے جاتے ہیں، یہ عجائب اس شخص کو حاصل ہوتے ہیں جس کا دل قرآن کے معانی پر نظر رکھتا ہے، اور اس کا دل بشاشتہ ایمان سے آراستہ ہوتا ہے۔ اسی حیثیت سے کہ وہ نماز میں اپنے اپنے مقام پر ربانی اسم اور صفت کو دیکھتا ہے۔ جب نمازی "اللہ اکبر" زبان سے ادا کرتا ہے تو وہ اپنے رب کی کبریائی کا مشاہدہ کر لیتا ہے، اور جب ....

ثناء سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔

تیری ذات نرالی ہے یا اللہ! میں تیری حمد اور بابرکت اور بلند بالا بزرگی سے ثنا کرتا ہوں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

نمازی دل سے رب تعالیٰ کا مشاہدہ کر لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک صاف اور ہر نقص سے سالم ہے اور ہر قسم کی تعریف سے محمود ہے، ربانی حمد اس کے کمال کا مظہر ہے اس سے لازم آتا ہے اللہ تعالیٰ ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے انسان جب اللہ تعالیٰ کا قلیل ذکر کرتا ہے تو وہ اسے زیادہ کر دیتا ہے اور جب معمولی نیکی کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ بڑھا دیتا ہے اور اس میں برکت فرماتا ہے! اور ہر قسم کی آفت کو ہٹا لیتا ہے! اور شیطان اور اسکی حرکات شنیعہ کو ذلیل کر دیتا ہے۔ رب کا نام کامل ہے تو اس کمال سے اس کا مظہر کمال ہوتا ہے، جب اس نام کی یہ حالت ہوگی تو انسان ہر قسم سے مضرات سے محفوظ رہے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام سے کوئی چیز بھی ضرر رساں نہیں ہوتی خواہ مضر چیز آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ہر بات کو سنتا ہے اور ہمارے ارادوں کو جانتا ہے۔ مسمی "اللہ" کی شان اعلیٰ اور جلیل القدر ہے۔

تعالیٰ جدہ کی تفسیر ہے! اس کی عظمت ارفع ہے، اور اجل ہے تمام قسم کی عظمت سے اور اس کی شان ہر ایک کی شان سے اعلیٰ ہے۔ اس کی سلطنت کا غلبہ تمام کی سلطنت سے غالب ہے۔ اس کی بزرگی، اس انداز سے بلند اعلیٰ ہے اسکی ربوبیت، اور بادشاہت، الوہیت، یا افعال یا اس کی صفات میں کوئی شریک نہیں۔ جیسا کہ ایک مومن جن نے کہا تھا، وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ہمارے رب کی بزرگی علی ہے، اس کی اولاد اور نہ ہی اس کی کوئی جورو، بیوی ہے جن کے ان کلمات میں عارف کے دل پر ربانی اسماء اور صفات کتنی تجلی ہے، جس سے اس کے حقائق کا انکار نہیں کیا جا سکتا!

تعوذ کا فلسفہ جب نمازی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم زبان سے ادا کرتا ہے تو اسی وقت رکن شدید (اللہ تعالیٰ) کی پناہ میں آجاتا ہے۔ ربانی قوت اور طاقت سے چنگل لگاتا ہے۔ جس سے خطرناک دشمن شیطان کی حرکات سے جو اس کی نماز کو قطع کرتا ہے سے بچا لیا جاتا ہے۔ مزید برآں اس کلمہ سے نمازی کو قرب اور شیطان ابتر حالت میں ہو جاتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ جب نمازی الحمد للہ رب العالمین (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ رب العالمین کے لئے ہی خاص ہے) تھوڑا سا وقفہ کرکے ربانی جواب کا انتظار کرتا ہے۔ جواب ملتا ہے حمدنی عبدی۔ میرے بندہ نے میری تعریف کی، جب کہتا ہے اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم، تو ربانی جواب کا انتظار کرتا ہے، اَثْنٰی عَلَیَّ عَبْدِیْ۔ میرے بندہ نے میری ثنا کی۔ کا جواب ملتا ہے، جب نمازی یہ کہتا ہے۔ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ، ربانی جواب ملتا ہے مجدنی عبدی۔ میرے بندہ نے میری تمجید کی بزرگی بیان کی، سورۂ فاتحہ میں تین بار جب اللہ تعالیٰ نے عبدی، سے نمازی کو یاد فرمایا تو نمازی کے دل میں لذت اور آنکھوں میں ٹھنڈک، اور سرور دل حاصل ہوتا ہے۔

فواللہ لاماعلی القلوب من دخان الشھوات وغیم النفوس لاست طیرت فرحا وسرورا بقول ربھا وفاطرھا ومعبودھا حمدنی عبدی واثنٰی علیّ عبدی ومجدنی عبدی۔

واللہ! اگر دلوں میں شہوات کا دھواں، اور نفوس کے بادل نہ چھائے ہوتے تو نمازی کا دل دل ربانی قول کہ میرے بندہ نے تعریف کی، اور میرے بندہ نے ثنا کی اور میرے بندہ نے بزرگی بیان کی، سے اڑ جاتا (پرواز کر جاتا)

پھر لطف یہ ہے ان تین اسماء حسنیٰ سے دل جولان گاہ بن گیا! کیونکہ یہ تین نام ہی اساس اسماء ربانی ہیں۔

اساس اسماء حسنیٰ ۱۔ اللہ۔ ۲۔ رب۔ رحمن، اسم اللہ سے دل نے مشاہ کرلیا

۱؎ پ ۲۹ جن ۱؎ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۷۸ کتاب الصلوٰۃ

کہ وہی معبود موجود ا ۔ معبود ہے جس کی وحدانیت کا اعلان کیا گیا ہے، اسی کا خوف بیان کیا گیا ہے نہ ہی کوئی اس کے علاوہ عبادت کا مقدار ہے اور نہ ہی کسی کے لئے عبادت لائق ہے ۔ انسانی چہرے اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں، تمام موجودات اسی کے لئے خضوع کرتی ہے، اور تمام اصوات، آوازیں اسی کے نام سے سرشار ہیں ۔

۱۔ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ۔ (پ ۱۵)

۲۔ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ،

سات آسمانوں اور زمین کی اشیاء تسبیح بیان کرتی ہیں اور کائنات کی تمام اشیاء بھی تسبیح کرتی ہیں کائنات کی ہر چیز اس کی حمد کی تسبیح بیان کرتی ہیں اس کے لئے آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء اس کی عبادت کرتے ہیں ۔

تفسیر آسمان اور زمین کی مخلوق اور جو اسی کے درمیان، جنات، انس، پرندے، وحشی جانور، جنت اور آگ ۔

بعثت ارسال رسلؑ وکتب اللہ تعالیٰ نے رسل ؑ کو مبعوث کیا اور کتب نازل کیں، شریعت کا تعین کیا، اور بندوں کو امر اور نہی کا حکم دیا ۔

رَبُّ العالمین قائم ہے اس نام سے انسان نے مشاہدہ کیا کہ وہی قیوم، جو اپنی ذات سے قائم ہے اور اس کے ساتھ ہر چیز قائم ہے، وہی ہر نفس کی خیر اور شر پر بھی قائم ہے، وہی ستون عرش، صرف تنہا اس کی ذات سے ملک کی تدبیر ہے تمام کائنات کی وہی تدبیر اس کے ہاتھوں میں ہے اور تمام امور کی نگرانی وہی کرتا ہے ۔

ربانی اوامر واحکام فرشتوں کے ہاتھوں میں ربانی تدبیرات کے نقشے فرشتوں کے ہاتھوں میں تھما دیئے جاتے ہیں ان میں درج ہوتا ہے، موت، زندگی، توبہ، عدم توبہ، عزت، ذلت

عطایا۔ عدم عطایا، قبض و بسط، بے چینی کو دور کرنا، مصیبت زدہ کی امداد کرنا۔ بے بس لوگوں کی دعا کو قبول کرنا۔

فرشتوں کا رابطہ اللہ سے يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَاْنٍ۔

آسمانوں اور زمین کی مخلوق جس سے سوال کرتی، ہر روز اس کی شان ہے۔

لا مانع لما معطی ولا معطی لما منعت! جسے وہ دے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ جس سے وہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا، اس کے حکم کو پیچھے نہیں کر سکتا، اس کے امر کو کوئی نہیں روک سکتا، اس کے کلمات (احکام) کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ فرشتے اور جبریل آتے جاتے ہیں، اور دن رات کے اعمال اس پر پیش کئے جاتے ہیں، تقدیر کا اندازہ لگایا جاتا ہے، اور مواقیت کو مقرر کیا جاتا ہے، تقدیر کو وقت مقررہ میں قائم کیا جاتا ہے۔ جس میں اس کی حفاظت اور مصالح بدرجہ اتم محفوظ ہوتے ہیں۔

رحمٰن نمازی کا مشاہدہ اسم رحمٰن سے، اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر مختلف قسم کے احسانات تقسیم کرتا ہے، محبت کے پیش نظر رنگا رنگ کی نعمتوں سے نوازتا ہے، اس کے علم نے رحمت اور علم کو سما لیا ہے، اور ہر قسم کی مخلوق نے اس کی نعمت اور فضل کو پا لیا ہے، ہر چیز اس کی رحمت پا چکی ہے، ہر زندہ اس کی نعمت سے محفوظ ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت وہاں تک ہے جہاں اس کا علم ہے، اللہ تعالیٰ عرش پر اپنی رحمت سے ہے اللہ تعالیٰ نے مخلوق اپنی رحمت سے پیدا کی۔ آسمانوں سے کتابیں اپنی رحمت سے نازل کیں۔ اور شرائع دین کو اپنی رحمت سے پیدا کیا۔

ربانی رحمت کا کوڑا رحمت اللہ تعالیٰ کا کوڑا ہے جس کے ذریعہ سے اپنے ایماندار بندوں کو ہانک کر جنت میں داخل کرے گا۔ رحمت سے اپنے دشمنوں کو قید کرے گا۔

غور وفکر ربانی اوامر، نواہی، احکام، اور مواعظ میں رحمت بالغہ نعمت کاملہ میں غور کرنا چاہیئے، خصوصاً جو رحمت اور نعمت سے بھرپور ہے، رحمت، یہ وہ سبب ہے جو بندوں کے ساتھ متصل ہے۔ انسان پر واجب ہے۔ عبادت کرے اور اللہ پر واجب ہے۔ انسان پر رحمت کرے، جس انسان نے نمازی کی طرح اسی صفت (رحمٰن) کا مشاہدہ کر لیا وہ یقیناً رحمت سے مستفید ہوگا۔ اور اسے بیشمار عطایا سے نوازا جائے گا، ربانی مناجات میں قلبی رجحان پوری یکسوئی سے کر لینا چاہیئے۔

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جب انسان مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتا ہے تو انسان اس بزرگی کا مشاہدہ کرتا ہے ملکوبادشاہت کا صرف اور صرف حق اللہ تعالیٰ کا ہے، کہ تمام مخلوق اس کی بادشاہت کی معترف ہے اور تمام چہرے اسی کے تابع ہیں اور تمام جابرہ اس کی عظمت سے ذلیل ہیں، اور ہر ایک عزیز اس کی عزت پر جھکا ہوا ہے، انسان کا دل مشاہدہ کرتا ہے وہ بادشاہ عرش کا نگران اپنی عزت کے ساتھ ہے، اور اسی کی عزت کے پیش انسانی (کائناتی چہرے) سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

جو انسان اللہ تعالیٰ سے ملک کی صفت کی تعطیل اور انکار کرتا ہے وہ اسی بنا پر کہ اسے حقیقت "ملک"، ربانی اسماء اور صفات سے بے خبر ہے، کیونکہ ملک "مالک" یہ وہ ربانی صفت ہے جس کا صرف اور صرف "حق تمام"، پورا پورا حق، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ "ملك" اس کے لئے ہے جو حَيٌّ (زندہ، قَيُّوْمٌ، نگران سَمِيْعٌ، (سننے والا) بَصِيْرٌ (دیکھنے والا) مُدَبِّرٌ (تدبیر کرنے والا) قَادِرٌ (قدرت رکھنے والا) مُتَكَلِّمٌ (کلام کرنے والا، اٰمِرًا، حکم دینے والا، نَاهِيًا (نہی کرنے والا) جو اپنی مملکت کے تخت پر مستوی ہے، اپنی مملکت کی آخری حدود تک پیغام ارسال کرتا ہے، جو شخص رضا کا حقدار اس پر راضی ہوتا ہے اور اسے اس کا بدلہ دیتا ہے اس کی تکریم کرنے کے ساتھ اور اسے اپنے قریب کرتا ہے۔ جو غضب کا حقدار ہے اس پہ غصہ کرتا ہے، اسے سزا دینے کے ساتھ ساتھ اسے ذلیل کرتا ہے۔ اور

اپنے سے دور رکھتا ہے جسے چاہے عذاب دیتا ہے جسے چاہا اس پر رحم کرتا ہے۔ جسے چاہے عطیہ دیتا ہے جسے چاہے محروم رکھتا ہے، جسے چاہے اسے دور عذاب میں جگہ دیتا ہے یعنی آگ میں اس کا دار سعادت ہے جسے چاہے عطا کرتا ہے، دار سعاد سے مراد جنت ہے۔"

نتیجہ جس نے ربانی امور میں کسی ایک چیز کا انکار کیا یا باطل ٹھہرایا، اس کی حقیقت کا انکار کیا تو اس نے ربانی صفت "ملک" میں اعتراض کیا اور ربانی صفت کے کمال اور تمام کو باطل قرار دیا! جو ربانی عام قضاء اور قدرت کا انکار کرتا ہے وہ عمومی طور پر ربانی ملک اور کمال کا انکاری ہے۔ رہا نمازی تو وہ اپنے رب کی تمجید کرتے ہوئے زبان سے "مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" کی حقیقت کا اقرار کرتا ہے۔

إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

اس جملہ میں مخلوق کے آمر، دنیا و آخرت کا راز پنہاں ہے۔

اس میں بہت سے امور پوشیدہ ہیں، جو بلند مقاصد، اور افضل وسائل حاوی ہیں، اجل ترین غایات ہیں اس کی عبودیت ہے، افضل وسائل اس کی اعانت ہے۔ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں جو عبادت کا مستحق ہو، اور کوئی معاون نہیں اس کی عبادت میں، ربانی عبادات ہی اس کی غایات ہیں، اور اس کی اعانت اجل وسائل میں ہے۔

۱۰۴ کتب اللہ تعالیٰ نے یکصد چار کتب نازل کیں ان تمام کے معانی تورات انجیل زبور اور قرآن میں ہیں، اور ان چار کے معانی قرآن میں، قرآن کے معانی مفصل میں اور تمام مفصل کے معانی سورۃ فاتحہ میں اور فاتحہ کے جمیع معانی إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں ہیں۔

توحید اس کلمہ میں توحید کی دونوں اقسام موجود ہیں۔ ۱۔ توحید ربوبیت، ۲۔ توحید الوہیت، عبادت پر مشتمل ہے۔ رب اور اللہ کے نام سے تو اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے پیش عبادت کی جاتی ہے اور ربوبیت کے پیش مدد طلب کیا جاتا ہے،

اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے جادہ حق پر قائم رکھتا ہے۔

نتیجہ سورۂ فاتحہ کے شروع میں ذکرِ ربانی میں نام اللہ، رب، رحمٰن تین اسماء کا ذکر اس مطابقت سے کہ سائل، عبادت، اعانت اور ہدایت کا طالب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اپنی انفرادی صفت سے یہ سب خوبیاں عطا کرتا ہے۔ عبادت پر کوئی معاون نہیں، اور اس کے علاوہ کوئی راہ حق پر گامزن نہیں کرتا۔ پھر داعی، دعا کرنے والا شہادت دیتا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ. نمازی کی یہ دعا شدید احتیاج اور ضرورت کی بناء پر ہوتی ہے، حقیقت ہے کہ انسان اپنے ہر سانس اور آنکھ کے جھپکنے میں اسی کا محتاج ہے، اس دعا کا یہی مطلوب تھا۔ اور یہ سوائے ہدایت کے پورا نہیں ہوتا اور یہ ہے ہدایت کی تفصیل۔ قدرت کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اپنے فعل، ارادہ، تکوین، توقیع، ربانی مرضی پر ہی واقع ہوتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مفاسد سے انسان کے بار بار فعل کرنے پر محفوظ کر لیا۔

عبر بندہ جب ربانی ہدایت کا ہر حال میں محتاج تھا، تو جب اس نے ایسے امور کا ارتکاب جو اس کے اوامر اور نواہی کے خلاف تھے، تو اسے توبہ کی ہدایت کی گئی، ہدایت کے بنیادی امور کی راہنمائی کی گئی، تفصیلی امور کو ترک کرے، یا اسے ہدایت کی کوئی نہ کوئی وجہ بتادی گئی، پس اس بناء پر انسان تمام ہدایت کا محتاج ہوا تاکہ اسے ہدایت مزید حاصل ہو سکے، اور چند امور ایسے ہیں، جن کے کرنے سے انسان کو مستقبل میں ہدایت حاصل ہوتی، جس طرح کہ اسے ماضی میں حاصل ہوئی تھی، اور کچھ امور ایسے ہیں جن کا انسان معتقد تھا اس بناء پر بھی وہ ہدایت کا محتاج ہے۔

۲۔ کچھ امور ایسے ہیں جنہیں نہیں کرنا ان کے کرنے سے اسے ہدایت حاصل ہوگی،

۳۔ کچھ امور ایسے ہیں جن میں اعتقاد حق، عمل صواب کے کرنے کا محتاج

ہوتا ہے غرض کہ ہدایات میں بہت سے انواع ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے فرض قرار دیا ہے کہ دن رات میں بلاتعداد بار بار اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا سوال کرتا رہے۔

نتیجہ آخر میں واضح فرمایا کہ اہل ہدایت ہی ربانی نعمت کے حق دار ہیں۔ "مغضوب زدہ" اس نعمت سے محروم ہیں۔ "مغضوب" وہ لوگ ہیں جو حق کی شناخت کر لینے کے باوجود اس کی اتباع نہیں کرتے۔

ضالین وہ لوگ ہیں بغیر علم کے اللہ تعالیٰ کی پوجا کرتے ہیں، ضالین اور مغضوب دونوں گروہ۔ ربانی قول، خلق اوامر، اسماء، صفات میں مشترک ہیں حالانکہ انہیں علم نہیں، جو راہ انعام یافتہ لوگوں کی ہے وہ اہل باطل کی علم اور عمل کے باوجود برابر نہیں ہو سکتی۔

آمین ربانی مہر انسان جب ثنا۔ دعا، توحید سے فارغ ہوتا ہے تو اس کے عمل پر "آمین" ٹھپہ لگا دیا، جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافق ہو گی۔

"آمین" نماز کی زینت ہے جس طرح رفع یدین نماز کی زینت ہے۔ اس میں اتباع سنت کے ساتھ ربانی تعظیم ہے۔ رفع الیدین دونوں ہاتھوں کی عبادت اور شعار ہے۔

مناجات! کے بعد انسان ربانی کلام سے ربانی مناجات کرتا ہے اور امام کی قرأت خاموشی سے کان لگا کر خوب دلجمعی سے سنتا ہے۔ نماز میں افضل جز قیام ہے۔ نماز کی عمدہ ترین ہیئت قیام ہے اس میں حمد، ثنا، تمجید، تلاوت قرأت قرآن سے مخصوص ہے۔ رکوع اور سجدہ کی حالت میں خضوع پایا جاتا ہے۔ اس شکل کی مناسبت سے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ کا حکم دیا۔ قرآنی آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ نازل ہوئی تو آپ نے اجعلوها في ركوعكم[1] کا حکم صادر فرمایا انسان کی یہ حالت ذکر انسان اور

---

[1] مشکوۃ المصابیح ج ۱

رب کے درمیان سفارت کا کام دیتی ہے۔ اسی بنا پر اکثر اہل علم کا فیصلہ ہے، جو پر تسبیح رکوع میں ترک کر دیتا ہے اس کی نماز باطل ہو جاتی ہے۔ ایسے انسان پہ سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔ یہ مذہب امام احمدؒ اور دیگر محدثین کا ہے، اور تسبیح کا حکم درود شریف کی طرح ہے تشہد اخیر میں مطلق رکوع میں ہاتھ تھامنے سے وجوب ساقط نہیں ہوتا۔

رکوع میں تعظیم کرنے کا حکم دیا گیا۔ ارشاد نبویؐ: امّا الرکوع فعظّموا فیہ الرّب،، لہ رکوع میں رب کی تعظیم کرو، اس حالت میں تعظیم رب قالب و عانچہ، اور دل سے ہوتی ہے، (قالب اور قلب دونوں سے تعظیم ہوتی ہے)

فصل ۳۷

رکوع سے سر اٹھائے، اس حالت میں سمع اللہ لمن حمدہ کا سے شروع کرے۔ اس رکن کو حمد، ثنا ء کا شعار بنایا جبکہ حمد اور ثنا ء سے نماز کا افتتاح کیا تھا یعنی یہ حالت دعاء کی سماعت اور قبولیت کے لئے زیادہ موزوں ہے، اس کے ساتھ ربّنا لک الحمدُ ، مِلءَ السّمٰوٰتِ والارضِ ومِلءَ ما بینھما ومِلءَ ما شئتَ مِن شیءٍ ، اے ہمارے رب تیرے لئے حمد ہے آسمانوں اور زمین کے سطح برابر ان کے درمیان کی سطح میں، اور اس کے بعد جو بھی بھرپور ہے۔

واو کو دعاء سے ترک نہ کیا جائے کیونکہ واو دو جملوں میں ربط قائم کرتی ہے! کیونکہ ربّنا شامل ہے اس معنی میں کہ تو ہی رب ہے اور بادشاہ قیوم اکہ جسکے ہاتھ میں امور کی ڈور ہے اور تیرے ہاں رجوع کرنا ہے، اسی مفہوم پر ربنا کا ولکَ الحمدُ پر کہ موحد کہہ رہا ہے اسی کی بادشاہت اور اسی کے لئے حمد خاص ہے۔ پھر اس کی خبر یوں دی کہ حمد کی شان، اور عظمت کی قدر، اور صفت یوں ہے کہ ملءُ السّمٰوٰتِ والارضِ، اس سے آسمان اور زمین بھر پور رہیں کہ عالم علوی

اور عالم سفلی، اور فضلہ، بھی اس حمد سے بھر پور ہے یعنی اس حمد نے موجود جہاں کو بھر پور کر دیا، اور اس کے بعد رب جس مخلوق سے چاہے بھر پور کر دے کہ رب کی حمد نے ہر موجود کو بھر دیا اور آنے والی مخلوق کو بھر دے گا، یہ اعلیٰ تعبیر ہے۔

ماشئت کا مفہوم یہ ہے کہ عالم کے علاوہ کون حمد سے بھر دے گا، "بعد" کا مطلب یہ ہوگا زمانہ کے لئے اول اور مکان کے دوبارہ، اس کے ساتھ فرمایا اھل الثناء والمجد، تو اس حکم کو رکعت سے واپس کیا جس سے نماز کو رکعت سے پہلے شروع کیا تھا۔ حمد۔ ثناء، مجد سے اس کے ساتھ ہی احق ماقال العبد، کا جملہ ذکر کیا، جو کہ حمد، ثنا، مجد، تقریر تھی کہ انسان نے جو جملہ زبان سے نکالا ہے وہ حق ہے، اس کے بعد عبودیت کا اعتراف کیا اور یہ حکم تمام بندوں کے لئے عام ہے اس کے بعد اللھم لا مانع لما اعطیت و لا معطی لما منعت و لا ینفع ذا الجد منک الجد۔ کا ہے گا ہے نماز کے اختتام پر یہ دعا پڑھا کرتے تھے رکوع اور اختتام نماز میں اس دعا[1] میں اعتراف توحید کا تذکرہ ہے کہ تمام نعمتیں اسی کا فیضان ہے۔ اس میں بے شمار مسائل پنہاں ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ ہی منفرد عطا اور منع کا مالک ہے۔

۲۔ جو اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جب روک لیتا ہے، تو کوئی دے نہیں سکتا۔

۳۔ اللہ کے ہاں نہ کسی کی ذات نفع دے سکتی ہے اور نہ اس کے عذاب سے کوئی بچا سکتا ہے، کسی بنی آدم کی کرامت اس کے ہاں فائدہ نہیں دے سکتی کیونکہ ربانی مملکت اور ریاست، غنی، اور طیب عیش میں کوئی بھی شریک نہیں، ربانی نفع سے وہی لطف اندوز ہو سکتا ہے جو اسکی طاقت اور مرضیات پر اپنی خواہش کو قربان کر دیتا ہے، اس دعا کو اللھم اغسلنی من خطایای بالماء والثلج والبرد، سے ختم فرمایا جبکہ نماز کا آغاز بھی اسی دعا سے کیا، رکعت کا آغاز اور اختتام بھی اسی دعا سے کیا! جس طرح آپؐ نماز کو استغفار سے ختم کرتے۔

---

[1] یعنی سلام پھرنے کے بعد استغفر اللہ تین بار کہتے باواز بلند۔ مترجم۔

استغفار استغفار نماز کے آغاز، درمیان اور آخر میں تھی، تو یہ رکن مفید ترین دعا، اور افضل ذکر پر مشتمل ہوا جس میں حمد، تمجید، ثنا، اعتراف عبودیت، توحید، گناہوں سے مخلص یہی ذکر مقصود اور رکن مقصود رکوع اور سجدہ سے نہیں ہو سکتا تھا۔

فصل ۳۸

پھر اللہ اکبر کہہ کر بغیر ہاتھ اٹھانے کے سجدہ ریز ہو جائے دونوں ہاتھ چہرہ کی طرح سجدہ ریز ہوتے ہیں، دونوں ہاتھوں کا زمین پر رکھنا سجدہ کی بنا پر ہوتا ہے اسی بنا پر اس مقام پر ان کے اٹھانے کے حکم مستثنیٰ قرار دیا، اسی بنا پر سجدہ سے سر اٹھانے پر دونوں ہاتھ اٹھانے کا حکم نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دونوں سر کے ساتھ ہی اٹھتے ہیں اور سر کے ساتھ ہی زمین پر رکھے جاتے ہیں۔

فلسفہ سجدہ سجدہ کی یہ شکل عبودیت کی انتہائی کمال کی حالت ہے جسم کا ہر حصہ عبادت کی جز سے سرشار ہوتا ہے، سجدہ راز نماز اور رکن اعظم اور قائم رکعت، دیگر ارکان اس کے مقدمات ہیں، اس کی مثل طواف زیارت کی ہے۔ حج کے مقدمات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر انسان کی اقرب، ترین حالت سجدہ کی ہوتی ہے، یہی افضل ترین حالت قرب الٰہی ہوتی ہے، اسی جگہ میں انسان کی دعا، شرف قبولیت پاتی ہے، جب اللہ تعالیٰ نے بندہ کو زمین سے پیدا کیا تو لائق تھا کہ اس کو اس کے اصل سے نکالا نہ جاتا بلکہ اسی کی طرح اسے لوٹایا جاتا کیونکہ طبع اور نفس کا یہی تقاضا تھا کہ وہ زمین سے نکالا جائے اگر بندہ کو اس کی طبع اور نفس کی خواہش پر چھوڑ دیا جائے تو یہ تکبر اور غرور کا شکار بن جائے تو اپنی اصل خلقت سے خارج ہو جاتا۔ تو اپنے رب کی نافرمانی پر ایسے انداز میں آمادہ ہو جاتا تو انسان ربانی حق کبریا، عظمت میں تنازع شروع کر دیتا۔

سجدہ میں خضوع کا حکم دیا ربانی عظمت کے پیش اور اس کے خاطر ہونے کے تحت، تاکہ انسان کامل عجز و انکساری کر سکے تو اسی صورت میں خشوع، خضوع، تذلل، حکم عبودیت کو واپس لائیں گے اور جو انسان سے کوئی لغزش، غفلت، اعتراض، قیام سے خارج ہو چکا ہے۔ اسے زمین پر سجدہ کرا کے اس کی خلقت سے آگاہ کیا گیا (انسان کی اصل خلقت مٹی سے ہے) انسان کے وجود کا اشرف اور اعلیٰ حصہ چہرہ ہے جسے سجدہ کرنا ہے، انسان کا اعلیٰ حصہ اسفل بن گیا ایسی حالت میں کہ اپنے رب اعلیٰ کے سامنے جھکا ہے تو یہ خضوع اور خشوع عظمت کے لیئے عزت کی عاجزی کے لیئے ہے، یہ تھا فلسفہ ظاہری طور پہ خشوع کا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مٹی سے پیدا کیا، جو اسی قابل ہے اسے قدم سے پامال کیا جائے اسے استعمال کرے اس میں اس کا ورود، مدفن اسی سے اس کا اخراج نکالنا، زمین اس کی والدہ اور والد ہے، یہی اس کا اصل اور افضل ہے، زندہ ہے تو زمین پہ ہے، اگر مردہ ہے تو زمین کے اندر (قبر) ہے زمین میں اس کے دشمن کے سامان اور زمین پہ اسکی مسجد، سجدہ گاہ اسے سجدہ کا حکم دیا کیونکہ یہ اس کا خشوع تھا، اور عبادت کو بقیہ اعضاء کے لیئے جمع کر دیا۔ انسان اپنے چہرہ کو خاک آلودہ کرتا ہے، عجز و انکسار تواضع اور ہاتھوں کو زمین پہ ڈال دیتا ہے۔

مسروق رح سعید بن جُبیر نے کہا تھا ہمارے پاس کوئی چیز نہیں جن سے ہم رغبت کریں ہاں کہ ہم اپنے چہرہ کو خاک آلودہ کر لیں۔

جناب رسول کریم ؐ قصداً اپنے چہرہ کو زمین سے نہ بچاتے تھے، بلکہ جب بھی اتفاق ہوتا زمین سے چہرہ خاک آلودہ کر لیتے، ایک دفعہ آپ نے پانی اور مٹی میں سجدہ کیا، اسی بنا پر۔

کمال سجود	کمال سجدہ میں واجب تھا کہ سات اعضاء پر سجدہ کیا جائے۔ ا۔ چہرہ، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں،

سلہ ماہ رمضان کی ۲۱ دیں رات کو بارش کی وجہ سے مسجد کی چھت سے پانی ٹپک پڑا تھا، مشکوۃ کتاب الاعتکاف،
سلہ منہا خلقنکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخریٰ سلہ مشکوۃ ج ا ص ۸۳ بروایت ابن عباسؓ،
سلہ عمر و بن عبدالعزیز رہ اپنی چادر بچھاتے وقت چادر پر مٹی ڈال لیتے تھے اس پر سجدہ کرتے تاکہ خشوع قائم رہے،

کے کناروں پر۔ یہ وہ فرض تھا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا اور رسولؐ نے اس حکم کو امت تک پہنچا دیا۔ کمال واجب یا مستحب ہے کہ انسان اپنے چہرہ اور جسم کو مصلی سے چمٹائے، اور زمین پر سر کو اس حالت میں رکھے کہ سر کا بوجھ زمین پر آجائے اور اپنے نچلا حصہ کو بلند کرے، یہ ہے سجدہ کا تمام ہونا! اس کا دیگر کمال یہ ہے، کہ اس کے بدن کا ہر ایک حصہ اپنی اپنی خضوع کرے، اپنے پیٹ کو اپنے دونوں رانوں سے اور اپنے دونوں رانوں کو اپنی دونوں پنڈلیوں، سے اپنے دونوں بازوؤں کو اپنے دونوں پہلوؤں سے دور رکھے۔ ان اعضاء کو زمین پر نہ پھیلائے، تاکہ ہر ایک عضو، عبودیت سے محفوظ ہو جائے، یہی وجہ ہے جب انسان سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک کنارہ میں الگ ہو کر زار وقطار روتا ہے، اور زبان سے کہتا ہے یا ویلی! ہائے ہلاکت! مجھے ابن آدم کو سجدہ کا حکم دیا گیا سجدہ کی وجہ سے جنت لے گیا اور مجھے سجدہ کا حکم دیا گیا میں نافرمانی کی وہ سے آگ میں چلا گیا۔

اہل سجدہ کی شان

اللہ تعالیٰ نے سجدہ کرنے والوں کی یوں تعریف کی ہے۔ یخرون سجدًا، ربانی کلام سنکر سجدہ ریز ہو جاتے ہیں سجدہ نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے! اسی بنا پر وجوب سجدہ کی دلیل کے قائل اسی کو دلیل بنایا ہے!

ساحران فرعون اور سجدہ

ساحران فرعون نے صدق موسیٰؑ اور کذب فرعون کا علم پایا تو خَرُّوْا سُجَّدًا، سجدہ میں گر گئے۔

نتیجہ

یہ سجدہ ان کی ابتدائی سعادت اور غفران بخشش کا باعث تھا کیونکہ انہوں نے اپنی تمام عمریں جادو میں فنا کردی تھیں، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کی سجدہ ریزی کی خبر دی ہے: وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ۔

آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء، چوپائے، فرشتے سجدہ کرتے ہیں، تکبر نہیں کرتے اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں۔

اطلاع اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں آگاہ کیا کہ سماوی اور ارضی اشیاء کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ علو میں ہے اور فوق میں، اس کی تعظیم اور جلال کے لئے سجدہ کرتے ہیں۔

۲۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ۔

کیا تو نے دیکھا نہیں اللہ تعالیٰ کو آسمانی اور ارضی اشیاء سجدہ کرتی ہیں، سورج چاند، ستارے، پہاڑ، درخت، چوپائے، بے شمار لوگ، بے شمار ایسے ہیں ان پر عذاب واقع ہو چکا جس کی اللہ تعالیٰ توہین کرے اسے کون عزت بخش سکتا ہے۔ اللہ اپنی مشیت پر قادر ہے۔

ربانی خبر عذاب کا مستحق وہ ہے جو سجدہ نہیں کرتا، ایسا انسان ترک سجود کی بنا پر ربانی توہین کرنے والا ہے، اس آیت میں خبر ہے کہ سجدہ نہ کرنے والا رب تعالیٰ کی تکریم نہیں کرتا۔

ربانی اطلاع وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ،

اللہ تعالیٰ کو سماوی اور ارضی اشیاء چار و ناچار اور ان کے سائے صبح اور شام سجدہ کرتے ہیں۔

کمال انسان عبودیت سے انسان کو کمال نصیب ہوتا ہے اور اسے عبادت کے پیش ہی ربانی قرب نصیب ہوتا ہے تو اس کے لئے نماز ہی جامع تھی جس میں عبودیت کی متفرق صفات شامل ہیں، بندے کے افضل اعمال

منزلت کے اعتبار سے اسلام سے خیمہ کے ستون کی حیثیت سے تھی، اور سجدہ اسکے فعلی ارکان سے افضل تھا، اسی راز کے تحت نماز وابستہ تھی یہی وجہ ہے کہ نماز میں سجدہ دیگر ارکان سے کثرت سے بار بار کرنا پڑتا ہے، رکعت اور نماز کا خاتمہ اور غایت سجدہ سے کیا، سجدہ کا حکم رکوع کے بعد دیا کیونکہ سجدہ کا مقدمہ ہے، سجدہ میں اسی مناسبت سے سبحان ربی الاعلیٰ کا حکم دیا، یہ تسبیح سجدہ کی افضل ترین ہے! آپؐ نے بھی یہی حکم دیا کہ اِجْعَلُوْهَا فِیْ سُجُوْدِکُمْ اس تسبیح کو سجدہ میں ادا کرو، جس نے سجدہ قصداً ترک کر دیا، اس کی نماز اکثر علماء کے ہاں باطل ہے، یہی قول امام احمدؒ کا ہے!

یہ نماز اس لیئے باطل ہے کہ اس نے ربانی حکم کی تعمیل نہیں کی سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ، کہنا ساجد کی حالت کے مناسب تھی جبکہ اس کا چہرہ اور حسن زمین ریز ہوگئے تو گویا گری ہوئی حالت میں رب اعلیٰ کا ذکر کر رہا ہے، جیسا کہ وہ ربانی عظمت کو رکوع کی حالت میں خضوع کا مظاہرہ کر رہا تھا! انسان اپنے رب کی پاکیزگی عظمت اور علو سے اس انداز میں بیان کر رہا ہے اس کا اور کوئی لائق نہیں، سجود میں تکرار اس بات کا تقاضا کرتا تھا،

دو سجدوں میں تھوڑا وقفہ کیا جائے، اس رکن کے وقفہ میں مناسبت حال کے پیش، دعاء، کو مشروع کیا! اس دعاء میں بندے کا سوال مغفرت، رحمت، ہدایت، عافیت، اور رزق پر مشتمل تھی، اس میں دنیا اور آخرت کی کشش تھی، دنیا اور آخرت کی شر سے نفرت، رحمت خیر سے حاصل ہوتی اور مغفرت شر سے بچاتی ہے اور ہدایت اس مقام میں پہنچاتی ہے! رزق سے مطلوب بدن کا قوام کھانے اور پینے سے ہوتا ہے، جیسا کہ روح کا قوام علم اور ایمان سے ہوتا ہے۔

سجدتین میں جلسہ، وقفہ کا محل دعاء تھا، کیونکہ اس سے پہلے ربانی رحمت ثناء اور خضوع کا ذکر ہو چکا تھا۔ جو ذریعہ تھا دعاء کرنے والے کا، حاجت کیلئے یہ مقدمہ ہے

---

[1] اللھم اغفر لی وارحمنی، وعافنی، وارزقنی، واجبرنی، واھدنی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، مشکوٰۃ ج ۱۔ [2] سجدتین میں۔ رب اغفر لی پڑھنا جائز ہے مشکوٰۃ ج ۱ ص ۸۴۔

کیونکہ سجدہ رکن ہے اور اس میں دُعا ہے، سجدہ کن رغبت کے لئے معافی مغفرت اور عافیت کے لئے بنا دیا گیا۔ جب انسان نے قیام کیا تو اس میں —— حمد، ثنا، مجد، بیان کیا، پھر اس نے خضوع میں رب تعالیٰ کی تعظیم اور پاکیزگی بیان کی۔ "سبحان ربی العظیم"، غایت خضوع، تذلل اور استکانت سے کامل کر دیا، باقی بندے کا سوال حاجت، معذرت، تنصل، باقی رہا تو اسے حکم دیا کہ ربانی ندامت میں اسی حالت میں بیٹھ جائے جس طرح عاجز غلام اپنے گھٹنوں پر ٹیک لگا کر ایسے انداز رہتا ہے کہ جس طرح عاجز غلام اپنے آپ کو اپنے آقا کے سامنے رغبت اور ڈر میں معذرت خواہ ہونے کے ساتھ نفس امارہ بالسوء کی زیادتی کا اعتراف اور عذر پیش کر رہا ہو، اس عبودیت کو بار بار حکم دیا حتی کہ چار سجدے مقرر کئے بار بار تاکید سے مطلوب مقصد کے حصول کے لئے بلیغ استکانت اور خضوع کے لئے زیادہ داعی تھا جب نماز کا رکوع اور سجدہ قرات، تسبیح، تکبیر، کامل ہو گئے، تو اسے حکم دیا کہ نماز کے آخر میں ایسے انداز سے بیٹھے جس طرح کہ ایک ذلیل، خشوع کرنے والا عاجز اپنے گھٹنوں کو سہارا لیکر بیٹھ جاتا ہے اور اس "جلسہ" (تشہد) میں اکمل ترین تحیات اور افضل تحائف (سلام) جو انسان انسان کو ملاقات یا گھر میں داخل ہوتے وقت پیش کرتا ہے

فلسفہ التحیات لوگ اپنے اکابر اور بادشاہوں کو مختلف قسم کے تحیات (سلام) پیش کرتے تھے جس سے اپنے محبوب کو زندہ رکھتے تھے۔

تحیات کی اقسام انعم صباحا، تمہاری صبح نعمت والی ہو۔ ۲- لک البقاء والنعمۃ، تجھے زندگی اور نعمت نصیب ہووے، ۳: تعیش الف عام، تو ہزار سال زندہ رہے۔

بعض لوگ اپنے اکابر اور ملوک کو سجدہ کرتے، بعض سلام کرتے، ان کے آپس میں جو سلام ہوتے تھے ان کے اکابر اس سے خوش ہوتے۔

تحیات مشرکین مشرک لوگ اپنے بتوں سے محبت رکھتے۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اہل جاہلیت اپنے اصنام

پر ہاتھ پھیرے اور کہتے لك الحیاة الدائمة ، تیری زندگی دائمی ہے ۔

اسلام کا سلام اسلام نے انہیں ان کو اعلیٰ قسم کے تحیات کی تعلیم دی جو ان کے "تحیات" سے پاکیزہ، عمدہ، اور افضل تھی، تحیۃ ۔ یہ وہ تحفہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو دیا گیا ہے ۔ اس میں بقاء حیات، دوام ہے ! اس قسم کا تحفہ صرف حیی قیوم کے لئے خاص ہے ۔ جس پر نہ موت ہے اور نہ اس کی مملکت میں زوال ہے !

وَالصَّلَوٰاتُ صلاۃ کا حق دار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، غیر اللہ کے لئے نماز ادا کرنا عظیم ترین شرک ہے ۔

وَالطَّيِّبَاتُ یہ صفت اس موصوف کی ہے جو محذوف ہے ۔ الطیبات من الکلمات ، والافعال ، والصفات ، والاسماء ، اور وحدہٗ ۔

ایسی صفات جو کلمات ، افعال ، صفات اور اللہ تعالیٰ وحدہ کے ناموں کے ساتھ خاص نہیں ، اللہ تعالیٰ بذات خود طیّب ہے اس کی صفات اطیّب ، اس کے اسماء تمام ناموں سے اطیب ہیں چونکہ اس کا نام طیب ہے اس سے طیّب ہی صادر ہوتا ہے اور اس کے ہاں طیّب کلمات مقبول ہوتے ہیں ۔ اور اس کا مقرب طیب ہوگا ، غرضیکہ وہ سراپا طیّب ہے ۔

وَإِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ ، اور اس کی طرف پاک کلمے پرواز کرتے ہیں اس کا فعل طیب ہے عمل طیب ، اس کی طرف عروج کرتا ہے ۔

نتیجہ تمام طیبات اس کے لئے ہیں اور اس کی طرف نسبت کئے گئے ہیں اسی سے صادر اور اس کی طرف ان کی انتہا ہے ۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبًا ۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور وہ پاک کو قبول کرتا ہے ۔

ایک حدیث میں ہے انت رب طیّبین تو پاک لوگوں کا رب ہے ، یہ حدیث

مریض کے دم کے بارے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جوار میں طیبین لوگ ہوں گے" ابوداؤد،

اہل جنت پر سلام

اہل جنت کو دیا جائے گا سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین،

تم پر سلامتی ہو عمدہ رہو، اسی میں تم ہمیشہ رہو گے بس اس میں داخل ہو جاؤ۔

طیبات طیبین کے لئے ہیں۔

نتیجہ

جب اللہ تعالیٰ ہی مطلق طیب ہے تو کلمات بھی، افعال اور صفات، اسماء طیبات، سارے کے سارے اسی کے لئے ہیں، اس کا وہی مستحق ہے۔ جو چیز بھی طیب ہو گی اسے اللہ ہی طیب کرتا ہے۔ اللہ کے علاوہ جو چیز طیب ہو گی وہ اس کے آثار پاکیزہ سے ہو گی، تو "تحیۃ" اللہ تعالیٰ سوا کسی کے لئے لائق نہیں۔

سلام

سلام بھی تحیات کی انواع سے ہے، "مسلم"، سلام کرنے والا داعی تھا جو اسے سلام پیش کرے تو اللہ تعالیٰ کی ذات سلام ہے تو جن بندوں کو اس نے اپنی عبادت کے لئے خاص کیا ہے اور اپنی رضا کے لئے پسند فرمایا تو ان سے اللہ تعالیٰ نے سلام کا مطالبہ کیا۔

ابتدا میں اسی سلام کو مشروع قرار دیا اس طریقہ سے کہ التحیات میں تین کلمات کے بعد شہادتین سے شروع کیا، شہادتین، اسلام کی چابی ہیں تو خاتمہ بھی اسی چابی سے کیا! اسی میں اللہ اکبر، حمد، ثناء، تمجید، توحید ربوبیت، توحید الوہیت سے آغاز کیا۔ لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ کی شہادت سے ختم کیا۔

وسط نماز

اس تحیۃ کو نماز کے درمیان میں مقرر، جب دو رکعت پر زیادہ رکعت کرے گا، تو وہ جلسہ بین سجدتین میں تشبیہہ ہو گی، کیونکہ اس میں جلسہ استراحت، کی طرح وقفہ، نمازی کے راحت کے لئے ہے، تاکہ دوسری دو رکعت میں طیب نفس اور قوت سے شروع کردے بخلاف اس کے کہ پے در پے رکعات کے پڑھنے کے۔

نفلی نماز کی رکعات دو دو رکعت پڑھنا ہے، اور "تطوع"، نفل زائد ہوں تو

چار چار رکعت ادا کرے۔

فصل ۳۹

کلمات تحیات (تشہد) کو نماز کے آخر میں خطبہ حاجت کے شکل میں کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے کیونکہ نمازی جب اپنی نماز سے فارغ ہوتا ہے تو وہ اس طرح بیٹھتا ہے جس طرح کوئی رغبت کرنے والا، ڈرنے والا، اللہ تعالیٰ سے ایسا عطیہ طلب کر رہا ہو جس سے بے نیازی نہیں کی جا سکتی عطیہ طلب کرنے سے قبل، کلمات تحیات، سوال کا مقدمہ ہیں، اس کے متصل درود شریف پڑھا جاتا ہے جس انتہی تو یہ سعادت ہو گی وہ خوش بخت ہے، وحدانیت کی شہادت، اور رسول ص کی رسالت کی شہادت، بعدہ درود شریف، رسول کریم ص کی ذات گرامی پر، بعد میں اسے اختیار دیا گیا! جو نمازی کو محبت خیز دعا رپسند ہے اسے اختیار کر لے! یہ تیرے ذمہ حق تھا، اور یہ تیرے لیے حق تھا۔

صلوٰۃ علی نبی ص اس کے بعد مسنون قرار دیا کہ آل پر درود شریف پڑھا جائے تاکہ تکمیل صلاۃ درود شریف کی تکمیل ہو جائے، آپ کی آنکھ کی ٹھنڈک، اور آل کی تکریم ہو جائے گی اور اہل پر درود شریف ہو گا، آپ پر اور آپ کی آل پر درود شریف پڑھا جائے۔ جس طرح آپ ص کے باپ ابراہیم ع اور آپ کی آل، اور تمام انبیاء ع پر جو ابراہیم ع کے بعد ابراہیم ع کی آل پر، اسی بنا پر درود مطلوب تھا، جناب رسول کریم ص مثل درود ابراہیم ع اور تمام انبیاء پر جو آپ کے اور ان کی تمام آل مومنین پر۔ اسی بنا پر درود ابراہیمی اکمل اور افضل ترین جس کا آپ ص پڑھنے کا حکم دیا گیا۔

استعاذہ درود شریف کے بعد نمازی کو حکم دیا گیا، وہ شر کے مرکزی اوصاف سے پناہ مانگے۔ شر عذاب آخرت ہو گا یا اس کا سبب بنے گا شر حقیقت میں عذاب اور اس کے اسباب ہیں۔

عذاب کی اقسام عذاب کی دو اقسام ہیں۔ ۱۔ عذاب برزخ، ۲۔ عذاب آخرت۔ اس کے اسباب میں فتنہ ہے اس کی بھی دو اقسام ہیں، ۱۔ کبریٰ، ۲۔ صغریٰ۔

(۱) کبریٰ:۔ فتنہ دجال اور فتنہ ممات (مرنے والے کا) (۲) صغریٰ زندہ کا فتنہ جس کا تدارک توبہ سے ممکن ہے۔ ہاں ممات اور دجال کا فتنہ اس میں پڑنے والا کسی صورت تدارک نہیں کر سکتا!

دُعاء استعاذہ کے بعد نمازی دنیا اور آخرت کی پسندیدہ دعاء کرنے کا حکم دیا۔ سلام سے قبل دعا کرنا افضل ہے بانسبت سلام کے بعد دعا کرنے کے قبل سلام دعاء شرف قبولیت کے لئے زیادہ نفع مند ہے۔

ادعیہ نبویؐ جناب رسول کریمؐ کی تمام دُعائیں نماز کے اول تا آخر میں تھی، نماز کے افتتاح میں مختلف انواع کی دُعائیں کرتے رکوع اور بعد رکوع اور بعد سر اٹھانے کے سجدہ میں اور بین سجدتین، تشہد میں سلام پھیرنے قبل۔

دُعاء صدیق جنابؐ رسول کریمؐ نے ابوبکرؓ کو نماز کے لئے دعاء کی تعلیم دی، جو نماز میں دعاء کرتے تھے۔

دُعاء حسن حسنؓ بن علیؓ کو دعاء کی تعلیم دی جو قنوت وتر میں دُعاء کیا کرتے تھے۔

قنوت نازلہ جناب رسول کریمؐ جب کسی کے لئے دُعاء یا بددعاء کرتے تو نماز میں رکوع کے بعد قنوت نازلہ کرتے۔

نماز کا قرب نمازی سلام سے قبل ربانی دربار میں مناجات کے محل اور قرب حضوری میں ہوتا ہے اس لئے اس کا اسی حالت اور پوزیشن میں سوال کرنا، سلام پھیرنے کے بعد سے زیادہ اقرب ہے، جناب رسول کریمؐ سے سوال کیا گیا ای الدعاء اسمع؟ کونسی زیادہ سنی اور قبول کی جاتی ہے؟ آپؐ نے

---

۱ بخاری؟ کتاب الصلوٰۃ۔ ۲ مشکوٰۃ المصابیح ج ۱۔ ۳ اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم۔ صحیح بخاریؒ

جواب میں فرمایا آدھی رات میں فرض نمازوں کے بعد جوف اللیل وادبار الصلوٰت المکتوبات ۔ دبر الصلاۃ کا معنیٰ ہے نماز کا اخیر حصہ جیسے کہتے ہیں دبر الحیوان، ودبر الحائط ، نماز کی پیٹھ اور دیوار کی پشت ،
بعض دفعہ دبر سے مراد، کسی چیز کے خاتمہ کی حالت کو بھی "دبر" کہتے ہیں ۔
ارشاد نبوی: یسبحون اللہ ویحمدونہ ، ویکبرونہ ، دبر کل صلاۃ ثلاثا وثلاثین ،
اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ، اور حمد کرتے ہیں تکبیر کہتے ہیں ہر نماز کے بعد ۳۳ بار ، (سبحان اللہ ۳۳ ۔ الحمد للہ ۳۳ ، اللہ اکبر ۳۴ ،) یہاں "دبر" سے مراد نماز سے فراغت ہے ۔ اس کی نظیر انقضاء رجل ، وقت کا ختم ہو جانا اس سے مراد فراغت لیتے ہیں اور انتہاء کسی چیز کے منتہٰی کو بھی "دبر" کہتے ہیں ۔

فصل ۷۰

خاتمہ نماز بر سلام

"تحلیل نماز" جب نمازی نماز کو پورا کر لیتا ہے تو "سلام"[1] نماز کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے ۔ سلام سے نمازی سے فارغ جس طرح حاجی حج سے حلال ہو جاتا ہے امام کے سلام پھیرنے سے نمازی بھی سلام سے فارغ ہو جائیں گے اس میں امام اور نمازی دونوں دعا میں شریک ہوں گے ، پھر یہ ہر ایک نمازی کو حکم دیا گیا کہ وہ نماز سے حلال ہونے کے لئے سلام پھیریں ، اس طریقہ سے اور کوئی احسن طریقہ تحلیل نماز کے لئے نہیں تھا ۔ جس طرح تکبیر تحریمہ ، کہئے "اللہ اکبر" [2] لفظ اللہ اکبر کا اس لئے انتخاب کیا ، کیونکہ اس میں ہر کمال کا ثبوت اکمل طریقہ سے جمع تھا ۔ اور ہر نقص اور عیب سے ۔۔۔ کی پاکیزگی مطلوب تھی ۔
"اللہ اکبر" انفرادی شکل میں لانا اور اس لفظ سے مخصوص کرنا اور تعظیم اور اجلال کی بنا پر ، اللہ اکبر میں ، افعال نماز ، اقوال نماز ، شکل (ہیئت) نماز ، کی تفصیل شامل

[1] تحریمہا التکبیر وتحلیلہا التسلیم ، (مشکوۃ) تحریم نماز اللہ اکبر اور تحلیل نماز السلام علیکم ، [2] السلام علیکم ورحمۃ اللہ

تھی، نماز ساری کی ساری "اللہ اکبر" کے مضمون کی تفصیل تھی، اس سے کونسی لفظ کی قسم تحریمہ کو شامل ہو سکتی تھی، کیونکہ اس میں اخلاص اور توحید بدرجہ اتم موجود ہے!
تحلیل نماز (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) کو شامل تھی، اخوان کے احسان کو نماز کا افتتاح اخلاص کر دیا "اللہ اکبر" سے اور خاتمہ احسان السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے کر دیا۔

فصل ۴۱

مکمّلون للصلوٰۃ

(جو لوگ نماز کو کامل کرتے ہیں) وہ کہتے ہیں کہ نماز کی وضع اسی طرح پر ہے جس کا حصول ان مقاصد کے علاوہ حاصل نہیں ہو سکتا، جو کچھ ہم نے بیان کیا یہ ایک جزسیر معمولی سا حصہ ہے حقیقت نماز یہ ہے کہ اس اکمال، اتمام، اور وقفہ ہووے جیسا کہ جناب رسول کریمؐ کا طرز نماز تھا، نماز میں اکمال اور اتمام، تخفیف، عجلت سے نہیں ہو سکتا تھا، کوّے کی طرح امام اور مقتدیوں کا ٹھونگے مارنا حصول کے مقاصد سے قاصر ہوگا جو انسان چاہتا ہے کہ نماز نبویؐ خاص طور پر ادا کرے تو اسے اپنی نماز میں خوب تطول، ارکان، سکون اور اطمینان سے ادا کرنے چاہئیں! جو نماز "حرج"، خوف اور قصر، مرض وغیرہ اس پر موقوف نہیں،

اور تمہارا یہ استدلال کہ احادیث میں ایجاز کا حکم پایا جاتا ہے اس کی تفصیل ہم نے گذشتہ اوراق میں بیان کر دی ہے کہ ایجاز و تطویل کا مقصد لطیف کیا تھا۔

رہا آپ کا فجر کی نماز میں معوذتین پڑھنا، وہ حالت سفر میں تھا، جس طرح کہ حدیث میں اس کی صراحت مذکور ہے، کیونکہ مسافر کے لئے رعایت کا حکم موجود ہے کیونکہ مسافر پر قصر نماز، واجب ہے، سفر کی تکلیف کے پیش اسے رعایت سے نوازا گیا۔

آپ صرف فجر کی نماز میں ساٹھ سے سو تک تک آیات پڑھتے رہے رہا مسلہ آپ کا فجر کی نماز میں سورۃ تکویر پڑھنا اگر سفر میں تھا تو وہ دلیل نہیں پیش کی جاسکتی اور اگر حضر کی نماز کا مسلہ تھا، تو آپ سے مروی ہے کہ فجر میں ساٹھ سے سو تک آیات پڑھتے تھے سورۃ ق اور دیگر اس طرح کی سورتوں کا پڑھنا بھی فجر کی نماز میں ثابت ہے، اور یہ بھی ثابت ہے آپ کسی عارضہ کی بنا پر نماز میں تخفیف کر دیتے تھے جس طرح کہ آپ نے نماز میں بچے کے رونے کی آواز سنتے ہی نماز تخفیف کر دی تاکہ بچہ کی والدہ کسی صدمہ کا شکار نہ ہو جائے! رہا مسلہ یہ کہ آپ رکوع اور سجدہ میں تین تین بار تسبیحات پڑھتے تھے تو یہ ثابت نہیں[1]

سعدی راوی مجہول حال ہے۔ (ص ۹۴ کتاب الصلوۃ، ابن قیمؒ)

جناب انس رضی اللہ عنہ نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی نماز کو آپ کی نماز سے تشبیہ دی۔ اس میں رکوع میں دس تسبیحات اور سجدہ میں دس تسبیحات کا تقریباً اندازہ مذکور ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سعدی کے علم یا اس کے چچا کے علم سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ تو یہ کس طرح معلوم ہو کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس سال کامل نماز پڑھتا رہا اس کا علم ناقص اس کامل جس نے آپ کے ساتھ نماز نہ پڑھی مگر صرف ایک نماز یا چند نمازیں۔ سعدی کا والد یا چچا مشہور صحابہ میں سے نہیں ہیں جو ہمیشہ جناب انس رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ، ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرح پابندی سے مجلس میں شریک رہے ہوں، جنہوں نے آپ کی نماز اور مقدار نماز کا ذکر کیا ہو۔ اور یہ کس طرح خیال کیا جاسکتا ہے کہ آپ رکوع کے بعد قیام میں اتنا کھڑے رہتے کہ وہم لاحق ہوا کہ شاید آپ رکوع کرنا بھول گئے ہیں، اور لطف یہ ہے کہ نماز صرف تین تسبیحات پڑھتے تھے اور قیام کو تسبیحات کی مقدار سے دوگنا، سہ گنا بنا دیا۔ سجدتین میں اتنا قعدہ کرنا کہ آپ بھول گئے اور بلاشبہ کہا جاسکتا ہے آپ کا رکوع سجدہ اتنا ہی آپ کا قیام بعد رکوع اور جلوس بین سجدتین، مساوی تھا۔ حتی کہ انہوں نے

[1] مشکوۃ ج ۱، رکوع اور سجدہ میں ۲-۳ بار تسبیحات پڑھنے والی روایت کی سند صحیح نہیں ہے۔ (مترجم)

اس کی اطاعت کو کراہت پر محمول کیا! اور اس شخص کا خیال بالکل لغو ہے جو طوالت کی بنا پر نماز کو باطل قرار دیتا ہے! جب کہ براء بن عازبؓ آپ کے رکوع، سجدہ، کی کیفیت، قیام جتنی تھی، اور یہ کہنا کہ رکوع اور سجدہ میں ۳، ۲، یا ۵ تسبیحات کی مقدار تھی یہ محال ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے کسی عارضہ کی بنا پر تخفیف کی ہو۔ سعدی کا چچا یا باپ اس میں شریک ہوں، تو انہوں نے اس کا ذکر دیا ہو۔ کیونکہ جناب رسول کریمؐ نے فرمایا: طول صلاة الرجل من فقهه آدمی کا نماز کو لمبا کرنا اس کی فقاہت کی علامت ہے اور یہ حکم اولیٰ ہے اس کی نسبت جس پر قلت کا حکم لگایا جائے جناب رسول کریمؐ کا حکم فیصلہ حق ہے آپ کے حکم کے خلاف فیصلہ باطل ہے

صحیح مسلم نے عمار بن یاسر سے بیان کیا کہ جناب رسول کریمؐ نے فرمایا ان طول صلاة الرجل وقصر خطبته مئنة عن فقهه فاطيلوا الصلوة واقصروا الخطبة، انسان کا نماز کو لمبے انداز سے پڑھنا اور مختصر خطبہ دینا اس کی فقاہت کی دلیل ہے لہذا نماز میں قیام لمبا کیا کرو اور خطبہ میں اختصار کیا کرو۔ (حدیث) مَئِنة کا معنیٰ علامت ہے اور تخفیف کرنے والے کو سارق نماز کہا ہے۔ نماز شتابی پڑھنا نفاق کی علامت ہے سارق اس لئے کہا کہ جیکہ رکوع، سجدہ، اور ارکان میں چوری کرتا تھا۔ یہ اس کی نا سمجھی اور فقاہت کی علامت ہوگی۔

صحیح ابن حبان اور سنن، نسائی میں ایک روایت عبد اللہ بن ابی اوفیٰؓ سے یوں ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یکثر الذکر ویقل اللغو، ویطیل الصلاة، ویقصر الخطبة ولا یانف المشی مع الارملة والمسکین فیقضی له الحاجة۔ (نسائی)

کہ جناب رسول کریمؐ ذکر زیادہ کرتے یا طل کام نہ کرتے، نماز لمبی پڑھتے، خطبہ مختصر دیتے بیوہ عورتوں اور مساکین کی حاجات کو پورا کرنے سے انکار نہ کرتے یہ آپ کا فعل ہے اور نماز جمعہ یہ آپ کا قول ہے! جیسا کہ جمعہ کی نماز میں لوگ اکٹھے ہوتے ہیں، نماز جمعہ میں سورۃ جمعہ اور[1] منافقون پڑھتے تھے۔

---

[1] سورۃ جمعہ اور منافقون کا پڑھنا جمعرات کی نماز عشاء میں کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں" مترجم"

نتیجہ آپؐ نے کبھی بھی ایسا نہیں کیا کہ ان مذکورہ سورتوں کی آخری ۲-۳ آیات جمعہ کی نماز میں پڑھنے پر اکتفا کیا ہو۔

افسوس! کہ بے شمار خطبا ء نے اس سنت کو ترک کر دیا اور صرف آخری آیات سورتوں کی آیات پر اقتصار کر لیا اور افسوس کہ پوری پوری سورتیں نہیں پڑھتے۔ یعنی جمعہ اور منافقون پ ۲۸

جمعہ کے روز کی نماز فجر جناب رسول کریمؐ جمعہ کے روز نماز فجر میں سورۃ سجدہ پ ۲۱ و سورۃ دہر پ ۲۹ پوری پوری سورۃ ہر ایک رکعت میں ترتیل و ترسیل یعنی ٹھہر ٹھہر کے پڑھا کرتے تھے۔ آئمہ مساجد نے ان سورتوں کو شتابی شتابی نماز میں پڑھنا شروع کر دیا۔ ایسا کرنا امام کے لئے مکروہ ہے، یہ طریق اور اسوۂ نبیؐ تھا لیکن مخالفین اور تارکین سنت نے صحیح احادیث کو منسوخ کہہ کر یا اجماع کے خلاف کا دعویٰ کر کے سنت کی توہین کی۔

اجماع کا مخالف تارکین سنت اجماع کے مخالف کو عیّار کے نام سے یاد کرتے ہیں اگر تطویل نماز، کی احادیث منسوخ ہوتی تو ضرور اصحاب رسولؐ کو ان کا علم ہوتا کیونکہ وہ احادیث کے سلسلہ میں ماہر تھے، حامیان اجماع نے ان کے اقوال اور اعمال سے حجت لی جبکی کوئی پوزیشن نہیں جبکہ خلفاء راشدین نے "تطویل نماز" پر عمل کیا۔

۱۔ صدیق امت شیخ اسلام ابوبکرؓ نے صبح کی نماز میں پوری سورہ بقرہ پڑھی آپؓ کی اقتداء میں بوڑھے، بچے اور حاجت مند تھے، نمازیوں نے عرض کیا یا خلیفۃ رسول اے نائب رسولؐ کادت الشمس لم تجدنا غافلین، فرض محال سورج طلوع بھی ہو جائے تو ہم غافل نہیں ہوں گے۔

۲۔ عمر بن خطاب (فاروق) خلیفہ راشدؓ نے فجر کی نماز میں سورہ نحل، یوسف، ہود، یونس، بنی اسرائیل، اسطرح کی سورتیں پڑھی۔

۳۔ عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ ہمیں نماز تخفیف نماز کا حکم دیتے

اور آپ نماز میں سورۂ صافات جماعت میں پڑھتے ۔

نتیجہ | جو آپ نے فعل کیا اس کا آپ نے حکم دیا ۔
ذکر اور دعا اعتدال رکوع کی تفصیل میں گذر چکی ہے ۔ آپ اتنی نماز لمبی پڑھاتے بعض دفعہ وہم ہوتا کہ شاید آپ بھول گئے ہیں، اس سلسلہ میں ابو سعید کی حدیث نماز ظہر کی اوّل رکعت کے طوالت کے بارے میں ۔ (کتاب الصلوۃ ص۹)

حیرت | ان احادیث کی موجودگی میں طوالت کو مکروہ قرار دینا یا ایسے امام کی اقتدار میں نماز ادا کرنا ، ہم اس سلسلہ میں حلفیہ طور پر کہتے ہیں جس ذات نے جناب رسول کریم کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے طوالت سے نماز پڑھانے والے اقتدار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مرضیات کے عین مطابق ہے جس کی مرضی اسے اب ترک کردے ۔

رہا سعید بن عبدالرحمٰن بن ابی عمیا اور سہیل بن ابی امامۃ کا واقعہ سیدنا انس کے پاس جانا اور ان کی اقتدا میں نماز ادا کرنا موصوف کا تخفیف نماز ادا کرنا ان حضرات کے اعتراض پر جواب دیا کہ یہ نماز سفر ہے اور اس حدیث کو دلیل اس لئے بنایا جا سکتا کہ اس میں راوی عبدالرحمٰن بن ابی عمیا منفرد ہے، انفرادیں شبہ مجہول کا ہوتا ہے، جب انس کی روایات تخفیف کے مخالف ہیں، حالانکہ وہ ساری کی ساری احادیث صحیحہ ہیں ۔ لطف یہ کہ انس تخفیف کے متعلق کیسے کہہ سکتے ہیں ۔ موصوف نے عمر بن عبدالعزیز کی نماز کے متعلق فرمایا کہ یہ نماز، نماز نبوی کے بالکل مطابق ہے ۔ اس کی تفصیل مذکورہ اوراق میں گذر چکی ہے ۔

تنقید | عبدالرحمٰن بن ابی عمیا کی روایت کردہ حدیث صحیح احادیث کی روشنی ناقابل اعتبار ہے ، اگر ابن ابی عمیا کی حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو یہ بعید ہے ۔ تو اسے محمول کرنا پڑے گا کہ آپ کی نماز سنتہ راتبہ پر ہوگی ۔ فجر، مغرب عشاء تحیۃ المسجد وغیرہ ، نہ کہ وہ نماز جو آپ ہمیشگی سے صحابہ کو پڑھایا کرتے تھے یہ بھی احادیث صحیحہ کی روشنی میں در ابن ابی علیاء کی حدیث بطلان کیلئے کافی ہے

بلاشبہ کہا جا سکتا ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنت میں تخفیف کرتے۔ سیدہ صدیقہ بعض دفعہ فرمایا کرتی تھیں ھل قرأ فیھما بام القرآن؟ کیا آپ نے اس میں سورۃ فاتحہ پڑھی تھی اصحاب رسول کریمؐ سفر کی نماز میں تخفیف کرتے تھے۔ بعض دفعہ فجر میں معوذتین پڑھتے تھے۔ بعض دفعہ فجر کی نماز میں بچے کی رونے کی آواز کی بنا پر تخفیف کرتے مبادا کہ بچے کی والدہ تشویش کی شکار نہ ہو جائے۔

نتیجہ جس جگہ سنت سے تخفیف ثابت ہے وہاں تخفیف کی جائے گی اور جہاں تطویل ثابت ہے وہاں تطویل کی جائے۔ بعض دفعہ درتوسط، راہ اعتدال نماز میں اختیار کی ہے۔ انسان نے جس تخفیف کا انکار کیا ہے جس میں تخفیف کی شدید ضرورت کے باوجود تخفیف نہ کرے، تو یہ انداز بھی سنت کے خلاف ہے۔

رہ حدیث معاذ افتان انت یا معاذ، سارق نماز نے اس کلمہ سے دلیل لی ہے! افسوس کہ ان لوگوں نے حدیث کے ابتداء اور آخر پر غور نہیں کیا۔ واقعہ معاذؓ کی تفصیل یوں ہے عن جابر بن عبد اللہ قال اقبل رجل بناضحین وقد جنح اللیل فوافق معاذ یصلی فترك ناضحیه واقبل الی معاذ فقرء سورۃ البقرۃ او النساء فانطلق الرجل وبلغه ان معاذا نال منه فاتی الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لیشکو الیه معاذ - فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم افتان انت؟ او قال افاتن انت؟ ثلاث مرات فلولا صلیت بسبح اسم ربك الاعلی. والشمس وضحاها، واللیل اذا یغشی، فانه یصلی وراءك الکبیر والضعیف وذو الحاجة۔

(رواہ البخاری ومسلم، ولفظه للبخاری)

ایک آدمی دو اونٹنیاں پانی والی لیکر ڈھلی ہوئی رات میں لایا، اور اتفاقاً معاذ نماز پڑھ رہے تھے، اونٹنیوں کو چھوڑ کر نماز میں داخل ہو گیا، امام معاذؓ نے نماز میں سورۃ بقرہ، یا سورۃ نساء پڑھنی شروع کر دی،

نماز سے فارغ ہو کر اس صاحب نے جناب رسول کریم کو اس تکلیف کا ذکر کیا جو آپ کو معاذ رضؓ سے پہنچی تھی، آپؐ نے سنتے ہی فرمایا معاذ کیا تو فتنہ برپا کرتا ہے یا فتنہ برپا کرنے والا ہے، آپؐ نے یہ کلمہ تین بار دہرایا، اور ساتھ ہی فرمایا تو نے نماز میں سورۃ اعلیٰ، والشمس وضحاہا، واللیل اذا یغشیٰ، کیوں نہ پڑھیں، جبکہ تیری اقتداء میں بوڑھے، کمزور، اور حاجت مند نماز پڑھتے ہیں، (بخاری و مسلم)

دوسری حدیث میں اس کی تفصیل یوں ہے، کہ معاذ رضؓ اپنی قوم کی امامت امامت کر رہے تھے، حزام نامی شخص کا پروگرام تھا کہ کھجوروں کے درختوں کو پانی دے، تو وہ مسجد میں داخل ہوا، اس نے معاذ کو لمبی نماز پڑھاتے دیکھا تو اپنی نماز مختصر کر کے الگ ہو کر اپنی کھجوروں کو پانی دینا شروع کر دیا، معاذ جب نماز سے فارغ ہوئے تو موصوف سے کہا گیا کہ حزام نے نماز باجماعت ادا نہ کی، موصوف نے فرمایا کہ حزام انہ لمنافق، وہ منافق ہے کہ وہ کھجور کے درخت کو پانی پلانے کی خاطر نماز عجلت سے ادا کر گیا ہے، جناب حزام جناب رسول کریمؐ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگے، معاذ بھی یہاں موجود تھے، کہ میں نے اپنی کھجوروں کو کو پانی پلانے کا پروگرام بنایا تھا مسجد میں داخل ہوا تاکہ قوم کے ساتھ نماز ادا کروں جب امام نے نماز میں طوالت کی تو میں نے اپنی نماز تخفیف کر کے ادا کر لی، اور کھجوروں کو پانی دینے چلا گیا! امام نے میرے متعلق منافقت کا زعم فرمایا، آپؐ نے سنتے ہی معاذ رضؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا! افتان انت یا معاذ؟ کیا تو لوگوں میں فتنہ ڈالنا چاہتا ہے (معلوم ہوا کہ جو امام مقتدیوں کے حالات سے بے نیاز ہو کر نماز پڑھاتا ہے وہ مفتن، فتنہ باز ہے) آئندہ ان کو ایسی لمبی نماز نہ پڑھانا، نماز میں سورۃ اعلیٰ، والشمس وضحاہا، اس جیسی دیگر سورتیں پڑھا یا کر، (مسند احمد)

معاذ بن رفاعہ انصاری، بیان کرتے ہیں کہ بنو سلمہ کا سلیم نامی شخص جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لا کر عرض کرنے لگا، کہ معاذ بن جبل رضؓ ہمیں اس وقت نماز پڑھانے آتا ہے جبکہ ہم دن کے کاروبار کی تھکاوٹ کے پیش

سوئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس وقت معاذ رضؓ اذان دیتا ہے تو ہم نماز میں حاضر ہوتے ہیں تو موصوف نماز لمبی کر کے پڑھاتا ہے۔ آپؐ نے سنتے ہی معاذ رضؓ کو فرمایا لا تکن فتانا! معاذ فتنہ پرور نہ بن! اما ان تصلی معی واما ان تخفف علی قومك، دو صورتوں میں ایک اختیار کر یا میری اقتدا میں نماز پڑھا کر، یا اپنی قوم کو ہلکی ہلکی نماز پڑھایا کر، بعدہٗ آپؐ سلیم کو مخاطب ہو کر فرمایا جو تیرے پاس قرآن سے آسان ہے اسے پڑھ لیا کر، سلیم نے جواب میں کہا! میں جنت کا سوال کرتا ہوں یا میں جنت کا سوال کرتا ہوں، اعوذ به من النار، اور آگ سے پناہ مانگتا ہوں۔

واللہ ما احسن۔ ندنتك ولا دندنة معاذ!

اللہ کی قسم سلیم کا انداز معاذ کے انداز سے احسن ترین ہے! جناب رسول کریمؐ نے فرمایا معاذ کیا تو تصدیر دندنتی میرا طریقہ اور سلیم کا طریقہ پسند کرتا ہے۔ ہاں ہم بھی جنت کا سوال کرتے ہیں اور آگ سے پناہ مانگتے ہیں، سلیم نے جواب دیا کل تم مشاہدہ کر لو گے جبکہ لوگ میدان احد میں شرکت کریں گے، سلیم مجاہدین احد میں شریک ہو کر جام شہادت نوش کر بیٹھا! رحمہ اللہ علیہ، (امام احمدؒ)

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ معاذ رضؓ نے اپنے اصحاب کو عشاء کی نماز سورۃ قیامت سے پڑھائی تو ایک انسان نماز کی فراغت سے قبل اپنی نماز پڑھکر چلا گیا! تو معاذ رضؓ نے اس شخص کے متعلق شدت آمیز کلمات فرمائے! اس شخص نے اپنے فعل کی معذرت جناب رسول کریمؐ کے ہاں یوں کی کہ میں اپنے کھجوروں میں کام کرتا ہوں مجھے پانی کے ضائع ہونے کا خدشہ تھا۔ آپؐ نے حضرت معاذ رضؓ کو حکم دیا کہ نماز میں ورو الشمس وضحاها، اور اس جیسی سورتیں پڑھا کر۔

نتیجہ | جناب معاذ رضؓ کے اس واقعہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ موصوف کے واقعہ میں تکرار در بار بار بیان کیا گیا) اور یہ جواب مقصد سے بہت دور ہے، کیونکہ معاذ رضؓ دین الٰہی میں تفقہ رکھتے تھے، اس سے جید، عمدہ جواب یہ ہے کہ موصوف نے پہلی رکعت میں سورۃ بقرہ، دوسری رکعت میں سورۃ قمر پڑھی۔

جس نے پہلی رکعت کی قرآت سنی اس نے سورۃ بقرہ کا ذکر کیا، جس نے دوسری رکعت کی قراۃ سنی اس نے سورۃ "القمر" کا ذکر کیا، صحیحین میں سورۃ بقرہ کا ذکر ہے، بعض راویوں کو شک ہے کہ سورۃ بقرہ تھی یا سورۃ النسا رتھی، صحیح بخاری) میں سورۃ قمر کی قرأت کا معاذ کی نماز میں ذکر نہیں، جو روایت صحیح بخاری میں ہے، وہ اولیٰ ہے صحت کے اعتبار اور لحاظ سے! جابر رضی کی روایت میں نماز معاذ میں سورۃ بقرہ کا ذکر ہے۔ دراصل یہ ایک ہی واقعہ ہے جابر رضی نے ذکر کیا کہ ایک بار یوں کیا موصوف نے سورۃ بقرہ کی تلاوت کی! اور اس میں کوئی شک نہیں، یہ حدیث متفق علی صحتہ ہے جیسے صحیحین نے بیان کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

فصل ۴۲

دربیان طریق اعتدال

ان احادیث کی روشنی میں بات ثابت ہو چکی کہ تعمق (گہرائی) تنطع، تکلف، تشدد، سختی نماز میں آپؐ سے اور آپ کے صحابہ سے منع ہے، اور وہی انداز نماز درست ہے۔ جیسے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل اور خلفاء راشدین کا فعل اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوگا۔ افسوس اس پر ہے جو آپؐ اور صحابہ کی اطاعت سے محروم ہے، نماز میں کسی قسم کا تشدد جائز نہیں اور نہ ہی غلو جائز ہے، نماز میں تضییع، تقصیر اور تفریط، یہ دونوں ضلالت اور خطا ہیں، اور جادہ حق سے انحراف دین قیم، اور ربانی دین سے دوری اور غلو ہے، جیسا کہ جناب علی بن ابی طالب کا ارشاد ہے:-

خیر الناس النمط الاوسط الذین یرجع الیھم الغالی یلحق بھم التالی، صـ۱۱

تمام لوگوں سے وہ شخص خیر پر ہے جو راہ اعتدال اختیار کرتے ہو غلو سے دور رہتا ہے

اور دوسرا اس کی اقتدا کرتا ہے۔

ابن مبارکؒ نے حضرت علیؓ سے یوں بیان کیا ہے۔

ابن عائشہؓ بیان کرتے ہیں :۔ ما امر اللہ عبادہ بامرالا و للشیطان فیہ نزغتان، فاما الی غلو واما الی تقصیر،

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جس چیز کا حکم دیا ہے اس میں شیطان کی دو دو حرکات (پھونک مارنا ہے) یا غلو، زیادتی میں یا کمی کرنے میں۔

بعض سلف سے منقول ہے کہ دین اللہ بین الغالی فیہ والجافی عنہ،

اللہ کا دین غالی اور جافی کے مابین ہے،

اللہ تعالیٰ نے امور اوسط اختیار کرنے والوں کی مدح فرمائی ہے۔

۱۔ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔

۲۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔

۳۔ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا

(۱) اہل ایمان جب مال خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف (فضول خرچی) کرتے ہیں اور نہ ہی کنجوسی کرتے ہیں راہ اعتدال پر قائم رہتے ہیں،

(۲) اپنے ہاتھ گردن کے ساتھ معلق نہ کر، اور نہ ہی ہاتھ کو فیاضی سے کشادہ کر، ورنہ درماندہ اور ملامت زدہ ہوگا،

(۳) اور اپنے قریبی رشتہ دار کو، مسکین کو اور مسافر کو پورا پورا حق دے اور فضول خرچی مت کر۔

نتیجہ | قریبی، مسکین، اور مسافر کے حق سے انحراف کرنا کنجوس "امساک" ہے تبذیر، فضول خرچی، ربانی رضا کے خلاف ہے۔ راہ اعتدال کرنا ربانی رضا ہے۔ اسی بنا پر امت کو تمام امتوں سے متوسط قرار دیا، قبلتین میں متوسط

---

[1] یعنی شیطان ربانی حکم میں ترمیم و اضافہ کا حکم دیتا رہتا ہے، (مترجم)

قبلہ دیا، متوسط سے دونوں اطراف کی دائمی طور پر حفاظت کی گئی۔ کیونکہ اطراف خلل انداز ہوتی ہے جیسا شاعر نے ذکر کیا ہے:

کانت الوسط المحمی فاکتنفت　　بہا الحوادث حتی اصبحت طرفا

راہ وسط محفوظ ہے جس نے حوادث کے اطراف سے بچا لیا۔

اللہ تعالیٰ نے بھی راہ وسط، کو خیر امور، فرمایا ہے، رہا صحابہ رضؓ کا نماز کی طوالت کو پسند فرمانا، قرأۃ، آواز، تو وہ عدم مشقت کی بنا پر تھا۔ واللہ لعمر اللہ۔

صحابہ کرام رضؓ کی محبت آپؐ سے اس انداز کی تھی کہ وہ آپ کے حکم پر مال ہی نہیں بلکہ جانیں قربان کر دینے میں فخر محسوس کرتے تھے۔ موت سے وہ لوگ پوری محبت کرتے تھے۔

صحابہ کرام رضؓ کے بعد میں لوگ بھی قیامت تک آپ کی اتباع کرتے رہیں گے۔ اس اتباع میں وہ لومۃ لائم کی ملامت سے بے نیاز ہوں گے، اور کسی کی ملامت انہیں روکے گی نہیں، کہ جس سے وہ سنت سے بھٹک سکیں، اس سلسلہ میں انہیں کسی کا طعن، اور دشمنی نقصان نہ دے گی اس لئے کہ انہوں لوگوں کی رائے کو ترک کر دیا اور سنت نبویؐ کو سینہ کا ہار بنالیا۔

انہوں نے سنت کا تمسک اس انداز سے کیا کہ روگردانی کا تصور اور قران اور سنت کے نصوص، جن پر اس انداز سے پیش کی گئیں جس طرح سلطان پر لشکر پیش کیا جاتا ہے تو انہوں نے قرآن وسنت کے نصوص کو تاویل کی مختلف انواع سے بڑی لطافت سے رد کر دیا! مختلف حیلہ سازیوں سے کہا کہ یہ حدیث متروک ہے (ناقابل عمل) کبھی منسوخ کا بہانہ بنا کر انکار کر دیا، کبھی یوں کہا کہ حدیث نافل کا علم نہیں ہے، کبھی کہہ دیا کہ ہمارا مقتداء حدیث پر خوب نظر رکھتا تھا، یہ وہ فرق ہے احادیث کے پیروکاروں اور اجماع کے قائلین میں، اصحاب سنن حدیث کے مشتاق اصحابِ[1] رائے سنن کے مخالف رہے۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب اطاعت اور اتباع کی آنکھوں سے

---

[1] سیدنا عمر رضؓ کا اصحاب رائے کے بارہ میں قول ہے کہ اصحاب الرائی اعداء السنن۔ رائے والے حضرات سنت کے (دشمن ہیں۔ اعلام الموقعین ۱/۵۵ بحوالہ)

آپ کا وجود غائب ہے لیکن وہ اپنے ارشادات کی روشنی میں راہ مستقیم پر گامزن ہے ص۱۱۸

فصل ۴۳

نقشہ نماز نبوی ؐ

اس فصل میں آپؐ کی نماز "اللہ اکبر" سے تا السلام علیکم ورحمۃ اللہ کا مفصل تذکرہ موجود ہے اس کے بعد سالک کو اختیار ہے جو چاہے راستہ پسند کرے۔

طریقہ نماز نبوی ؐ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نماز میں قبلہ رخ جائے نماز میں قیام کرتے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو کانوں کی لَو کو نیلو تک اٹھانے کے ساتھ انگلیوں کے اطراف کو قبلہ رخ پھیلا لیتے اور زبان سے کلمہ "اَللّٰہُ اَکبر" بغیر نویت اصلی کذا وکذا مستقبل القبلۃ اربع رکعات فریضۃ الوقت اداء اللہ تعالیٰ اماما، ولا کلمۃ واحدۃ من ذلک مجموع صلاتہ من اولہا الی اٰخرھا! ص ۱۱۹

اس طرز سے کہ نہ نماز کی اور قبلہ رخ، تعداد رکعات، فرض نماز یا نفل نماز اور امام نماز فریضہ باری تعالیٰ کی ادائیگی کی نیت کے بغیر کہتے، حتیٰ کہ صحابہؓ نے آپؐ کی نماز کی حرکات، سکنات اور پوری شکل (ہیئت) نماز منقول ہے حتیٰ کہ آپؐ اضطراب لحیتہ فی الصلاۃ آپ کی نماز میں ڈاڑھی کی حرکت کو نقل کرتے ہیں۔ اگر نیت[1] کا زبان سے ادا کرنا منقول ہوتا تو ضرور بضرور بیان کرنے میں بخل نہ کرتے صحابہؓ نے یہ بھی بتایا کہ جناب رسول کریم صلعم اپنی نواسی کو نماز میں کبھی اٹھا لیتے اور کبھی زمین پر بٹھا لیتے، عدم ترک نیت کا صحابہ کا جم غفیر کیسے اتفاق کر سکتا ہے،

---

[1] نیت کا معنیٰ ارادہ ہے اور یہ فعل دل ہے نہ کہ زبان، روحانی غذا نماز کی خوراک ہے جیسا کہ اکل وشرب کے مشروبات مطعومات جسمانی غذا میں انکا ارادہ بھی دل سے ہوتا ہے نہ زبان سے صرف روح کی پلیدگی کو ختم کرنے کے لئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا جاتا ہے نہ گوشت وغیرہ کا نام لیا جاتا ہے۔ مترجم

اگر زبان سے نیت کا اظہار شعار نماز کا دخل ہوتا تو وہ کیسے انکار کرتے! لعمر اللہ! اللہ کی قسم اگر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نیت کا زبان سے اظہار کرنا ثابت ہوتا تو ہم سب سے پہلے اس فعل نبوی کی اقتداء میں پیش پیش ہوتے۔

۲- دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھ کر سینہ پر "علیٰ صدرہٖ"، دونوں ہاتھ رکھتے۔

۱- سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ [1]

یا اللہ! ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح بیان کرتے ہیں تیرا نام بابرکت اور تیری بزرگی بلند و بالا تیرے علاوہ کوئی عبادت کا حق دار نہیں۔

۲- اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ. اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ [2]

یا اللہ! میرے اور میرے گناہوں میں دوری کر دے۔ جس طرح تو مشرق اور مغرب میں دوری کی ہے۔ یا اللہ! میرے گناہوں کو اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑے کو میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے، یا اللہ! میرے گناہوں کو دھو دے پانی، برف اور اولے سے۔

۳- کا ہے گا ہے! وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَا اِلَّا اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا اِلَّا اَنْتَ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ

---

[1] مشکوۃ بلوغ المرام۔ مصنف عبدالرزاق بحوالہ ابن خزیمہ۔ [2] مشکوۃ ج ۱ ص ۷

كُلُّهُ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ ۔

(۳) میں نے اپنا چہرہ یکسوئی سے اس ذات کی طرف متوجہ کیا جو آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے، میں مشرک نہیں ہوں، تحقیق میری نماز، قربانی (عبادت) زندگی اور موت، اللہ رب العالمین کے لئے خاص ہے! مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

(۴) یا اللہ! تو بادشاہ ہے تو ہی معبود حقیقی ہے! میں تیرا بندہ ہوں (میرا جسم اور روح حاضر ہے) میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور گناہ کا معترف ہوں لہٰذا میرے تمام گناہوں کو بخش دے، تیرے علاوہ کوئی ان کو بخش نہیں سکتا! یا اللہ مجھے حسن اخلاق کی راہ بتا حسن اخلاق کی راہ تیرے علاوہ کوئی نہیں بتاتا، اور مجھے بری حرکات سے بچا! یا اللہ! میں ہر حالت میں حاضر، میں تیری خیر کا طالب ہوں جو تیرے ہاتھوں میں ہے۔ اور شر (برائی) سے پناہ مانگتا ہوں جس سے تو خوش نہیں ہوتا، میں تیری ذات سے تعلق رکھتا ہوں اور میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں، تیری ذات بابرکت ہے اور ذات بلند و بالا ہے۔ میں تجھ سے معافی چاہتا ہوں، اور تیرے طرف رجوع کرتا ہوں۔

نوافل میں افتتاح نماز کے وظائف

(۳) وَجَّهْتُ وَجْهِيَ یہ دعا آپ تہجد کی نماز میں گاہے گاہے پڑھا کرتے تھے بعض دفعہ شب کی نماز میں۔

۴ - اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا، اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا ۔

اللہ بہت بڑا ہے ۲ بار، تمام تعریفیں کثرت سے اللہ کے لئے ہیں، دو بار پڑھا کرے۔

۵ - اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ،
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ[1]
اللہ کی ذات اکبر ہے، دو بار، نہیں کوئی معبود مگر تو ہی۔ دو بار، اللہ تعالیٰ کی ذات اپنی حمد سے پاک ہے دو بار۔

۶ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ
ا- میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

(ب) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ مِنْ نَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ وَھَمْزِہٖ۔
میں شیطان مردود سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، اس کے جادو، تکبر، اور وساوس سے۔

ث اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ وَھَمْزِہٖ وَنَفْخِہٖ وَنَفْثِہٖ۔
یا اللہ میں تیری ذات سے شیطان مردود کی پناہ میں آتا ہوں، اس کے تکبر، جادو، اور وسواس سے۔

سورۃ فاتحہ پڑھتے، اگر نماز جہری ہوتی تو قراۃ بلند آواز سے پڑھتے:
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بلند آواز سے نہ پڑھتے (بعض دفعہ ایسا معلوم ہوتا تھا کیا آپؐ نے بسم اللہ، پڑھی ہے یا کہ نہ!

آپ کی نماز میں قراۃ وقفہ سے ہوتی تھی، رَبِّ الْعَالَمِیْن، پھر وقف کرتے پھر الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے وقف کرتے پھر مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے، اَلرَّحْمٰن میں مد کرتے یعنی کھینچ کے پڑھتے۔ اسی طرح اَلرَّحِیْم پڑھتے مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ پڑھتے۔

سورۃ فاتحہ کے آخر میں اٰمِیْن کہتے (یا اللہ میری دعاء قبول کر)

---

[1] نماز تہجد کے آغاز سے قبل سورۃ آل عمران کا آخری رکوع اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ پڑھتے اور ساتھ ہی دس بار سبحان اللہ، ۱۰ دس بار استغفر اللہ، دس بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، دس بار الحمد للہ پڑھنے کے بعد نماز شروع کرتے۔ (ابن کثیر)

آمین باآواز بلند کہتے اور کھینچ کر پڑھتے تھے، اور نماز بھی باآواز بلند پڑھتے، جس سے مسجد گونج اٹھتی،

روایات میں اختلاف ہے کیا آپ سورۃ فاتحہ اور سورۃ میں خاموش رہتے تھے یا پوری قرأت کے بعد سکتہ (خاموشی کرتے تھے۔)

یونس انس رضؓ اور سمرہ رضؓ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے دو سکتات محفوظ کیئے۔ ۱۔ سکتہ، جب امام اللہ اکبر کہتا حتیٰ کہ سورۃ پڑھتے، سکتہ، جب سورۃ فاتحہ سے فارغ ہوتے۔

۲۔ سکتہ، رکوع کے وقت۔ ابی بن کعب نے اس کی تصدیق کی، اشعث حمران نے حسن کی موافقت کی کہ ایک سکتہ[۱] جب نماز شروع کرتے اور ایک سکتہ جب پوری قراۃ سے فارغ ہوتے (قبل رکوع)

قتادہ رضؓ نے حسن کے ان سکتات کی مخالفت کی ہے،

۱۔ سکتہ جس وقت اللہ اکبر کہتے ۔ ۲۔ دوسرا سکتہ جب غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ، کی قرآت سے فارغ ہوتے۔

یہ سکتہ سمرۃ سے محفوظ ہے جس کا عمران بن حصین نے انکار کیا۔ ان سکتات کے متعلق ابی بن کعب کو تحریر کیا گیا۔ تو موصوف نے جواب دیا کہ سمرۃ کی روایت محفوظ ہے۔

سمرۃ رضؓ سے جناب رسول کریمؐ کے دو سکتات، منقول ہیں۔

۱۔ ایک سکتہ جب نماز میں داخل ہوئے۔ ۲۔ دوسرا سکتہ جب قرارۃ سے فارغ ہوتے۔ پھر اس کے بعد غیر المغضوب علیہم و لا الضالین کہتے۔

احادیث متفقہ تمام احادیث سے ثابت ہے کہ صرف آپ کے دو سکتات تھے۔

۱۔ سکتہ افتتاح۔ ۲۔ دوسرے سکتہ میں اختلاف ہے۔

---

[۱] مشکوۃ ج ۱ ص ۷۷

قراۃ فاتحہ کے سکتہ کا قائل ابوقتادہ ہے، اس پر سمرہ رضہ کا اختلاف ہے ایک دفعہ اسی سکتہ کو مراد لیا اور کبھی پوری قرأت قبل رکوع مراد لیا، اس پر یونس، اور اشعث کا اتفاق ہے، یہ دونوں روایات راجح ہے۔ (واللہ علم)

نتیجہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی سند صحیح اور ضعیف میں یہ منقول نہیں کہ آپ پوری سورۃ فاتحہ پڑھ کر سکوت اختیار کرتے۔ حتیٰ کہ صحابہ بھی آپ کی اقتدا میں سورۃ فاتحہ پڑھ لیتے، سکوت کے سلسلہ میں سابقہ حیثیت ہے جس میں سکتات کا اختلاف ہے۔ اور اگر اس مقام پر طویل سکتہ ہوتا جس میں سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی تو صحابہ رضہ پر کبھی بھی مخفی نہ رہتا، تو وہ یقیناً اس کا علم رکھتے تو "سکتہ افتتاح" سے زیادہ اہمیت دیتے۔

۵۔ سورۃ فاتحہ کے ساتھ تین طرح کی سورۃ ملاتے، ۱۔ طویل، ۲۔ قصیر، ۳۔ متوسط، گاہے گاہے۔ طویل سورتیں، چھوٹی سورتیں، اور درمیانی سورتیں پڑھتے ہیں۔ سابقہ اوراق میں تفصیل گذر چکی ہے۔ آپ نے کبھی بھی نہ درمیانی سورت سے نہ آخر سورت سے قرأت شروع کرتے تھے۔ بلکہ اکثر حالات میں بلا عذر پوری پوری سورت پڑھتے تھے۔ کبھی اس حالت میں اقتصار کرتے کہ کچھ حصہ پہلی سورۃ میں باقی حصہ دوسری رکعت میں پڑھتے تھے فرض نمازوں میں آپ نے ایسا نہ کیا، ہاں گاہے گاہے سنت فجر کی دو رکعتوں میں ایک سورت سے آیت پڑھتے یا اس کی آخری آیت پڑھتے۔

---

[۱] بسم اللہ الرحمٰن الرحیم[۱] الحمد للہ رب العالمین[۲] الرحمٰن الرحیم[۳] مالک یوم الدین[۴] ایاک نعبد و ایاک نستعین[۵] اھدنا الصراط المستقیم[۶] صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و لا الضالین[۷]۔

سورۃ فاتحہ کی سات آیات ہیں، پہلی آیات بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نماز میں سورۃ فاتحہ میں یا دیگر سورتوں میں بسم اللہ نہ پڑھنا ۱۱۳ آیات کا انکار کیا ہے جو کفر کو متلزم ہے اللہ تعالیٰ سنت کی مخالفت سے بچائے (آمین)

سورۃ فاتحہ رکن نماز ہے کوئی نماز، سری، جہری، کسوف خوف، نماز جنازہ، نماز پنجگانہ، نماز تہجد، استسقاء غرضیکہ جس پر نماز کا اطلاق ہوتا ہے اس میں انفرادی اور جماعت کی صورت میں نہ پڑھا جائے تو نماز ہرگز ہرگز نہ ہوگی۔ (مترجم)

سنت فجر میں یہ دو آیات:۔

۱۔ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَا اُوْتِیَ مُوْسٰی وَعِیْسٰی وَالنَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّھِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُمْ وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ (پ۳ آل عمران)

۲۔ قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (پ۳ آل عمران)

اعلان فرمایئے! اے اہل کتاب تم ایک کلمہ کی طرف آؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان برابر ہے کہ ہم اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں، اور ہم میں سے کوئی بھی کسی کو رب سوائے اللہ تعالیٰ کے پس اگر وہ اس کا انکار کردیں تو گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں۔

۳۔ بعض دفعہ پوری سورۃ رکعت میں پڑھتے، کبھی اس سورت کو دوسری رکعت میں دھراتے،

۴۔ بعض دفعہ دو سورتیں ایک رکعت میں پڑھتے۔

۳ والی قرأت میں قول عائشہ رضؓ ہے کہ مغرب میں سورۃ اعراف دونوں رکعت میں پڑھتے۔

۴۔ سورۃ زلزال فجر کی دونوں رکعت میں پڑھتے، یہ دونوں احادیث سنن میں ہیں۔

۵۔ یعنی دو سورتوں کو ایک رکعت میں پڑھتے۔ جیسا کہ ابن مسعودؓ کا قول ہے میں خوب ان نظائر کو جانتا ہے۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرن بینھا، دو دو سورتیں ملاتے تھے۔

موصوف نے ۲۰ بیس سورتیں سورۃ مفصل سے بیان کیں۔ دو دو سورتیں ایک رکعت میں۔ (صحیحین)

قرارت فجر جناب رسول کریمؐ دیگر نمازوں کی نسبت فجر کی قرأت، مدہ ترتیل کرتے اور لمبی نماز پڑھاتے، نماز حضر دگھر ہیں اس کی قصر (چھوٹی سورۃ) قٓ وغیرہ تھی۔

جہر فجر کی نماز، مغرب کی دو رکعت اور عشاء کی دو رکعت میں قرأت بآواز بلند پڑھتے بقیہ رکعتوں اور نمازوں (ظہر، عصر) میں پوشیدہ پڑھتے، بعض دفعہ آپ سرّی نمازوں میں بھی قرأت سنا تے۔

نماز جمعہ کی فجر نماز جمعہ کی فجر کی نماز میں سورۃ سجدہ پ۲۱ سورۃ دہر پ۲۹ پوری پوری پڑھتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی ایسا نہیں کیا کہ کچھ حصہ پڑھ لیا ہو ان سورتوں سے۔

نماز جمعہ جمعہ کی نماز میں سورۃ جمعہ[1] اور سورۃ منافقون پڑھے ان کے آخری رکوع پر اکتفا نہ کرتے۔

۲۔ بعض دفعہ سورۃ اعلیٰ، سورۃ غاشیہ پڑھتے۔

نماز عیدین عیدین (نماز عید الفطر، نماز عید الاضحیٰ) میں پوری سورۃ قٓ، پوری سورۃ قیامۃ، پڑھتے۔ ان کے آخری رکوع پر اکتفا نہ کرتے۔

سرّی نماز سرّی نمازوں (ظہر، عصر، مغرب کی آخری رکعت) میں کبھی سورۃ سجدہ پڑھتے۔ جس میں آپ بھی سجدہ کرتے اور مقتدی بھی سجدہ کرتے ظہر کی نماز میں بقدر تیس ۳۰ آیات (سورۃ سجدہ) بعض دفعہ سورۃ اعلیٰ، واللیل اذا یغشیٰ، سورۃ بروج، سورۃ طارق، اس طرح کی دیگر سورتیں، بعض دفعہ سورۃ لقمان، سورۃ ذاریات، بعض دفعہ پہلی رکعت میں اتنا قیام کرتے کہ کسی آنے والے کے قدم کی آہٹ تک نہ سنتے، آپ ہمیشہ نماز کی پہلی رکعت میں بانسبت دوسری رکعت کے لمبی کرتے۔

عصر عصر کی نماز پہلی دو رکعت میں بمقدار پندرہ آیات کے پڑھتے۔

---

[1] سورۃ جمعہ اور منافقون کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ جمعرات کی عشاء کی نماز میں پڑھا جائے، مشکوٰۃ ص۷۹

گا ہے گا ہے مغرب کی نماز میں، سورۃ اعراف پ۹۔ سورۃ طور، سورۃ مرسلات، سورۃ دخان، گا ہے۔ سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص مغرب کی نماز میں پڑھتے۔ (ابن ماجہ)

یہ روایت ابن ماجہ ہی نے بیان کی ہے۔ ہوسکتا ہے اس کے روایت میں وہم ہوا ہو، کہ مغرب کی سنت میں ان دو سورتوں، کافرون، اخلاص، کو پڑھتے تھے، یا ہوسکتا ہے کہ لفظ "سنت" کا نسخہ میں گر گیا ہو۔ یا مغرب کی نماز میں پڑھتے ہوں (واللہ اعلم) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

نماز عشاء عشاء کی نماز میں سورۃ والتین، سورۃ انشقاق پڑھتے۔ اور سجدہ خود بھی کرتے اور نمازی بھی کرتے، سورۃ والشمس وضحاہا، اور اور اسی طرح کی دیگر سورتیں پڑھتے۔

جب آپؐ قراءت سے فارغ ہو جاتے تھوڑی سی دیر خاموش ہو جاتے تاکہ سانس لے لیں۔

فصل ۴۴

رفع الیدین

۶۔ **یس رفع یدیہ!** سورہ فاتحہ مع سورۃ فارغ ہونے کے بعد دونوں ہاتھوں کو دونوں کانوں کی کونپلوں تک ہاتھ اٹھا کے لے جاتے۔

جس طرح رکوع کے لئے "اللہ اکبر" ثابت ہے اس سے کثرت کے ساتھ رفع یدین کرنا ثابت ہے، بعدہ "اللہ اکبر" کہتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے حدامکان رکھتے، اپنی انگلیوں کو پھیلا لیتے، اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھتے، بعدہ اعتدال کرتے اپنے سر کو پشت کے برابر رکھتے

؎ سورۃ والضحیٰ سے تا فلق والناس تک کے ہر سورۃ کے آخر میں اللہ اکبر کہنا سنت نہیں ہے (مترجم)

سر کو نہ اٹھاتے اور نہ ہی نیچا کرتے، اپنی "ہصر" پشت ہموار کر لیتے، سمیٹتے نہ پھر کہتے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ (بلاتعداد) کہتے، بعض روایات میں ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھتے۔

امام ابوداؤد بیان کرتے ہیں وبحمدہ کی زیادتی ثابت نہیں ہے، بعض دفعہ آپ اتنا ٹھہرتے کہ دس بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی پڑھتے تھے۔ بعض دفعہ تسبیحات کم و بیش بھی کہتے، بعض دفعہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ، میں تیری حمد سے تسبیح بیان کرتا ہوں (یا اللہ میرے گناہ معاف کر دے) پڑھتے۔

۳۔ کبھی سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ رب بہت ہی پاک فرشتوں اور جبرائیل کا پروردگار ہے۔

۴۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ، وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ اَنْتَ رَبِّيْ خَشَعَ قَلْبِيْ، وَسَمْعِيْ وَبَصَرِيْ، وَدَمِيْ، وَلَحْمِيْ، وَعَظْمِيْ، وَعَصَبِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ (مشکوٰۃ ص۸۲)

یا اللہ! تیرے لئے رکوع کیا، تجھ پر ایمان لایا، تیرے تابع ہوا، تجھ پر بھروسہ کیا، تو میرا رب ہے۔ میرا دل تیرے تابع ہو، میرا کان میری آنکھ میرا خون، میرا گوشت، میری ہڈی، میرے پٹھے رب کے ہاں خشوع ریز ہیں۔

۵۔ سبحان ذی الجبروت والملکوت، والکبریا والعظمۃ [1]

نرالی ذات غلبہ اور بادشاہت والا۔ کبریا، اور عظمت والا۔

نتیجہ | آپ رکوع قیام کے مناسبت کرتے، طوالت اور اختصار میں راہ اعتدال اختیار کرتے، جو کہ احادیث میں ثابت ہے۔

فصل ۲۵

رکوع سے سر اٹھانا | رکوع سے سر اٹھاتے ہی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ،

[1] بروایت مسلم یہ الفاظ ہیں اللھم لک رکعت وبک آمنت ولک اسلمت خشع لک سمعی وبصری ومخی وعظمی وعصبی۔ مشکوٰۃ ص ۸۴

کہتے دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے جس طرح کہ آپؐ نے رکوع کے لئے اٹھائے تھے، جب بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے تو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، کہتے۔

۲- اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ، وَمِلْءَ مَاشِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، اَهْلَ الثَّنَاءِ وَالْمَجْدِ، اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ [1]

(اضافہ) اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِیْ مِنَ الذُّنُوْبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْوَسَخِ

ترجمہ یا اللہ! ہمارے مربی۔ تیرے لئے تعریف ہے آسمانوں اور زمین کی سطح برابر اور اس کے بعد جس کو تو نے بھرا ہے تو ہی ثنا اور بزرگی والا ہے۔ انسان کیا خوب کہا! ہم سب تیرے غلام (بندے) ہیں۔ یا اللہ! جس سے تو روک لے اسے دینے والا کوئی نہیں، جسے تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں، تیرے ہاں کسی کا کوئی منصب کام نہیں دیتا۔ بعض روایات میں یوں ہے۔ یا اللہ! مجھے گناہوں سے پاک کر دے جس طرح میلا اور کچیلا کپڑا نکھارا جاتا ہے۔

رکوع آپؐ اتنا لمبا رکوع کرتے کہ کہنے والا کہتا کہ آپ بھول گئے ہیں۔ رات کی نماز میں لِرَبِّيَ الْحَمْدُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ میرے رب کی تعریف ہے دو بار۔ رات کی نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے۔

فصل ۴۶

رکوع سے قیام کی حالت میں اللہ اکبر کہتے ہوئے بغیر رفع الیدین [2] کے سجدہ میں جاتے، ہاتھوں سے قبل دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھتے۔

---

[1] مشکوۃ ج ۱۔ ص ۸۲ کتاب الصلوۃ فی الرکوع۔ [2] رکوع کے بعد آپؐ سے رفع الیدین ثابت ہے۔ ۱۲

وائل بن حجر، انس رضؓ سے اسی طرح منقول ہے یضع یدیہ قبل رکذبہ ۔
ابن عمر رضؓ سے منقول ہے کہ آپ ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھتے ،

اختلاف روایات ابو ہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ارشاد نبوی ؐ جب کوئی تم سے سجدہ کرے تو وہ اونٹ کی طرح نہ بیٹھے بلکہ اپنے دونوں ہاتھوں گھٹنوں سے پہلے رکھے ۔

اور مقبری نے جناب رسول کریم ؐ سے بیان کیا جب کوئی سجدہ کرے توں سے پہلے گھٹنے رکھے ۔

تعارض ابو ہریرہ رضؓ کی روایت مقبری کے معارض ،حدیث وائل اور ابن عمر رضؓ کی میں تعارض ہوا ۔

فیصلہ ایک جماعت نے ابن عمر رضؓ کی روایت کو ترجیح دی، اور ایک جماعت منسوخ کی راہ اختیار کرتے ہوئے کہا کہ ابتدائے اسلام میں حکم تھا کہ ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھا جائے، پھر اسے منسوخ قرار دیا گیا ۔

اس طریقہ کو ابن خزیمہ نے یوں ذکر کیا ہے کہ سجدہ کے وقت ہاتھوں کو رکھنا منسوخ ہے ۔ گھٹنوں کو پہلے ہاتھوں کو رکھنے والی روایت منسوخ ہے ، ایک ثانی طریق اسماعیل بن ابراہیم بن یحیٰی بن سلمہ ابن کہیل عن ابیہ عن سلمۃ عن مصعب بن سعد مصعب بن سعد سے مروی ہے کہ کنا نضع الیدین قبل الرکبتین فامرنا بوضع الرکبتین قبل الیدین ۔
ہم گھٹنوں سے قبل ہاتھ رکھتے تھے بعدہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم گھٹنوں کو ہاتھوں سے قبل رکھیں ۔

نتیجہ اگر یہ روایت ثابت ہو جائے تو مسئلہ شافی ہے ۔

تنقید یحیٰی بن سلمہ بن کہیل راوی کے متعلق امام بخاری فرماتے ہیں اسکے

پاس "منکر" روایات ہیں۔

ابن معین رح فرماتے ہیں لیس بشی، اس کی کوئی حیثیت نہیں اس سے حدیث نہ لکھی جاوے۔

امام نسائی رح فرماتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے۔

اس واقعہ میں یحییٰ یا دیگر روایات کو وہم ہے۔ ہاں مصعب بن سعد عن ابیہ "تطبیق فی الرکوع" یعنی رکوع کی حالت میں ہاتھوں کو گھٹنوں میں رکھنا کا نسخ ثابت ہے اس راوی نے اس کو محفوظ نہیں رکھا۔ اس نے کہا کہ دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھنا منسوخ ہے اور جو لوگ ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھنے کے قائل ہیں۔ وہ ابن عمر رض کی روایت کو عبیداللہ عن نافع سے صحیح قرار دیتے ہیں۔

مذہب اہل حدیث

ابن ابی داؤد فرماتے ہیں یہی اہل حدیث کا قول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عمر رض دیگر لوگوں زیادہ عالم تھے، کیونکہ یہ نقل محض ہے۔ اور یہی سنت ہے اسے اہل مدینہ نے ذکر کیا، کیونکہ اہل مدینہ ان مسائل سے زیادہ واقف تھے۔

ابن ابی داؤد بیان کرتے ہیں، ان کی اس مسئلہ میں دو اسناد ہیں۔

۱۔ محمد بن عبداللہ بن حسن بن عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ہریرۃ۔

۲۔ داروردی۔ عن عبیداللہ عن نافع عن ابی عمر رض۔

یہ بیان کرنے کے بعد بیان کرتے ہیں وائل بن حجر کی روایت دو طریق سے معلول ہے ان دونوں طریق میں شریک راوی منفرد ہے! اس کے متعلق امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ شریک تفرد ہونے کے باعث قوی نہیں ہے۔

۲۔ عبدالجبار بن وائل عن ابیہ، عبدالجبار نے اپنے باپ وائل کا سماع ثابت نہیں

سابقون

(جو لوگ کہتے ہیں کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھنے

چاہئیں) یہ کہتے ہیں کہ حدیث وائل بن حجر ابن عمر اور ابوہریرۃ کی حدیث سے "واثبت" زیادہ ثابت ہے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث ابوزناد اعرجؒ اور ابوہریرہؓ سے محمد بن عبداللہ بن حسن کی متابعت ثابت نہیں، اور مجھے نہیں معلوم کہ ابوزناد کا سماع ثابت ہے یا کہ نہیں۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں وائل بن حجر کی حدیث ابن عمر کی روایت سے "واثبت" زیادہ ثابت ہے۔

ابن عمر اور ابی ہریرۃ کی روایت کے متعلق بعض علماء کا زعم ہے کہ یہ منسوخ ہے اسی بنا پر امام ترمذی نے اسے حسن نہ قرار دیا اور اس پر غریب کا حکم لگایا اور وائل کی حدیث کو "حسن" قرار دیا۔

وہ یہ جواب دیتے ہیں ابوہریرۃؓ کی حدیث میں ہے اس طرح نماز میں نہ بیٹھے جس طرح کہ اونٹ بیٹھتا ہے، اونٹ جب بیٹھتا ہے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھتا ہے۔ اس روایت میں حجر نہی کا حکم ہے وہ ولیضع یدیہ قبل رکبتیہ۔ ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھے، کے مانع نہیں ہے۔ بلکہ اس کے منافی ہے، اور ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ یہ زیادتی محفوظ نہ ہو۔ ممکن ہے کہ راویوں نے بعض الفاظ کو تبدیل کر دیا ہو۔

سابقون کہتے ہیں اس سے وُد دیگر امور سے ترجیح ثابت ہوتی ہے
۱۔ ابن عمرؓ کی حدیث جسے ابوداؤدؒ نے بیان کیا۔ نہی ان یعتمد الرجل علی یدیہ فی الصلاۃ[1]۔ آپ نے منع کیا کہ جب انسان نماز سے کھڑا ہو، بلاشبہ تب ہاتھوں کو گھٹنوں سے لے ان پر سہارا دے گا، تو ایک نماز کی جز، نماز سے زمین پر ہاتھوں پر سہارا دے گا، یہ اعتماد سجدہ نظیر کی اعتماد ہو گی۔ سجدہ سے اٹھتے وقت۔ جب اس سے روک دیا گیا تو اس کی نظیر سے بھی روک دیا گیا۔

---

[1] مشکوۃ عربی صفحہ ۸۶ کتاب الصلوۃ

۲ - نمازی جب زمین پر جھکتا ہے تو زمین پر اس کا جھکاؤ شروع میں اقرب ہے۔ پھر اس سے اوپر، پھر اس سے اوپر حتیٰ کہ وہ اعلیٰ تک منتہی ہو گا تو وہ اس کا چہرہ ہے۔ جب سجدہ سے سر اٹھائے گا تو اس میں اعلیٰ چیز کو پہلے اٹھائے گا۔ پھر اس سے کم حتیٰ کہ جب آخر میں اٹھائے گا تو گھٹنے اٹھائے گا

فصل ۴۶

سجدہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، سجدہ، پیشانی، ناک، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے اطراف پر کرتے تھے، اپنے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرتے تھے۔ ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے زمین پر سہارا دیتے اور کہنیوں کو اٹھا رکھتے، ساتھ ساتھ کہنیوں کو اپنے دونوں پاؤں سے دور رکھتے، حتیٰ کہ آپ کی دونوں بغلیں نظر آتیں پیٹ کو اپنے دونوں رانوں اور دونوں رانوں کو دونوں پنڈلیوں سے دور رکھتے اس حالت میں کہ پگڑی (عمامہ) کے پیچوں پر سجدہ نہ کرتے۔

ابو حمید ساعدیؓ اور دیگر دس صحابہ بیان کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ؐ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو بالکل سیدھے کھڑے ہو جاتے، اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں شانوں برابر اٹھاتے ۔۳۔ جب رکوع کرتے تو ہاتھوں کو دونوں شانوں تک لے جاتے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھا پھر اعتدال کی راہ اختیار کرتے۔ ایسی حالت میں کہ سر اٹھاتے اور جھکاتے۔

اپنے دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھتے۔ بعد سر اٹھانے کے سمع اللہ لمن حمدہٗ کہتے۔ پھر ہاتھ اٹھاتے برابر اس انداز سے کھڑے ہو جاتے کہ ہر عضو اپنی جگہ ہموار ہو جاتا۔ پھر سجدہ ریز ہو جاتے اور اللہ اکبر کہتے، پھر اپنے بازوؤں کو پیٹ سے دور رکھتے اپنے پاؤں کی انگلیوں کو کھول لیتے،

پھر اپنے بائیں بازوؤں کو موڑ کر اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی جگہ فٹ ہو جاتی ۔ پھر سجدہ میں گھر جاتے اور اللہ اکبر کہتے، پھر اپنے پاؤں کو موڑ لیتے اس پاؤں پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ایک عضو اپنی جگہ لوٹ آتا ۔ پھر اٹھ کھڑے ہوتے اور دوسری رکعت میں پہلی رکعت والا طریقہ کرتے ۔ پھر جب آخری رکعت ہوتی تو بائیں ٹانگ کو پیچھے ہٹا کر اپنی "سرین"، "دبر"، پر بیٹھ جاتے، پھر آخر میں "السلام علیکم کہتے"، سجدہ میں ۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتے، بعض روایات میں وبحمدہٖ کا اضافہ ہے ۔

(۲) سجدہ میں سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ۔

میرے چہرہ نے اس کو سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا اس کی صورت بنائی کان اور آنکھ بنائی، اللہ تعالیٰ احسن خالق ہے ۔

(۳) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ

یا اللہ! میں نے تجھے سجدہ اور تجھ پر ایمان لایا اور تیرے تابع بنا ۔

(۴) سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ۔

یا اللہ تو اپنی حمد سے نرالا ہے تو ہی معبود حقیقی ہے ۔

(۵) سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ ۔

تیری ذات بہت ہی نرالی ہے تو فرشتوں اور جبرائیل کا رب ہے ۔

(۶) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ ۔

یا اللہ! میرے تمام، باریک، جلیل، اول اور آخر، ظاہر اور پوشیدہ گناہ کافور کر دے ۔

(۷) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ [1]

---

[1] مشکوۃ ج ۱ ص ۱۱۲ باب الوتر ۔ از علی ؓ ۔ ایضاً ص ۸۴

یا اللہ میں تیری رضا سے تیری ناراضگی کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری معافی سے تیری گرفت سے پناہ مانگتا ہوں میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں میں تیری ثنا اس معیار کے مطابق نہیں کر سکتا، جس طرح تو نے اپنے لئے مقرر کیا ہے آپ کا سجدہ قیام کے مطابق ہوتا۔ پھر اپنا سجدہ سے سر اٹھا کر بغیر ہاتھ اُٹھائے "اللہ اکبر" کہتے، پھر اپنے بائیں ٹانگ کو بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے اور داہنی ٹانگ کو گاڑ رکھتے اور اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھتے۔ پھر سجدتین میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ، وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ، ایک روایت میں عافنی کی جگہ واجبرنی ہے۔ (حدیث ابن عباس)

دعاء سجدتین یا اللہ مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور میری کوتاہی دور فرما اور مجھے ہدایت دے اور رزق دے۔

حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ سجدتین کی دعاء رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ہے (رواہ سنن)

جلسہ سجدتین آپ سجدتین کے جلسہ میں کافی دیر بیٹھتے حتیٰ کہ کہنے والا کہتا کہ آپ بھول گئے ہیں۔

فصل ۴۷

پھر آپ اللہ اکبر کہتے اس صورت میں کہ ہاتھوں کو نہ اٹھاتے۔ دوسرے سجدہ میں وہ افعال کرتے جو پہلے سجدہ میں کئے تھے، پھر اپنے سر کو اللہ اکبر کہہ کر اٹھاتے اور اپنے قدموں کو سہارا بغیر رانوں اور گھٹنوں کے سہارا کے اٹھ کھڑے ہوتے۔

جلسہ استراحت مالک بن حویرث رض بیان کرتے تھے کہ جب آپ فی وتر صلاتہ لم ینھض حتی یستوی قاعدا طاق رکعت میں نماز میں ہوتے نہ کھڑے ہوتے جب تک پوری طرح بیٹھ نہ جاتے۔ اس جلسہ کا نام جلسہ

استراحت ہے۔

سوال؟ کیا جلسہ استراحت آپ نے ضمن نماز، ہیئت نماز کی بنا پر کیا۔ کیا اسی غرض کہ تحت کہ جبکہ گوشت غالب آگیا بوڑھاپے کے عالم میں پھر بیٹھے ہوگئے تھے۔ حاجت کے تحت والا مسئلہ دو وجوہ سے اظہر ہے۔

۱۔ وائل بن حجر اور ابوہریرۃ کی روایات تطابق ہوگیا کہ آپ دونو قدموں کے سروں پر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

۲۔ صحابہؓ نبی کریمؐ کی نماز کے افعال، ہیئیات، کا حرص کی حالت میں مشاہدہ کرتے تھے۔ وہ قدموں کے بل کھڑے ہوتے۔

صحابہؓ عبداللہ بن مسعودؓ نماز میں قدموں کے بل کھڑے ہوتے اور نہ بیٹھتے۔ (بھیقی)

ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر، ابوسعید، خدریؓ نے عطیہ عوفی کی روایت سے ابن مسعود سے یہ صحیح ہے۔ اس قیام میں موصوف ہاتھ نہ اٹھاتے تھے۔

جب آپ پوری طرح کھڑے ہو جاتے، قرأۃ میں شروع ہوتے اور سکوت نہ فرماتے۔ اپنی قرائۃ کا افتتاح اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ[1] رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے کرتے

جب پہلے تشہد میں بیٹھتے تو اپنے پاؤں کو پھیلا لیتے۔ جس طرح سجدتین میں بیٹھتے۔ بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر اور دائیں ہاتھ کو دائیں گھٹنے پر رکھتے۔ سبابہ انگلی سے اشارہ کرتے۔ اپنے انگوٹھا کو اپنی وسطی انگلی پر حلقہ کی شکل میں رکھتے اور اپنی نگاہ کو سبابہ انگلی پر رکھتے، اپنی سبابہ انگلی کو اٹھاتے اور قدرے جھکا کر ربانی توحید اس سے بیان کرتے۔

ابوداود نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ سورۃ اخلاص، پڑھتے ہوئے اپنی سبابہ انگلی سے اشارہ کرتے، یہی انداز دعار کا ہے۔ اپنے ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر خوب پھیلاتے اور یہی حالت وابتہال، انکساری کی ہے۔

اسی میں بھی خوب ہاتھ پھیلاتے۔ اس کے بعد آپ

[1] الحمد للہ رب العالمین سے مراد سورہ فاتحہ ہے مع بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بسم اللہ بھی پڑھتے تھے ۱۲

التحیات اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ، اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ [1]

قولی، بدنی، مالی تمام قسم کی عبادات اللہ کے لیئے ہیں، تجھ پر سلامتی ہو۔ اے نبی اور اللہ کی رحمت اور برکات اللہ کے نیک بندوں پر۔ میں شہادت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور جناب محمد کریم ؐ کی عبدیت اور رسالت کی شہادت دیتا ہوں۔

تعلیم تشہد تشہد کی تعلیم نبی کریم ؐ صحابہ رضؓ قرآن کی تعلیم کی طرح دیتے تھے۔

تشہد ۲ التحیات المبارکات الصلوات الطیبات للہ!
یہ تشہد ابن عباس رضؓ سے منقول اور پہلا تشہد ابن مسعود رضؓ سے مروی ہے۔ پہلا تشہد صحیح ہے، ابن مسعود کے تشہد میں جملوں کی مغایرت ہے اور ابن عباس کے تشہد میں ایک جملہ ہے۔ صحیحین میں "واؤ" کا اضافہ ہے اسی تشہد کی تعلیم قرآن کی تعلیم کی طرح تعلیم دیتے تھے۔

تشہد ابن عمر رضؓ سے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ الصَّلٰوٰتُ منقول ہے۔

اس سلسلہ میں بے شمار انواع ہیں، اور یہ ہر قسم کی انواع جائز ہیں۔

جلسہ تشہد آپ اسی قعدہ میں بالکل تھوڑی دیر بیٹھتے جس طرح کہ کوئی گرم پتھر پہ بیٹھتا ہے "علی الرضف" گرم پتھر، "الحجارۃ المحماۃ" گرم پتھر، (یعنی بالکل تھوڑے" اکاتے)

پھر اللہ اکبر کہتے اور بیٹھ جاتے پھر تیسری اور چوتھی رکعت پڑھتے آخری دو رکعت میں تخفیف کرتے، آخری دو رکعت میں سورۃ فاتحہ یا اس سے زیادہ بھی کبھی کبھی قرأت کر لیتے۔

---

[1] مشکوٰۃ ج ۱ صفحہ ۸۵ بروایت جابر رضؓ۔

فصل ۴۸

دُعاء قنوت

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اذا دعاء لقوم او علی قوم جب کسی قوم کے لئے دعا یا بد دعا فرماتے تو نماز کی آخری رکعت میں رکوع کے بعد کرتے۔ اکثر دعاء قنوت فجر کی نماز میں کرتے تھے۔[1]

ایک ماہ قنوت

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں قنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شھرًا بعد الرکوع فی صلاۃ[2] جب آپ سمع اللہ لمن حمدہ۔ ربنا لک الحمد، کہہ لیتے تو دعاء قنوت کرتے۔

تمام صحیح احادیث میں اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ نے بعد رکوع قنوت کیا ایک عارضہ کی بنا پر تھا بعدہ ترک کر دیا۔

قنوت در نماز فجر اور مغرب

انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں فجر اور مغرب کی نماز میں قنوت تھے (بخاری)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ نماز فجر اور نماز مغرب میں قنوت کرتے تھے۔ (صحیح مسلم)

جناب ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ ظہر کی آخری رکعت رکعت عشاء کی آخری رکعت صبح کی نماز میں سمع اللہ لمن حمدہ، کہنے کے بعد مومنوں کے لئے دعاء اور کفار پر لعنت کرتے اور فرماتے کہ میں نماز نبوی ﷺ کو تم سے زیادہ قریب ہو کر جانتا ہوں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں عشاء کی بجائے عصر کا ذکر ہے۔ (بخاری)

قنوت پنجگان نماز میں

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریم ﷺ نے ایک ماہ "متواتر" لگاتار ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کی نمازوں میں نماز کے آخر میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کے بعد بنو سلیم قبیلہ پر بد دعاء فرماتے اور مقتدی یومن من خلفہ[2] "آمین" کہتے۔

---

[1] قنوت کا معنی اطاعت، نماز میں کھڑا ہونا، خاموش رہنا، دعا کرنا، قاموس اللغات صفحہ ۹۸ مصباح اللغات صفحہ ۷۹۶

[2] مشکوۃ احوالہ صحیح بخاری جلد ا۔ دعاء کے کلمات میں سننے والا آمین کہے۔ فتح الباری جلد اول۔

یدعوا علی رعل وذکوان

انس رضؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ مہینہ بھر رکوع کے بعد بد دعار کی رعل اور ذکوان (قبائل تھے) پر ابن سیرین کہتے ہیں میں نے انس سے عرض کیا کیا آپؐ نے فجر کی نماز میں بعد رکوع مہینہ بھر دعار قنوت کی ہے موصوف نے جواب میں فرمایا "نعم" ہاں، رکوع کے بعد معمولی سی

ابن سیرین انس رضؓ سے بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول کریمؐ کے دعار قنوت مہینہ بھر فجر کی نماز بعد رکوع فرمائی عصیہ قبیلہ کے لئے بد دعار کی۔ (صحیح احادیث)

جن لوگوں نے سیدنا انس رضؓ سے دعار قنوت کا تذکرہ کیا ہے انہیں خوب معلوم ہے کہ جناب رسول کریمؐ رکوع کے بعد قنوت فرماتے تھے۔

قبل رکوع قنوت

حمید راوی نے سیدنا انس رضؓ سے مسئلہ قنوت کا ذکر رکوع سے پہلے کا بیان کیا ہے کن نقنت قبل الرکوع وبعد بعد رکوع بھی قنوت کرتے تھے، اس قنوت سے مراد لمبا قیام ہے۔

حضرت انس رضؓ کی طرح جناب ابوہریرۃ نے خبر دی کہ آپؐ نے بعد رکوع دعار قنوت کی جبکہ آپ سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اَنْجِ عَیَّاشَ بن ابی ابیعۃ والولید بن الولید وسلمۃ بن ھشام والمستضعفین من المومنین [1] (متفق علیہ)

یا اللہ عیاش بن ابی ابیعہ کو ولید بن ولید کو سلمہ بن ہشام کو اور دیگر کمزور مومنوں کو نجات عطا فرما۔

ابن عمر رضؓ اپنا سماع بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے بعد رکوع فجر کی نماز میں آخری رکعت میں دعار قنوت میں اللھم العن فلانا فلانا، یا اللہ فلان، فلان پر لعنت فرما کا ذکر کیا ہے۔

ان تمام احادیث میں اس بات پر اتفاق ہے کہ بعد رکوع آخری رکعت میں دعار قنوت تھی کسی عارضہ کی بنا پر نہ کہ وہ راتب ہمیشگی پر۔

---

[1] بلوغ المرام، مشکوٰۃ۔ [2] مشکوٰۃ ج ا ص۱۱۳ باب القنوت ج۲ ص۱۱۳

جناب انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے عرب کے بعد قبائل پہ بددعا کی پھر اسے ترک کر دیا۔ ؎ (مسلم)

ابو مالک اشجعی بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے گذارش کی کہ آپ نے جناب رسول کریمؐ کی اقتدار، ابو بکرؓ، عمر، عثمان، اور علیؓ کی کوفہ، میں قریباً پانچ برس، تو کیا یہ حضرات قنوت کرتے تھے؟

موصوف نے جواب دیا ای بنی انہ محدث بیٹا یہ بدعت ہے۔

امام ترمذی کے ہاں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام نسائی نے بیان کیا۔ نسائی کے یہ الفاظ ہیں کہ میں نے نبی کریمؐ کی اقتدار میں نماز پڑھی تو آپ نے قنوت نہ کی اور ابو بکرؓ کی اقتدار میں نماز پڑھی تو اس نے بھی قنوت نہ کی، عثمانؓ کی اقتدار میں نماز ادا کی تو اس نے بھی قنوت نہ کی، اور علی کی اقتدار میں نماز پڑھی تو اس نے بھی قنوت نہ کی، پھر اس نے کہا ای بنی بدعۃ بیٹا یہ بدعت ہے۔

جو لوگ فجر میں دعار قنوت کے قائل نہیں ہیں وہ ان احادیث سے دلیل لیتے ہیں۔ اور انسؓ کے اسی قول سے کہ ثم ترکہ آپؐ نے بعدہ قنوت کو ترک کر دیا۔ یہی لوگ دعار قنوت کو منسوخ کہتے ہیں۔

جو لوگ دعار قنوت کو قبل رکوع مستحب کہتے ہیں ان کی دلیل صحابہ رضؓ اور تابعین کے آثار ہیں۔

ابو معضل۔ نماز فجر میں رکوع سے قبل دعار قنوت کرتے۔ (ابو داؤد طیالسی)

ہشام بن عروہ۔ رکوع سے پہلے قنوت کرتے تھے۔ (امام مالکؒ)

عبدالرحمن بن قاسم بیان کرتے ہیں کہ امام مالکؒ سے صبح کی قنوت کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ کے ہاں کونسا پسندیدہ عمل ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا میں نے لوگوں کو قدیمی جس عمل پہ پایا ہے وہ ہے رکوع سے قبل قنوت کرنا۔ میں نے دوبارہ سوال کیا آپ کس پہ عمل کرتے ہیں۔ موصوف نے فرمایا قبل رکوع، ہیں ذکر کیا۔

؎ مستحب کا مطلب یہ ہے چاہے ترک کر دے۔ کرنے پر ثواب ترک پہ عتاب نہیں۔ (مترجم)

قنوت وتر: موصوف نے جواب دیا "لیس فیہ قنوت" وتر میں قنوت نہیں۔

فصل ۴۹

استحباب قنوت بعد رکوع

جس کا مسلک یہ ہے کہ رکوع کے بعد قنوت مستحب ہے تو وہ اپنی دلیل میں احادیث صحیحہ پیش کرتے ہیں جو صراحت سے مذکور ہو چکی ہیں۔

اثرم بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو عبد سے عرض کیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ انس کی روایت میں کہ آپ رکوع سے پہلے قنوت کرتے تھے سوا عاصم احول کے؟ میرے ہاں سوا عاصم کے کسی نے مخالفت نہیں کی۔

میں نے جواب دیا ہشام قتادہ سے قتادہ انس سے بیان کرتے ہیں کہ آپ رکوع کے بعد قنوت کرتے۔

ایوب محمد سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے انس و حنظلہ سدوسی سے سوال کیا تو انہوں نے انس سے چار وجوہ بیان کیں۔ اور ابو عبداللہ سے سوال کیا گیا تو موصوف نے فرمایا کہ تمام احادیث کا مفہوم یہی ہے کہ قنوت رکوع کے بعد ہے۔ اس نے کہا تمام "خفاف"، "مخدوش" ہیں۔

ابو ہریرہ کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ سے عرض کیا! تو اس صورت میں رکوع سے پہلے رخصت نہیں کیونکہ رکوع سے بعد والی احادیث صحیح نہیں تو اس نے جواب دیا نماز فجر میں قنوت بعد رکوع ہے، اور وتر میں ہمیں رکوع کے بعد اختیار ہے۔ جو شخص رکوع سے پہلے قنوت کرے اس پہ کوئی حرج نہیں اس بنا پر کہ اس نے صحابہ کے افعال کو اختیار کیا! جبکہ اصحاب اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں۔

فجر کی نماز میں بعد رکوع قنوت ثابت ہے جو رسول کریم ﷺ نے نماز فجر میں

قنوت کی۔ اس سے قنوت نازلہ مراد ہے، بعدہ آپؐ نے اسے ترک کر دیا۔

قنوت نازلہ قنوت نازلہ میں قنوت کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں۔ اس سلسلہ میں احادیث سے دلیل ملتی ہے۔ اسی میں سنت ہے،

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ امام احمدؒ سے سوال کیا کہ قنوت کس نماز میں کرنی چاہیئے، آپ نے جواب دیا کہ نماز وتر میں بعد رکوع کے۔ اگر کوئی شخص نماز فجر میں قنوت کرے۔ جناب رسول کریمؐ کی اتباع کرتے ہوئے کہ آپؐ نے مستضعفین (کمزور لوگوں کے لئے) دعار کی تو کوئی حرج نہیں۔ اور اگر کوئی شخص لوگوں کی نصرت کے لئے دعار کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

اسحاق حربی بیان کرتے ہیں ابو ثور نے امام احمد سے فرزند عبداللہ سے سوال کیا کہ نماز فجر میں قنوت کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ موصوف نے فرمایا قنوت نوازل (مصائب) میں ہے۔ ابو ثور نے کہا کہ موجودہ دور کی مصائب سے زیادہ کیا ہو سکتی ہیں جس کا ہم شکار ہیں تو فرمایا ٹھیک ہے قنوت کیجئے۔ اثرم کہتے ہیں میں نے عبداللہ ابن احمدؒ سے سوال کیا، فجر کی قنوت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ موصوف نے جواب دیا اجازت ہے! جیسا کہ آپؐ نے ایک قوم پر بددعار کی تھی میں نے دریافت کیا۔ اس قنوت کو بآواز بلند پڑھا جائے! ہاں مقتدی "آمین" کہیں، یہی نبوی اسوہ تھا۔

اثرم کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ کو فجر کی نماز میں بعد رکوع دعار قنوت کرتے دیکھا۔ میں نے آپ سے سنا جب آپ سے قنوت فجر کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمانے لگے۔ جب مسلمانوں پر مصیبت اترے تو امام قنوت کرے اور مقتدی آمین کہیں، بعد فرمایا لوگو! "سر بابک"، سلطان بذات خود مصیبت ہے، کیونکہ یہ کافر ہے اس لئے قنوت کرنی چاہیئے۔

عبدالقدوس بن مالک عطار بیان کرتے ہیں میں نے عبداللہ بن احمدؒ سے سوال کیا کہ میں ایک بصرہ کا غریب (یا مسافر) آدمی ہوں اور ہمارے لوگ

چند اشیار میں اختلاف رکھتے ہیں، موصوف نے فرمایا آپ سوال کیجئے جواب ضرور دیا جائے گا۔ میں نے سوال کیا کہ بصرہ میں ایک قوم قنوت کرتی ہے۔ تو کس شخص کی اقتدا میں قنوت کی جائے؟

آپ نے جواب دیا کہ مسلمان قنوت کرنے والے اور نہ قنوت کرنے والے کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تھے، اگر قنوت میں ایک حرف یا دعا، اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ یا عذابک، الجد، ما نحفد، کا اضافہ کرے تو اگر تو نماز میں ہے تو، تو نماز ترک کر دے سلہ۔

فصل ۵

آخری تشہد اور درود نبی پاک نماز کے آخری تشہد میں درود شریف نبی پاک پر پڑھنا مسنون ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

یا اللہ رحمت نازل فرما محمدؐ اور آل محمدؐ پر جس طرح تونے رحمت نازل کی ابراہیم اور آل ابراہیم پر تو ہی حمید اور مجید ہے۔

یا اللہ برکت فرما محمد پر اور آل محمد پہ جس طرح تو نے برکت نازل کی۔ ابراہیم اور آل ابراہیم پر تیری صفت حمید اور مجید ہے۔

تعوذ پانچ امور سے درود شریف کے بعد حکم دیا کہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔ مشکوٰۃ ص۸۶ ج۱

سلہ ما فاروقی ہیں یہ الفاظ منقول ہیں۔ بیہقی۔

آگ کے عذاب، قبر کے عذاب، زندہ اور مردہ کے فتنہ، دجال کے فتنہ سے پناہ مانگے۔

دُعاءِ صدیق جناب رسول کریم ﷺ نے ابوبکرؓ کے سوال پر دعا کی تعلیم دی، اس دعا کو نماز میں پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ۔ [۱]

یا اللہ میں اپنے نفس پر ظلم کا اقرار کرتا ہوں میں نے نفس پر بے شمار ظلم کیئے ہیں اور ان مظالم کو تو ہی بخشتا ہے اپنی خواص معفرت سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحمت فرما، تو ہی بخشنے والا رحمت کرنے والا ہے۔

تشہد اور سلام کے درمیان کی دعا جناب رسول کریم ﷺ تشہد اور سلام کے درمیان میں یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ [۲]

یا اللہ! مجھے بخش دے جو کچھ میں نے پہلے کیا اور بعد کیا، جو پوشیدہ کیا۔ اور جو ظاہر میں کیا۔ جو میں نے اسراف کیا، تو مجھے خوب جانتا ہے تو مقدمہ اور موخر کرنے والا ہے۔ تو ہی معبود ہے۔

سلام پھیرنا آخر میں دائیں جانب: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ اور بائیں جانب: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہکر سلام کہتے۔ پندرہ اصحابؓ سے روایت ہے کہ جب آپ ﷺ سلام دائیں اور بائیں جانب منھ پھیر کر کہتے تو تین بار "استغفر اللہ" کہتے۔ میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں۔

---

[۱] مشکوۃ ج ۱ ص ۸۷ صحیح بخاری۔ [۲] مشکوۃ ج ۱ ص ۸۲

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ - لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. لَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ [1]

یا اللہ تیرا نام سلام اور تجھ سے سلامتی ہے تیری ذات بابرکت بزرگی اور کرم والی ہے۔ تو ہی معبود ہے تیری ذات واحد شرکا سے پاک ہے اسی کی بادشاہی، اور اسی کے لئے تعریف ہے اور وہی ہر چیز پر قادر مطلق ہے۔

یا اللہ جسے تو دے اور اسے کوئی روکنے والا نہیں جس سے تو روک لے اسے کوئی دینے والا نہیں۔ تیرے ہاں کسی کی کوئی بزرگی کام نہیں دیتی۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، اسی کے ہاں نعمت اور فضل ہے اسی کی اچھی ثنا رہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہم ہم اس کے لئے عبادت خالص کرتے ہیں۔ اگرچہ اسے کافر اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔

امت کے لئے اذکار

جناب رسول کریمؐ نے امت کے لئے ہر نماز کے بعد تسبیح، تحمید، اور تکبیر کو مسنون قرار دیا۔

عقبہ بن عامرؓ کو حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذتین (سورۃ فلق اور سورۃ والناس) پڑھا کرو۔

جناب ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص آیۃ الکرسی ہر نماز کے بعد پڑھا کرے اسے جنت سے مانع صرف اور صرف موت ہی ہے۔ (النسائی)

---

[1] صحیح مسلم بحوالہ مشکوۃ ج: ص۸۸ کتاب الاذکار شوکانی، عمل الیوم واللیل ((ابن سنی))، کتاب الصلوۃ فی الذکر بعد الصلوۃ

نماز ظہر آپ ظہر سے پہلے چار رکعت اور بعد فرض نماز ظہر دو رکعت ہمیشہ پڑھتے تھے۔

ایک بار آپ کسی وجہ سے مشغول ہو گئے تو ظہر کی دو رکعت عصر کی نماز کے بعد ادا کیں۔

مندوب ایک روایت یوں ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص ظہر سے پہلے چار رکعت اور بعد میں چار رکعت پر حفاظت کرے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ کی آگ حرام ہے۔ (اور ترمذی نے فرمایا حدیث صحیح)

عصر کسی صحیح حدیث میں ثابت نہیں کہ آپ نے حکم دیا ہو نماز پڑھنے کا۔ ہاں آپ نے رحمت کی دعا کی ہے "رحمہ اللہ امرءً صلی قبل العصر اربعاً" جو عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھے۔

یہ سنن میں ہے:

اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کرتا ہے جو عصر سے پہلے چار رکعت پڑھتا ہے۔

مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت اور عشاء کی نماز کے بعد دو رکعت اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھے۔

نتیجہ یہ آپ کی بارہ ۱۲ رکعت سنن در راتب نہیں "

فرض نماز کی تعداد رکعات فرض نماز کی رکعت کی تعداد سترہ ۱۷ ہے۔

نماز تہجد رات میں دس رکعت نماز پڑھتے بعض دفعہ بارہ رکعت پڑھتے اور ایک وتر پڑھتے۔

یہ ہیں آپ کی چالیس ۴۰ رکعت، جن میں فرائض اور سنتیں قیام لیل اور وتر ہیں۔

دُعاء صبح اور عصر کی نماز کے بعد آپ دُعاء نہ کرتے تھے۔ بلکہ

۱؎ مشکوۃ ج ۱ ص ۱۰۴

آخری رکعت میں سلام پھیرنے سے پہلے تشہد کے آخر میں دعا کرتے تھے،
اس کی تفصیل ص۔۔۔ پر گذر چکی ہے۔

الحمدللہ ———————— ختم شد

سلہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پنجگانہ نماز کی تعداد رکعت یوں نقشہ ذیل میں ملاحظہ کریں

	سنت	فرض	سنت	
فجر	۲	۲		[illegible]
ظہر	۴ ۲	۴	۲/۴	[illegible] ۲
عصر	۴/ ۲	۴		[illegible] ۲
مغرب	۲	۳	۲	
عشاء	بلا تعداد	۴	۲	۳ وتر
تہجد ———— ۱۱ - رکعت				
تحیت المسجد ۲	نماز ضحیٰ ۲	جمعہ ۲ فرض - ۴/۲ سنت		

یاد رہے دن اور رات کی نمازوں میں ترمیم واضافہ کرنا سنت کشی ہے۔

۴ر نومبر بروز جمعہ کتاب الصلوۃ کا ترجمہ کا آغاز اور تتمہ

۱۴ نومبر کو ہوا کل دس یوم میں ربانی رحمت سے ترجمہ کیا گیا۔

۸ بجے دن بعد نماز ضحیٰ،، ذو ذوالحجہ ۱۳۹۸ھ - ۱۴ نومبر ۱۹۷۸ء
بروز اتوار اہم فریضہ نماز کے موضوع پر کتاب الصلوۃ کے ترجمہ
کی توفیق بخشی۔

لہ الحمد اولاً وآخراً والصلوۃ علی نبیہ دائماً الی
یوم القیامۃ۔

———— عبدالرشید حنیف جھنگوی،

ناظم ادارہ علوم اسلامیہ ———— جھنگ صدر



وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ (الآية)
پردہ کی
شرعی
حیثیت
تالیف
عبدالرشید
حنیف
جھنگوی
پیش کش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حضرات وخواتین اس دور الحاد میں یہ عام رجحان پایا جاتا ہے، کہ عورت کو گھر کی چار دیواری میں قید کرکے رکھنا عورت پر صریح ظلم ہے اور اس کے حقوق خود ارادیت کو سلب کرنا ہے اس پروپیگنڈا کی آڑ میں ملحدین کا گروہ یورپ سے بھی آزادی میں سبقت لے جانا چاہتا ہے، حیرت کہ یورپ اس آزادی سے بار بار نفرت کا اظہار کر چکا ہے، کیونکہ وہ عورتوں کی اس آزادی کے تلخ نتائج دیکھ چکا ہے، دراصل معاملہ یہ ہے کہ ملحدین کا گروہ اس پروپیگنڈا سے اپنی ہوس زانی اور شہوت پرستی کے خوابوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنی ہی ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کو بے پردگی کی عام دعوت دے رہا ہے، کیونکہ جب تک وہ اس پروپیگنڈا کو عام نہیں کر لیتا، اس اپنی خواہش پوری نہیں ہو سکتی، حالانکہ اگر وہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھے تو اسے حقیقتِ حال کا سارا پتہ چل جائے کہ اس آزادی سے مسلمان قوم کس تیزی کے ساتھ تباہی کی طرف جا رہی ہے، آج جتنے قتل، ڈکیتیاں، اور دھڑے بندیوں کے منصوبے بن رہے ہیں، اور عملی طور پر ان کا اظہار جس طرح ہو رہا ہے، وہ ہر شہر کے "روزناموں" میں ہمارے سامنے آجاتا ہے کہ فلاں ضلع میں اتنے قتل ہو گئے، اور فلاں جگہ ڈاکے کا کیس ہو گیا، اور فلاں جگہ چوری ہو گئی، آج زنا کاری کی عام وبا ہم میں جو پھوٹ پڑی ہے، اس کی سب سے بڑی وجہ بھی بے پردگی ہے ان تمام حالات سے متاثر ہو کر **تاج کلاتھ ہاؤس** چوک بازار ملتان کے کارکنان نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ نشر و اشاعت کے ذریعہ عام مسلمانوں کی اصلاح کی جائے اور انہیں بے پردگی کے خوفناک نتائج سے آگاہ کیا جائے اسکے علاوہ فحاشی اور بے حیائی کی عام وبا جو پھوٹ پڑی ہے اس کا منظم طور پر انسداد کیا جائے، نیز اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سے مسلمانوں کو آگاہ کیا جائے، تاکہ تمام مسلمان اللہ تبارک وتعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کر کے فلاح دارین حاصل کر سکیں۔

گھر سے باہر نکلنے کے قوانین

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ، پ ۲۲ ع ۸ ۔

اے نبی کہہ واسطے بیویوں اپنی کے اور بیٹیوں اپنی کے اور بیویوں مسلمانوں کی کے نزدیک کریں اوپر اپنے سے ۔ بڑی چادریں اپنی یہ بہت نزدیک ہے اس سے کہ پہچانی جاویں، پس نہ ایذا دی جاویں اور ہے اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے ۔

مرد اور عورت کو نظر نیچے رکھنے کا حکم

قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ۚ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۖ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ

کہہ واسطے مسلمان مردوں کے کہ بند کریں آنکھیں اپنی اور محافظت کریں شرمگاہ اپنے کی یہ بہت پاکیزہ ہے واسطے انکے بے شک اللہ تعالیٰ خبردار ہے ساتھ اس چیز کے کہ کرتے ہیں کہہ واسطے مسلمان عورتوں کے، کہ بند کریں آنکھیں اپنی، حفاظت کریں شرمگاہ اپنی کی اور نہ ظاہر کریں بناؤ اپنا مگر جو ظاہر ہے اسمیں سے اور چاہیئے کہ ڈالیں اوڑھنیاں اپنی اوپر گریبانوں اپنی کے اور نہ ظاہر کریں بناؤ اپنا مگر واسطے خاوندوں اپنے کے ، یا باپوں اپنے کے یا باپوں اپنے خاوندوں کے یا بیٹیوں اپنی کے یا بیٹیوں خاوندوں

اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ (سورۂ نور پ ۱۸)

اپنے کے یا بھائیوں اپنے کے یا بیٹے بھائیوں اپنے کے یا بیٹیوں بیٹوں اپنے کے یا بیویوں اپنی کے یا جنکے مالک ہوئے داہنے ہاتھ ان کے جو ساتھ رہنے والے ہیں غیر حاجت و امردوں سے لڑکوں سے جو نہیں واقف اوپر چھپی باتوں عورتوں کے اور نہ ماریں پاؤں اپنے زمین پر تاکہ جانا جاوے جو کچھ کہ چھپاتی ہیں اپنی زینت سے اور توبہ کرو طرف اللہ کی سب اے مسلمانو! تاکہ تم فلاح پاؤ۔

پردہ کی ابتداء

(۱) اخرج البخاری فی تفسیر سورۃ الاحزاب: عن انس قال قال عمر رضی اللہ عنہ قلت یا رسول اللہ یدخل علیک البر والفاجر فلو امرت امہات المؤمنین بالحجاب فانزل اٰیۃ حجاب (بخاری شریف ص۷۰۶)

امام بخاری نے سورۃ احزاب کی تفسیر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی خدمت میں نیکوکار اور بدکار سب طرح کے آدمی آتے ہیں، اگر آپ امہات المومنین (ازواج مطہرات) کو پردہ کرنے کے متعلق فرمادیں تو اچھا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے پردہ کی آیتیں نازل فرمائیں جس کی وجہ سے تمام عورتوں پر پردہ کرنا فرض ہوا۔ (بخاری شریف ص۷۰۶)

(۲) عن ام سلمۃ انہا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ اذ اقبل ابن ام مکتوم فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس ھو اعمی لا یبصرنا فقال رسول رفعیا وان انتما الستما تبصرانہ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد [۱]

[۱] مشکوۃ ج ۲ - [۲] سورہ نور اور سورہ احزاب کا مطالعہ کریں

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ وہ اور حضرت میمونہؓ رسول اللہ کی خدمت میں حاضر تھیں، اتفاقاً عبداللہ بن ام مکتومؓ نابینا اصحابی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ نے ان دونوں ام سلمہؓ اور میمونہؓ سے فرمایا کہ اس سے پردہ کرو ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ نابینا نہیں، جو ہم کو دیکھ نہیں سکتا، تو حضور نے فرمایا کہ تم تو نابینا نہیں، کیا تم اس کو نہیں دیکھتیں،

صحابہ کرام کی عورتوں کا رسول اللہ سے پردہ

(۳) عن عائشۃ قالت اومت امراۃ وراء ستر بیدھا کتاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (الحدیث رواہ ابوداؤد والنسائی مشکوٰۃ)[1]

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے پردہ کے پیچھے سے ایک خط دینے کو رسول اللہ کی طرف ہاتھ بڑھایا الخ اس کو ابوداؤد اور نسائی رواہ مشکوٰۃ)

تشریح: اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ حضرات صحابہؓ کی عورتیں خود آنحضرت سے بھی پردہ کرتی تھیں

فتنہ خوشبو

(۴) عن ابی الاشعری قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایما امراۃ استعطرت فمرت علی قوم لیجدوا ریحھا فھی زانیۃ وکل عین زانیۃ رواہ النسائی وابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحھما والحاکم وقال صحیح الاسناد

سیدنا ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو عورت عطر لگا کر مردوں کے پاس سے گذرے، تاکہ وہ اس کی خوشبو سونگھیں وہ عورت زنا کار ہے اور یہ آنکھ جو بُری نیّت سے غیر محرم کو دیکھے وہ زنا کار ہے،

عن یحییٰ بن جعدۃ ان عمر بن الخطاب خرجت امراۃ علی عھدہ

---

[1] مشکوٰۃ ج ۲

متطیبۃ فوجد ریحہا فعلاھا بالدرۃ ثم قال تخرجن متطیبات فیجد الرجال ریحکن وانما قلوب الرجال عند الوفہم اخرجن تفلات

یحییٰ بن جعدہ تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد خلافت میں ایک عورت خوشبو لگا کر باہر نکلی، جس کی خوشبو حضرت عمرؓ کو محسوس ہوئی تو حضرت فاروق رضؓ نے اسکو مارنے کے لیئے درّہ اٹھایا اور فرمایا کہ تم ایسی خوشبو لگا کر نکلتی ہو، جس کی مہک مردوں کو بھی معلوم ہوتی ہے، مردوں کے قلب تو ایسے ناک کے سرے پر یعنی جلدی مائل ہوتے ہیں، میلی کچیلی بغیر خوشبو کے نکلا کرو۔

اجنبی عورتوں کو سلام کہنا

(۴) لیس للنساء سلام ولا علیہن سلام۔ اخرجہ ابی نعیمؒ فی الحلیہ عن عطاء الخراسانی مرسلا ، کنز العمال صـ۲۶۳

اجنبی عورتوں کو سلام کرنا اسی طرح اجنبی مردوں کو سلام کرنا جائز نہیں ہے اس کو ابو نعیمؒ نے حلیہ میں عطاء خراسانی تابعی مرسل روایت کیا،

اچانک نگاہ معاف ٹکٹکی باندھنا گناہ ہے

عن جابرؓ بن عبد اللہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ فامرنی ان اصرف بصری (رواہ مسلم شریف)

حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور سے پوچھا کہ کسی نامحرم عورت پر اچانک نظر پڑ جائے تو کیا کرنا چاہیئے، آپ نے فرمایا: فوراً نظر ہٹالو، اس کو مسلم نے روایت کیا۔

عن الحسن مرسلا قال بلغنی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوٰۃ[1]

حضرت حسن بصری سے مرسل طور پر روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

[1] مشکوٰۃ ج ۲

مجھکو باوثوق ذرائع سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے پر بھی لعنت کی ہے اور اس پر بھی جس کو دیکھا جاوے ،

اجنبی عورتوں سے ملاقات و مصافحہ

(۹) عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ فی حدیث طویل الید زناھا البطش

حضرت ابوہریرہ کی طویل حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ہاتھ کا زنا نامحرم کو پکڑنا، اس کو مسلم و بخاری نے روایت کیا،

فائدہ : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر محرم عورت سے مصافحہ کرنا حرام ہے،

(۱۰) عن ابن عمر نھی النبیؐ ان یمشی الرجل بین المرأتین (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کو دو عورتوں کے درمیان میں چلنے کو منع فرمایا ،

نظر شیطان اور عورت

(۱۱) عن ابن مسعود عن النبیؐ قال المرأۃ عورۃ فاذا خرجت استشرفھا الشیطان (رواہ الترمذی مشکوۃ) [1]

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ عورت سرتاپا پوشیدہ رہنے کے قابل ہے، جب وہ باہر نکلتی ہے، شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے ،

(۱۲) وعن جابر قال قال رسول اللہؐ ان المرأۃ تقبل فی صورۃ شیطان وتدبر فی صورۃ شیطان رواہ مسلم

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بے پردہ عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے، اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے ، (رواہ مسلم)

---

[1] مشکوۃ ج ۲

(۱۳) وعن ابی سعید قال قال رسول اللہ ما من صباح الا وملکان ینادیان ویل للرجال من النساء و ویل للنساء من الرجال رواہ ابن ماجہ والحاکم وقال صحیح الاسناد، ترغیب صفحہ ۴۵

حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے منادی کرتے ہیں، یہ ہلاکت ہے، مردوں کو عورتوں کی وجہ سے، اور ہلاکت ہے عورتوں کو مردوں کی وجہ سے۔ (ابن ماجہ)

(۱۴) فرمایا رسول اللہ صلعم نے ماترکت بعدی فتنۃ اضر علی الرجال من النساء (رواہ البخاری)

یعنی میں نے اپنے بعد مردوں کے لئے کوئی فتنہ عورتوں سے اشد نہیں چھوڑا۔

(۱۵) فرمایا رسول اللہ نے الدنیا المرأۃ الصالحۃ۔ یعنی دنیا کی بہترین نعمتوں میں سے نعمت نیک بیوی ہے،

اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں اور بہنوں کو شرعی پردہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے آمین، اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ،

پھر آئندہ اوراق پر ملاقات ہوگی۔

عبدالرشید حنیف ۲۸ مئی ۱۹۷۱ء

قرآن و حدیث کے الفاظ سے مزیّن ۳۴ خطبوں کا بہترین مجموعہ

خُطباتُ التوّحیدْ

مولفہ:۔ مولانا **حمید اللہ** میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

توحید۔ ردِ شرک اور نماز روزہ عید وغیرہ کے احکام کے علاوہ تمام ضروری مسائل پر نصیحت آموز وعظ اور خطبے انتہائی سادہ اور آسان پیرایہ میں اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ پڑھنے والے کے دل میں گھر کرتے چلے جائیں۔ خطباء، واعظین اور طلباء و عوام کیلئے یکساں مفید ہے۔

طباعت عکسی، صفحات ۲۰۰ قیمت ۸ روپے

فاروقی کتب خانہ ملتان